

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_226290

UNIVERSAL
LIBRARY

وَمِنْ بَيْنِ غَيْرِ الْأَشْيَاءِ الَّتِي لَا يُقْبَلُ مِنْهَا

جو کوئی اسلام کے سوا دوسرا دین اختیار کرے اس سے وہ ہرگز مقبول نہ ہوگا



مؤلفہ

حضرت اقدس منظرہ فیوضات لمیزلی جناب مولانا مولوی
سید محمد علی صاحب مدظلہ العالیین بطول بقایہ
جس میں

پاوری عماد الدین سیاحی کے رسالہ تعلیمات کا جواب شافی دیکر
نبوت سرور انبیاء محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قوی دلیل سے
ثابت کیا ہے اور اناجیل مروجہ کا غیر الہامی اور بے سند ہونا
انکس میں آشکار کر دیا ہے

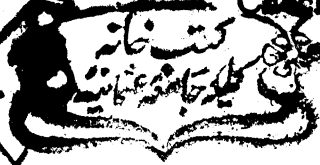
پہلے یہ رسالہ سنہ ۱۳۳۵ھ میں می پریس شہر کانپور میں طبع ہوا تھا اب دوبارہ ۱۳۳۵ھ
میں طبع ہوا

حسب فرمائش حاجی نجیب اللہ صاحب تاجر چرم اور جاپا اور صنعتیہ کچھو

مطبع دہلی سنہ ۱۳۳۵ھ

CHECKED 1956

Checked 1968



۲۹۷۶۸۸
۷-۱۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يُخْذْ وَلَدًا أَوْ لَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ فِي
مِنَ الدِّينِ وَكِبَرَةٌ تَكْبِيرًا * وَالصَّلَاةُ عَلَى رَسُولِهِ مُحَمَّدٍ الَّذِي أُرْسِلَ إِلَى النَّاسِ
كَافَّةً بِالْبَيِّنَاتِ لِبَشِيرَاتٍ لِّبَشِيرَاتٍ نَذِيرَاتٍ * وَعَلَى آلِهِ وَآحِبَّائِهِ الَّذِينَ هُمْ مَجْنُودٌ مَسْمُوكٌ لِهَذَا
وَسَلَّمَ عَلَيْهِ تَسْلِيمًا كَثِيرًا * بے نہایت تعریف اسی وحدہ لا شریک کو زیبا ہے جس نے
خلقت کی ہدایت کے لئے انبیاء کرام کو بھیجا اور سلسلہ نبوت کو اشرف الانبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ
علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ختم کیا اور بھلائی اور بُرائی سمجھنے کے لئے عقل و شعور دیا اور انصاف و تمیز کا نام
ہر ایک انسان کو عنایت کیا مبارک وہ جو ہر ایک کام میں عقل و شعور کے ساتھ انصاف کو کام
میں لاتے ہیں اور حق و باطل میں تمیز فرماتے ہیں اور دایلا اُن پر جو بے انصافی کے ساتھ عقل کا
برتاؤ کرتے ہیں اور اس نعمت خدا کو اپنے محل پر صرف نہیں کرتے۔ طالبانِ حق پر پوشیدہ رہے
کہ میں ۲۹ سالہ ہجری میں نیا زمانہ کا جواب لکھ رہا تھا کہ میرے ایک معزز دوست نے پادری
عماد الدین پانی پتی کا رسالہ تعلیقات التعلیقات اس غرض سے دیا کہ اس کا جواب لکھا جاوے کھنہ
سے معلوم ہو کہ وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ اُس کے جواب کی طرف توجہ کی جائے کیونکہ تعلیقات کی حسن اور
خوبی ایسی نہیں کہ کسی عاقل منصف مزاج پر پوشیدہ رہ سکے اُس کے مصنف کے عالی خیالات فلسفی

خیر خواہانہ گزارش

۲۹۵۷۶۱

1952

اس وقت دروہندگان اسلام کا فرض ہے کہ جس مضمون میں یہ رسالہ لکھا گیا ہے ایسے رسالوں کو دیکھیں اور اُسکے مضامین کو محفوظ رکھیں اور اُسکی اشاعت میں ہر طرح کوشش کریں۔ ایک دوسری کتاب جس کا نام پیغام محمدی ہے بعض سچے بھی خواہان اسلام کی ہمت سے عنقریب طبع ہو کر شائع ہونیوالی ہے۔ یہ کتاب یورپ کے جواب میں بے نظیر ہے اس میں نہایت محققانہ اور سکت جواب دیے ہیں۔ ہر ایک مسلمان کو چاہئے کہ ان دونوں سانچوں کو دیکھ کر اپنے ایمان کو تازہ کرے تاکہ دشمنان اسلام کے حملوں سے محفوظ رہے۔

رام ستم

مسلمانوں سچا کا بھی خواہ

رسالہ کا اشاعت کرنے والا

وہاں حکیمانہ رائیں ایسی سنو اور روشن نہیں ہیں کہ پادری عموماً الدین کی بہت خیالیوں اور فسطائی باتوں اور متعصبانہ رایوں کی تارکیوں سے اُس کی روشنی چھپ جائے بلکہ وہ اہل بصیرت کی نظروں میں دیباہی روشن ہے جیسا کہ تمام بعض احباب نے اصرار کیا کہ اس تعلیمات کی ظلمی کھول دینا اور ہر خاص و عام کو اُس کے مصنف کی ابلہ فریبی پر مطلع کرنا ضرور ہے اسلئے میں اُس کے جواب کی طرف متوجہ ہوا۔

واضح ہو کہ مولف تعلیقات نے تاریخ محمدی کے مفہوت کی طرف توجہ نہیں کی اور اُس کا تفصیلی جواب نہیں لکھا بلکہ صرف اُس کے ماخذ اور منشا پر بحث کی ہے اور تین طریقوں سے نبوت حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ثابت کیا ہے اول حالات سے یعنی آنحضرت کے حالات ایسے ہیں کہ جو کوئی منصف مزاج بنظر غور انھیں ملاحظہ کر گیا وہ بالیقین جان لے گا کہ آپ نبی بلکہ فضل الانبیاء ہیں دوسرے تعلیمات سے یعنی باوجود اس بات کے کہ حضرت نے کسی انسان سے تعلیم نہیں پائی مگر علم الہی کے وہ وقائق اور معارف بیان کئے کہ پیشتر ہی نے نہیں بیان کئے تھے اور ایسے احکامات نافعہ تعلیم فرمائے جن سے پہلی شریعتوں کی پوری تکمیل ہو گئی تیسرے معجزات سے میں اس کتاب میں ان تینوں طریقوں کی کسب قد تفصیل کرنے کے بعد پادری صاحب کے توہمات کو دفع کروں گا اور پھر تاریخ محمدی کی جی جی علی کھوونگا تاکہ طالبین حق پر ظاہر ہو جائے کہ پادری صاحب نے اُس میں کتنا ہر اپنی دیانت کو صرف کیا ہے اور کتنی کٹھنیاں اور افترا پروازیاں کی ہیں کہ اگر کوئی حق شناس انھیں دیکھے تو خوب خدا سے تھر اُجائے اور تمام بدن پر اُس کے عشتہ آجائے اور وہ بدتہذیبیاں کی ہیں کہ کوئی مہذب شخص اُنکو دیکھ نہیں سکتا مگر مجبوری کی حالت میں اسی وجہ سے میں نے اس کتاب کے دو حصے کئے پہلے حصہ میں تعلیمات کا جواب ہے اور دوسرے حصہ میں تاریخ محمدی کا احوال اس کا وضع تلبیسات رکھا۔ اس کتاب میں تعلیمات کی ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا گیا ہے بلکہ نبوت کی بحث جو کہ نہایت ضروری اور اہم تھی اسلئے اُسے مقدم رکھا اور اثبات نبوت

ہیں یہی ان طریقوں کو پہلے بیان کیا ہے جو کلام مذہبی کے سوا فلاسفہ اور علمائے فہم نہیں کرتے ہیں اور آخر میں وہ طریقہ لکھا ہے جو خاص ہو اور ہر سائنس پر بحث ہے اس کتاب میں جہاں تعلیقات کی عبارت نقل کی ہے وہاں لفظ تعلیق اور جہاں تعلیقات کی عبارت منقول ہے وہاں تعلیق لکھا ہے اور بعض مقام پر قول کر کے اسکی عبارت لکھی ہے۔ اب میں خدا سے مدد مانگ کر اصل مدعا کی طرف رجوع کرتا ہوں واللہ الموفق والمعين وبہ نستعين۔

یہ سلاطینہ اثبات نبوت آنحضرتؐ کا حالات اور واقعات کے ذریعہ سے صفحہ ۳۸۸ تعلیق ۱۲۔ پادری عماد الدین صاحب نے اس کتاب میں کہیں اس امر پر بحث نہیں کی کہ آنحضرتؐ کی سیرت عام اور مجاری احوال پر نظر کرنے سے اہل زمان نبوت کے قبل اور بعد نبوت کے تقلب احوال اور صفات اور عادات پر غور کرنے سے آنحضرتؐ کے طریق عمل اور کردار عام سے کیا بات پائی جاتی ہے اور انکو ایسے بہت بڑے جھوٹ اور ایسی سخت تزویر سے (جیسا کہ مخالفین سمجھتے ہیں) کیا غرض تھی کیونکہ جس شخص کی زندگی کے حالات لکھے جاتے ہیں تو تاریخ نویس اور کردار گزار کو ضروری ہے کہ ایسے ایسے معظموں اور میں جو ایسے شخص کی نیت دلی اور کردار ظاہری اور شب و روز کے احوال اور تمام عمر کے کردار سے پایا جاتا ہو اس میں فکر و تفتیش کرے یہ بحث تو بڑی عظمت اور ضرورت کی اسوجہ سے تھی کہ جو کوئی ذی عقل اور صاحب بصیرت آنحضرتؐ کے معاملات میں نظر کرے وہ ان کو دیوانہ اور سفیہ تو نہ سمجھیں گا تو پھر ان کو اس تمام جھوٹ کے کارخانے اور فریب کے سلسلے اور دغا بازی کے نظام سے کیا مقصود اور مطلب تھا۔ پادری صاحب نے ایسی بڑی عمدہ اور عالی قدر بحث سے کنارہ کر کے عامیانہ مفرخات اور معاندانہ اعتراضات اور بے بنیاد تقریریں جو اس کے عجز اور کمال ضعت پر دلالت کرتی ہیں لکھے ہیں۔ لہذا ہم ان باتوں پر بالاختصار نظر کیا جاتے ہیں انتہی اسکے جواب میں پادری صاحب لکھتے ہیں۔ تعلیق صفحہ ۴۰۹ تاریخ محمدی کے صفحہ ۳۰۹ میں رائے مؤلف لکھی ہے (اے قول) بادشاہ بننے کا حضرت کو شوق تھا اور کوئی صورت بادشاہ ہونے کی نہ تھی تب نبوت کا دعویٰ کر کے امت مسلمہ کی

اور امت کو فوج بنایا اور بادشاہت حاصل کی۔

جواب اہل انصاف پر روشن ہے کہ تعلیقات سے اس دعوے کا بطلان بخوبی ہو گیا ہے مگر تعصب کی وجہ سے پادری صاحب ہرگز توجہ نہیں کرتے اسلئے میں اسکی کچھ اور تفصیل کیا چاہتا ہوں گرچہ مجھے اُن کے عناد سے ہرگز امید نہیں ہے کہ اسپر بھی وہ توجہ کریں گے مگر دنیا میں بہت منصف مزاج بھی ہیں وہ تو ملاحظہ کر کے انصاف فرمائیں گے اور اگر ہو سکے تو پادری صاحب بھی ذوق تعصب کا پر وہ آنکھوں سے اٹھا کر کتب تواریخ کو دیکھیں کہ جب قریش نے ہر طرح پر آنحضرتؐ کو تکلیف دی اور کوئی وثیقہ ایذا رسانی کا اٹھانہ رکھا اور کئی مرتبہ بو طالب سے یہ کہا کہ تمہارا بھتیجا ہمارے باپ دادوں اور بتوں کو بُرا کہتا ہے اسے منع کرو اور ابو طالب نے بھی حضرت سے کہا مگر حضرت نے فرمایا کہ کچھ ہو جائے میں اس سے باز نہیں آئیگا کیونکہ میں حکم خدا سے مجبور ہوں غرض کہ حضرت بدستور اسلام کا وعظ کرتے رہے اور دن پر دن اسلام کا شیعہ ہونے لگا تو قریش نے ایک روز پختائیت کر کے آنحضرتؐ کو بلوایا اور کہا کہ جیسا تم نے اپنی قوم کے ساتھ کیا ہم نہیں جانتے کہ کسی نے ایسا کیا ہو تم نے ہمارے باپ دادوں کو بُرا کہا ہمارے دین کو معیوب بتایا ہمارے معبودوں کو سخت کہا ہمارے عقلمند و کمویوق بنایا ہماری جماعت کو توڑ دیا فان كنت انما جئت بهن الحدیث تطلب به ما لا جمعا لك من اموالنا حتى تكون اكثرنا مكلًا و ان كنت انما تطلب به الشرف فينا فنحن لسودك علينا و ان كنت تريد به ملكًا ملكناك علينا وان كان هذا الذي يأتيك رؤيا تراة قد غلب عليك و كانوا يسمون التابع من الجن رؤيا فويعا كان ذلك بذلنا اموالنا فطلب الطب لك حق نبراك منه او نغذريك فقال لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم مالي ما تقولون ما جئت بما جئتكم به اطلب اموالكم ولا الشرف فيكم ولا الملك عليكم ولكن الله بعثني اليكم رسولًا و انزل علي كتابًا و امرني ان اكون لكم بشيرا و نذيرا فبلغتكم برسالت ربي و نصحت لکم فان تقبلوهني ما جئتكم به فهو حطكم و الدنيا و الآخرة و ان تروا علي اصبروا لله

حتیٰ حکم اللہ بینی و بینکھ میرت ابن ہشام اس کا حاصل یہ ہے کہ قریش نے بعد شکایت کو یہ کہا کہ اس دعوے سے اور ان باتوں سے تمہاری کیا غرض ہے اگر مال چاہتے ہو ہم سب ملکر مال جمع کر دیں کہ تم ہم سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ اور اگر تم کو شرف اور جاہ مطلوب ہے تو ہم تمکو اپنا سردار بنالیں اور اگر تم بادشاہت چاہتے ہو تو ہم تمکو اپنا بادشاہ بنالیں اور اگر تمہارے پاس یہ آئیہ والا کوئی جن ہے کہ تم پر غالب ہو گیا ہے تو ہم اُسکے علاج میں اپنا مال صرف کریں تاکہ تم اچھے ہو جاؤ حضرت نے اُنکے جواب میں فرمایا کہ میں تمہارا مال طلب کروں نہ تم پر بڑائی چاہوں نہ تم پر بادشاہت کروں بلکہ خدا نے تمکو بھیجا ہے اور مجھے کتاب نازل کی ہے اور مجھ کو حکم کیا ہے کہ میں خوشخبری دوں (جو ایمان لائے) اور ڈراؤں (جو منکر ہوئے) سو اللہ کا پیغام میں نے پہنچایا اگر تم قبول کرو گے تو تمہارے لئے دنیا و تفریقیں بہتر ہے اور اگر قبول نہ کرو گے تو صبر کروں گا بسبب حکم خدا کے یہاں تک کہ خدا فیصلہ کرے ہمارا سلو تمہارے درمیان۔ (انتہی۔)

کیسے پانی پتی صاحب یہ تو ایذا والوں کی روایت ہی یہ تو آپ کے نزدیک معتبر ہی اب کیسے کہ حضرت کو بادشاہت مطلوب تھی یا ترک بادشاہت جسکے دماغ میں ذرا بھی انصاف کی بو ہو گی وہ یہ کہدینگا کہ اگر حضرت کو جاہ و مال کی خواہش ہوتی تو اسکے مثل اور کون طریقہ اسکے حصول کا تھا کہ قریش سے صلح کر لیتے ورنہ کچھ تو اپنے دعوے سے ڈھیلے ہوتے مگر وہاں تو کچھ اور ہی جوش تھا ایک نہ سنی اور اسی طرح امر حق پر جیسے رہے کچھ تو غور کر جس غرض کا حصول پانی پتی بیان کرتے ہیں وہ کن کے اتباع سے ہوا انہیں بعض قریش کے اور وہ بھی کس و شواری سے کہ تیرہ برس تک ان مصیبتوں میں رہے کہ عافیت تنگ تھی آخر کار خانماں چھوڑنا پڑا نہایت مصیبت کے ساتھ جلاوطنی اختیار کرنا پڑی اور سپر بھی چین ملی آخر کو انھیں قریش سے لڑنا پڑا اور یہاں تک کہ حضرت کی عمر آخر ہونے کو آئی۔ اگر آپ اُن قریش کا کہا مان لیتے تو تمام قریش آپ کے ساتھ ہوتا اور اس خانہ جنگی اور اس مصیبت کی نوبت ہی نہ آتی جو حضرت پر اور اُنکے ہمراہیوں پر آئی اگر انہیں کی بادشاہت پر فطاعت کرتے تو بھی ممکن تھا اور اگر زیادہ خواہش ہوتی تو سب کے اتفاق سے اور ملک پر بھی

فتحیابی نہایت آسان تھی اس صورت میں تو حضرت کی حالت حیات ہی میں ایسی ترقی پہنچتی اور بادشاہت چمکتی کہ باید و شاید مکر وہاں تو یہ منظور ہی نہ تھا لہذا اظہر من الشمس ہو گیا کہ آپ کو لوٹ دنیا ہرگز نہ گزرنے تھا۔ علاوہ اسکے اور امور بھی ایسے پیش آئے کہ اگر سرور دنیا کو بادشاہت منظور ہوتی تو آپ انھیں قبول کرتے چنانچہ قبیلہ بنی عامر میں آنحضرت وعظا کرنے تشریف لگے اور وہاں جا کر براہ حق کی طرف لوگوں کو بلایا اتنے میں ایک شخص مخضرہ نام کہنے لگا کہ قسم خدا کی اگر قریش میں سے اس جوان کو لے لوں تو تمام عرب کو کھا جاؤں پھر وہی شخص حضرت کی طرف خطاب کر کے کہنے لگا کہ یہ تو کیسے کہ اگر ہم تمہاری بات پر بیعت کریں پھر خدا تمہیں دشمنوں پر غالب کر دے تو تمہارے بعد ہمارے لئے سرداری اور حکومت ہوگی حضرت نے جواب دیا کہ سرداری اللہ کے قبضہ میں ہے جو چاہتا ہے اُسے دیتا ہے یہ سکرانہوں نے بیعت سے انکار کیا۔ یہ قصہ ابن اسحق نے زہری کی روایت کیا ہے چنانچہ تاریخ ابن ہشام کے صفحہ ۲۸۳ میں مذکور ہے۔

اب مقام غور ہے کہ اگر بادشاہت دنیا ہی منظور ہوتی تو ایسے لوگوں کو کیوں نہ ملائے بلکہ جب یہ جانا کہ ان کی حجت اللہ کی واسطے نہیں ہے بلکہ دنیا کے واسطے ہی تو بالکل بے توجہی کی اور کدیا کہ حکومت اور سرداری اللہ کے اختیار میں ہے بھلا کہیں مکار اور طالب جاہ کی ایسی باتیں ہوا کرتی ہیں ذرا خدا کے لئے کہیں تو انصاف کرو۔

اسی دعوے کا ثبوت مصنف تعلیمات نے ایک معتبر سچی کے قول سے دیا تھا مگر یادری صاحب کچھ جواب تو نہ آیا صرف یہ مکر ٹالا کہ اہل یورپ کا اس باب میں اعتبار نہیں بلکہ ایشیا کے لوگوں کے اقوال میں زیادہ معتبر ہیں مگر کوئی وجہ اعتبار اور عدم اعتبار کی بیان نہیں کی کیا اتنا بھی وہ نہیں سمجھتے کہ اہل یورپ نے جو کچھ لائے کھنسی ہے وہ ایشیائی کے لوگوں کے اقوال و روایات پر مبنی ہی مگر بات یہ ہے کہ وہ انصاف پسند اور نیک نہاد تھے تعصب اور عناد ان میں نہ تھا اگرچہ پانی تی صاحب محققین یورپ کی رائے کو سبب کمال تعصب کے قبول نہ کریں مگر کوئی شک نہیں ہے کہ جو وقت اس امر خاص میں تھا کہ روبرو ان محققین کی رائے کو ہے وہ کسی کو نہیں ہے کیونکہ ایک غیر قوم کا شخص جو نہ حضرت پر ایمان

لایا ہی نہ کچھ اُن سے واسطہ رکھتا ہے نہ کوئی دنیاوی طمع ہے محض آزادانہ طور پر کتب معتبرہ دیکھ کر
 اپنی رائے بیان کرتا ہے جس سے کمال مدح حضرت کی ثابت ہوتی ہے بلا شک یہ مدح ہر مخالف
 مذہب کے روبرو کمال محبت ہے خصوصاً عیسائیوں کے روبرو اس سے زیادہ گواہ شہادت ہوگی
 کہ مخالفین جو اس بات کے دوسرے ہیں کہ حضرت کی نبوت ثابت نہ ہو گواہی دے رہے ہیں
 کسی مخالف کا زہرہ ہے کہ اپنے پیغمبر کی مدح اُسکے مخالفین کے اقوال سے ثابت کئے ہرگز
 نہیں پھر کیا مسلمان مومنین کی مدح آنحضرت کے بارے میں مخالف کے روبرو وہ وقعت
 رکھ سکتی ہے جو علمائے عیسائیہ کی مدح کھتی ہے ہرگز نہیں۔ پھر ایسے اقوال کی طرف توجہ نہ کرنا
 اور لاشعہ محض سمجھنا تعصب نہیں تو کیا ہے۔ مگر ہم اُن کی اس تعصبانہ اور معاندانہ گفتگو سے اُن
 محققین کی رائے نقل کرنے سے باز نہ آئیں گے اور پادری صاحب کے دعوے کے روبرو مسیحیوں
 کے اقوال اہل حق کو سنائیں گے تاکہ ظاہر ہو جائے کہ پادری صاحب کا دعوے ایسا ظاہر بطلان
 ہے کہ اُن کے ہم مشرب بھی اُسکے بطلان کی گواہی دیتے ہیں اب چند اقوال علامہ مسیحیہ کو نقل کی جائیں
قول اول شیپٹن اردنگ اپنی انگریزی کتاب موسومہ لائف آف محمد کے صفحہ ۹۰ میں لکھتے ہیں کہ
 اُنکے اوائل زمانہ سے بطن حیات تک کے حالات سے تو ہمیں کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ انکو ایسے ناراض اور
 عجیب اقرار سے جبکا انیر الزام لگایا گیا ہو کس مقصد کا حاصل کرنا مراد تھا۔ کیا حصول مال مقصود تھا
 خیر مجھ کے ازواج سے تو فی الحال وہ صاحب ثروت ہو چکے تھے اور اپنے وحی اعلیٰ کے اظہار سے تو
 سالہا سال پیشتر انھوں نے صاف کہہ دیا تھا کہ مجھے اپنے سرمایہ کے اضافہ کی خواہش نہیں۔ تو کیا حصول
 جاہ مراد تھی حالانکہ وہ پہلے ہی اپنے وطن میں عقل و رمانت میں فیض المرتبہ و قریش کے عالیشان قبیلہ و
 اسکے معزز و ممتاز شعبہ میں تھے تو کیا حصول منصب و تاجاگر کی پشتوں سے تو لویت کعبہ اور امارت حرم خاص
 انھیں کتبیلہ میں تھی اور انکو اپنی وقعت اور حالات سے او بھی عالی مرتبہ ہونیکا یقین تھا۔ لیکن
 جس دین میں انھوں نے نشوونما کی تھی اسیکے استیصال کرنے میں تو انھوں نے ان سب منافع
 کی بیخ کنی کر دی حالانکہ اسی مذہب پر تو انکے قبیلہ کی جاہ و عزت کا دار و مدار تھا ایسی بیخ کنی کرنے

سے ضرور ہوا کہ ان کے اقربا کی عداوت اور اہل شہر کے غیظ و غضب اور تمامی اہل ممالک کا بدین کعبہ کی دشمنی و عناد پیدا ہو گیا ان کی تشنیت خدمات نبوت میں کوئی شے ایسی روشن اور صریح تھی جو ان کے ان مصائب کے اجر خیزیل ہوتی اور جس کی طمع کے دھوکے میں پڑتے بلکہ برخلاف اسکے اسکی ابتدا تو اشتباہ و اختفا میں ہوئی۔ برسوں تک تو اس میں کوئی معتد بہ کامیابی نہوئی جیسے جیسے انہوں نے اپنی تعلیمات کا اظہار اور وجوہ کو آشکار کیا ویسے ہی اور اُس قدر لوگوں نے اُسے ہنسی اور ٹھٹھا اور بُرا کہنا شروع کیا اور آخر کو بُری بُری طرح سے اذیتیں دیں جس سے انکی اور اُنکے رفقاء کی ریاستیں برباد ہو گئیں اور چند اُنکے اقربا اور اصحاب غیر ملک میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے اور انہیں خود بھی اپنے شہر میں چھپا رہنا پڑا اور بالآخر گھر ڈھونڈ بھنے کیلئے ہجرت کرنی پڑی پس کس غرض سے وہ برسوں تک اسی تزدیر کی صورت میں اصرار کرتے جس سے اس طرح سے ان کی سب دنیوی دولتیں ان کی زندگی کے ایسے وقت میں کہ ان کو پھر مجددِ اُحاصل کرنیکا بھی زمانہ نہیں رہا تھا خاک میں مل جائیں انتہے۔

مقام غور ہے کہ یہ مؤرخ آنحضرتؐ کو لوٹ دنیا سے کیسا بری ثابت کر رہا ہے افسوس کہ اُن معاندین کے حال پر کہ ایسی شہادت پر بھی توجہ نہیں کرتے کہ بقول کاؤفری سگینس اُس شخص کی گواہی جو گواہی دینا نہیں چاہتا مگر اُسکی عقل و انصاف اُسے مجبور کر رہا ہے۔

قول دوم۔ طامس کا لیکل اپنے دوسرے لکچر کے صفحہ ۵۰ مطبوعہ ۱۹۷۱ء میں لکھتے ہیں محمدؐ کا تمام حوصلہ یہی تھا کہ راستبازی سے دنیا میں گزران کریں۔ انکا شہر جمیل یعنی انکے جان پہچان والوں کا حسن ظن اُنکے حق میں کافی تھا۔ ابھی وہ کولت کے سن تک نہ پہنچے پائے تھے کہ اُن کی تمام خواہشیں سمجھیں تھیں اور جو کچھ اس دنیا میں اُنکا حقد تھا یہی تھا کہ روز بروز اُن میں صلح اور آشتی بڑھتی جاتی تھی۔ تو کیا اُنہوں نے اب طریقہ ہوسنا کی شروع کیا اور سب گزشتہ نیکنامی کو چھوڑ کے جس چیز سے متمتع نہوسکتے تھے اُسکے حاصل کرنیکا دغا باز اور مزور بن گئے۔ حاشا میں اس کو ہرگز باور نہ کروں گا۔

قول سوم۔ سرآمد موصوفین انگلستان اڈوارڈ کینن تاریخ رومۃ الکبریٰ کی جلد ۲ باب ۵۰ میں لکھتے ہیں۔ ہر ایک مذہب میں بانی مذہب کی سیرت سے اُسکے تحریری مکاشفات کی تکلیف ہوتی ہے چنانچہ محمد کی حدیثیں بہت سے امر حق کی نصیحتیں اور اُنکے افعال بہت سے نیکی کے نمونے ہیں اور اُنکے ازواج و صحاب نے اُنکے بہت سی خلوت اور جلوت کے آثار جمیلہ محفوظ کر رکھے ہیں۔

قول چہارم۔ ریورینڈ جے ایم رادفیلد دیباچہ ترجمہ قرآن شریف کے صفحہ ۲۳ مطبوعہ ۱۸۶۱ء میں لکھتے ہیں۔ بلکہ دلیلوں سے ثابت ہے کہ محمدؐ کے سب کام اس نیک نیتی کی تحریک سے ہوتے تھے کہ اپنے ملک کے لوگوں کو جہالت اور ذلت کی بت پرستی سے چھوڑا دیں اور یہ نہایت مرتبہ کی خواہش اُن کی یہ تھی کہ سب بڑے امر حق یعنی توحید الہی کا جو اُن کی روح پر بدرجہ غایت مستولی ہو رہی تھی اس شہار کریں چنانچہ اسی مطلب کے حصول کیلئے قرآنی سورتوں کی تصنیف کا سامان اُنھیں ناگزیر ہوا۔ اور مقتضائے حوادث اور بتدیج فوز مرام اس امر کا باعث ہوا کہ اُنھوں نے اپنے آپ کو خدا کا رسول امین باور کر لیا۔ تاہم محمدؐ کی سیرت ایک عجیب نمونہ ہے اُس قوت اور حیات کا جو ایسے شخص میں ہوتی ہے جسکو خدا اور قیامت پر اعتقاد کامل ہوتا ہے اس میں سے جو کچھ نتیجے نکالے جاویں (اور وہ بہت اولیٰ ہوں) انکی ذات یکم اور سیرت صداقت مشحون سے ہمیشہ اُن کو اُن لوگوں میں تصور کیا جائے جنکو ایمان و اخلاق اور اپنے انبائے جنس کے تمام حیات ذبیوی پر ایسا اختیار حاصل ہے جو بحر کسی حقیقت میں طے الوالعزم کے اوکسی کو نہیں ہو سکتا اور اُن لوگوں میں آپ کو سمجھا جائے جنکی کوششیں باوجود خطاؤں اور تقصیروں کے کسی بڑے امر حق کی اشاعت کیلئے کامیاب ہوں گی۔

قول پنجم۔ ابراہام ریس انسائیکلو پیڈیا کی جلد ۲۲ مطبوعہ ۱۸۱۹ء میں لکھتے ہیں مسلمان مورخوں نے بنی عربی کے صفات عبیہ و عقلی کی ستائش میں بہت کچھ لکھا ہے اور گو ہم ہر ایک صفات خارق عادات کو تسلیم نہیں کرتے مگر تاہم اس امر کا اعتراف پُر ضرور ہے کہ اُن میں بہت سی قابلیتیں جن میں سے بعض کا تذکرہ ابھی ہوا ہے۔ اور اکثر کمالات اور

خاص ایسے جمع تھے جسے وہ اپنے معاصروں سے رتبہ عالی پر پہنچ گئے اور جس امر کا انہوں نے غم کیا تھا اُسکے لایق ہو گئے۔

قول ششم ڈاکٹر اسی اسپرنگر اپنی کتاب سیرت محمدی کے صفحہ ۹۰ میں لکھتے ہیں۔
 محمدؐ تیز فہم اور نہایت مرتبہ کے عالی نظر تھے۔ صاحبِ رُءُصائب اور عالی مذاق تھے
 گو وہ شاعر کے نام کو ناپسند کرتے تھے مگر بہت کر کے تو شاعر تھے۔ اور قرآن کی عبارت
 باہم متشابہ اور مضامین عالی اسکے عمدہ فضائل ہیں اُنکے خیال میں ہمیشہ خدا کا تصور رہتا
 تھا۔ اُنکو نیکھتے ہوئے آفتاب۔ برستے ہوئے پانی اور اُگتی ہوئی روئیدگی میں خدا ہی کا
 یہ قدرت نظر آتا تھا اور بجلی کی کڑک اور آواز آب اور پرندوں کے نغمہ حمد الہی میں خدا ہی
 کی آواز سنائی دیتی تھی۔ اور سنان جنگلوں اور پُرنے شہروں کے خرابات میں خدا ہی کے
 قہر کے آثار دکھائی دیتے تھے۔ ناظرین اس قول کو بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیں کہ یہ
 منصف کیسی تعریف حضرت سرورِ انبیا کی کرتا ہے۔

قول ہفتم۔ آئریل سر ولیم میور لائف آف محمدؐ کی جلد ۴ باب ۷۳ مطبوعہ ۱۸۷۱ء میں
 لکھتے ہیں۔ چونکہ محمدؐ کو اپنی رسالت کا نہایت قوی اور مضبوط اعتقاد تھا اسلئے اُنکے طرف
 سے اُس دین کی نصیحتوں میں بڑی قوت اور شدت ظاہر ہوتی تھی اور چونکہ فصاحت میں
 بھی آپ کو کمال تھا لہذا آپ کا کلام عربی زبان میں نہایت خالص اور بغایت ناصحانہ تھا
 اُنکے بلکہ زبان آوری نے روحانی حقیقتوں کو عالم تصویر بنا دیا اور اُن کے زندہ خیالات
 نے قیامت اور روز جزا اور نعمائے بہشت اور عذابِ جہنم کو سامعین کے نہایت قریب تر
 بلکہ پیش نظر کرو کھلایا۔ معمولی گفتگو میں تو آپ کا کلام آہستہ مفصل اور قوی تھا مگر ہنگام و عظ
 آپ کی آنکھیں سرخ اور آواز بجاری اور بلند ہو جاتی تھی اور تمام جم آپ کا ایک ایسی حالت جوش
 و خروش میں ہو جاتا تھا گو یا کہ آپ لوگوں کو کسی غنیم کے آنے کی خبر دیتے ہیں کہ وہ غنیم
 دوسرے روز یا اسی شب ہی کو آپ پر آ پڑیگا۔

اور ہم اسکو مستعدی تسلیم کرتے ہیں کہ پہلے محمدؐ کو اعتقاد تھا یا باور کر لیا تھا کہ اُن کے مکالمات خدا کی جانب سے ہوتے ہیں۔ آپؐ مکہ میں رہنے کے زمانہ میں تو یقیناً کوئی ذاتی افواہ یا نالایق آسباب اس نتیجہ کے بطلان میں پائے نہیں جاتے وہاں پر تو آپؐ جیسا کہ خود بھی کہتے تھے محض بشیر و نذیر تھے۔ اور بظاہر تو ہجر اُن لوگوں کی اصلاح کے آپکا اور کوئی مقصد نہ تھا۔ محمدؐ نے گواہ اپنے اس ارادہ کو صحیح ذریعوں سے اشراف پر کرنے میں خطا کی ہو۔ مگر اس میں شبہ کرنے کی کوئی کافی وجہ نہیں کہ وہ ان ذریعوں کو نیک نیتی اور دیانت داری سے عمل میں لاتے تھے۔

قول ہشتم۔ ستر جان دیون پورٹ صاحب اپنی کتاب اپالوجی کے صفحہ ۱۳۸ مطبوعہ لندن ۱۸۶۹ء میں لکھتے ہیں۔ آنحضرتؐ کو فقط اخلاق حمیدہ کی تعلیم اور تاکید ہی نہیں کرنی پڑی بلکہ عبادت خدا سے یکتا بھی قائم کرنی پڑی اس واسطے کہ تقدیرات الہی سے جن لوگوں میں آپؐ جوٹ ہوئے تھے وہ ان دونوں باتوں میں یعنی عبادت خدا یکتا اور اخلاق حمیدہ میں گمراہ تھے پس آنحضرتؐ کا یہ مقصد و تھا کہ مذہب اسمعیلؑ بانی قوم عرب از سر نو رواج دیں اور وہ یہ تھا کہ خدا سے یکتا کی عبادت کرو پس یہی وجہ اس بات کے ثبوت کیلئے کافی ہے کہ آنحضرتؐ اس قول میں بیشک صادق تھے کہ میں عرب کو مذہب جدید نہیں تعلیم کرتا ہوں بلکہ وہی دین سکھاتا ہوں جو اُنکے جد حضرت اسمعیلؑ نے بہت مدت پیشتر رواج دیا تھا۔ پس اب راقم کہتا ہے کہ آیا ممکن ہے کہ جس شخص نے اپنے ملک کے لوگوں کے عقائد و رسوم ابدال آباد کے لئے درست اور شائستہ کئے ہوں اور جو صن طریقہ باطلہ بت پرستی جس میں سالہا سال سے اُسکے ملک کے لوگ غرق تھے عبادت خدا سے یکتا و برحق رواج دی ہو اور جس شخص نے قتل اطفال موقوف کر دیا ہو اور استعمال مسکرات اور وہلہ و لعب ممنوع کر دیے ہوں جنہیں بازی ہوتی ہے اور جو منشا تحریب اخلاق ہیں اور جس شخص نے رسم تعویذ و رواج جو اُسکے زمانہ میں مروج تھا اور جس کی کوئی حد نہ تھی محدود کر دیا ہو ہم بھر پور چھتے ہیں کہ آیا ممکن ہے

کہ ہم گمان کریں کہ ایسا مصلح اور مہذب جلیل الشان جسے ترویج احکام حقہ میں ایسی سرگرمی اور جانفشانی کی صرف ایک جلسہ ساز اور مکار تھا اور اُسکے تمام افعال اور اقوال میں محض کذب ریا تھا آیا ہم یہ وہم کر سکتے ہیں کہ اُسکی رسالت منجانب اللہ نہ تھی بلکہ اُسکا ایجاد تھا اور تمام عموہ شخص خود اپنے کذب پر متنبہ اور محترف رہا استغفر اللہ یہ گمان آپ کی نسبت نہیں ہو سکتا یہ یقین کرنا چاہئے کہ آپ اپنی آنحضرتؐ بخوبی آگاہ تھے کہ میں حق پر ہوں اور اسوجہ سے انظار حق میں ایسے متقل اور ثابت قدم رہے کہ کبھی آپ کا قدم ثبات سے ہچے نہیں ہٹا اور آپ استقلال کو لغزش نہیں ہوئی بلکہ جس وقت سے آپ نے اپنی رسالت کا انظار اپنی زوجہ خدیجہ سے کیا جب تک کہ آغوش عائشہ میں وفات پائی اُن اعزاء اور رفقاء کے گننے میں بھی نہ آئے جو آپ کی حالت سے بخوبی واقف تھے۔ واقع میں ایسے شخص صادق اور صیاح کو جو اپنے خالق پر اعتماد و وثوق کامل رکھتا تھا اور جس نے عقائد و اعمال عباد کو ایسا مہذب اور درست کیا یہ کہنا چاہئے کہ ید اللہ الصادق اور مرسل من اللہ تھا اور اس امر کا کون مانع ہے کہ اگر اُس شخص کو عباد کا ملین میں نہ سمجھیں تو عباد صامعین میں تو تصور کریں اور یہ کیوں نہ یقین کریں کہ اُنہوں نے اپنے زمانہ میں اپنی قوم کو صدق راستی کی تعلیم کی تھی اور اُن کو خدا نے اس واسطے مبعوث کیا تھا کہ اپنی امت کو اُسکی توحید اور صداقت سکھائیں اور اُنہیں ایسے احکام انتظام ملک اور اخلاق حمیدہ تعلیم کریں جو اُن کے مناسب حال ہوں پس اس بیان سے ثابت ہوا کہ بیشک آنحضرتؐ کو اپنی رسالت کا ایسا یقین واثق تھا کہ ہر چیز کفار نے سخریہ اور مضحکہ اور ظلم و تعدی آپ پر بہت کی لیکن آپ کا قدم ثبات سے ہچے نہ ہٹا اور ہر چیز بہت تخویف کی اور تکلیف دی لیکن آپ اُنہیں توحید و حقیقت خدا تعلیم کرنے سے باز نہ آئے اور ایسے اخلاق حمیدہ اور افعال پسندیدہ کی اُنہیں ترغیب دی کہ آپ کے عہد تک کسی شخص نے کبھی ایسے افعال اُنہیں نہ تعلیم کئے تھے اور آنحضرتؐ نے نہ تو ریاست دنیا طلب کی اور نہ حکومت عبقی بلکہ فقط عفو و رحم خدا سے طلب کیا اور اس امر کی توفیق مانگی

کہ بندوں کو بوعظ و نصیحت راہ راست پر لائیں و حقیقت آپ کا یہ مقصد تھا کہ بندگان خدا انصاف کریں اور رحم کو دوست رکھیں اور بخل و خشوع اپنے خالق کے سامنے حاضر ہو جائیں اور یہ عقیدہ بھی آپ نے تعلیم کیا ہے کہ ایک روز سب عادل اور ظالم پھر زندہ کئے جائیں گے اور خدا ان میں انصاف کریگا۔

قول نہم۔ گاؤ فری گہنس نے اپنی کتاب اپالوجی مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں حضرت سرور انبیا کے اوصاف میں ایک طویل تقریر کی ہے میں اُس کے منتخب فقرے نقل کرتا ہوں۔

ڈین آف ناپچ کے تسلیم سے ظاہر ہے کہ پیغمبر نے اپنے ہم وطنوں کی طعن تشنیع کو حلم اور نہایت دھچپ گشتگو اور اطوار سے گوارا کیا اور اُن سے بامروت اور خوش خلق اور عزیز ہوں پر مہربان اور سخی تھے (صفحہ ۲۰) محمد کے رویہ کے جانچنے میں جیسا تم یہ کہہ سکتے ہو کہ آپ کے شریر اور مکار اور جھوٹے تھے ویسا ہی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ سقراط زمانہ تھے جب ہم آپ کو قبیلہ صدر کے ساتھ متصف سنتے ہیں تو فوراً آپ کے اُس عام رویہ کی طرف نظر کرتے ہیں جو کہ فریقین کے قول کے بموجب ابتدائے عمر اور ایام شباب میں رہا ہے تو آپ کو سزاوارِ ملامت نہیں پاتے تو کیا دفعۃً یقین کر لیا جائے کہ یہ صرف مکر تھا۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ اس عجیب رویہ سے آپ نے کیا مقصد سوچا تھا اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ آپ کا مقصد و حوصلہ نفسانی تھے اول عورتوں سے عشرت کرنا دوم استیغاب بلند حوصلگی جس سے یہ غرض ہے کہ ایک شہر کے تاجر بنکر اپنے آپ کو بادشاہ دنیا بنا دیں اس کی تیاری کیلئے اپنے چوڑا برس خلق سے کنارہ کیا اور اپنا طور بے عیب رکھا۔ اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ دنیا کی تاریخ میں کوئی بات اس کے مثل اور بھی پائی جاتی ہے اگر عورتوں سے عشرت مقصود تھی تو یہ عجیب و غریب معاملہ ہے کہ آپ نے ۲۵ برس کی عمر میں جو وقت کہ خاص جوش جوانی کا خیال کیا جاتا ہے صرف خدیجہ ہی سے نکاح کیا جو آپ سے پندرہ برس بڑی تھیں اور گو بموجب قواعد اپنے ملک کے آپ بہت سے نکاح کر سکتے تھے مگر آپ اس قاعدے

سے متبع نہوئے اور تاحین حیات اُس بیوی کے اُسی کے ساتھ ۲۲ برس مع عیال کثیر کے
 نباہ کیا۔ اگر محمد کا مقصد صرف بلند چمکی ہی تھی تو بذریعہ سازش کے کوشش کر کے اپنے
 آپ کو محافظ کعبہ کیوں نہ کرا لیا اُس عہدے پر پہلے سے آپ کے آباؤ اجداد مامور تھے اور
 جس شخص کے نام یہ عہدہ ہوتا تھا وہ کل ریاست بلکہ واقع میں تمام عرب کے اندر اقل وجہ
 کار میں گنا جاتا تھا۔ اگر صرف بلند چمکی مقصود تھی تو یہ امر کہ اپنے آپ کو یہودیوں کا مسیح بیان
 کرتے بہتر تھا بہ نسبت اُس طریق کے جو آپ نے اختیار کیا یعنی آپ کو مسیح کا پیرو ظاہر
 کیا اس میں شک نہیں کہ اگر آپ اور آپ کے جانشین اس رویہ کو اختیار کرتے اور بیت المقدس
 کو اپنا مسکن بناتے تو کل کجنت یہودی آپ کے زمرہ میں داخل ہو جاتے اور عیسائیوں
 میں سے بھی کم سے کم اس قدر آئے جب قدر کہ دوسری صورت کے اختیار کرنے میں شامل ہوئے
 محمد کا رویہ دریافت کرنے میں جو کوششیں کیا ہیں تو میری رائے میں اس بات کا دریافت
 کرنا نہایت اہم ہے کہ وہ سائل کس قسم کے ہیں جنکو بالاتفاق آپ نے سکھلایا یہ مان لیا گیا ہے
 کہ آپ کا خلق نہایت عمدہ تھا عیسائی مذہب میں اخلاق کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ
 مسلمانوں کی تعلیم میں نپایا جاتا ہو بلکہ بعض صورتوں میں عرب کے شاعروں کی ذہانت سے
 انکو خوب جلا ہو گئی ہے (دیکھو دفعہ ۴۲-۴۵) اب اہل انصاف ان اقوال کو ملاحظہ فرمائیں
 اور پادری عماد الدین کے تعصب و عناد کو دیکھیں کہ انھوں نے کیسی مقدس ذات کی شان
 میں کیا کیا بے ادبیاں کی ہیں اور کیسے کیسے سخت الفاظ لکھے ہیں۔

ان اقوال کے نقل کرنے سے میرا یہ مقصد نہیں ہے کہ اثبات نبوت محمدی ان پر موقوف ہے
 بیسیا کہ پادری صاحب فریب کی راہ سے عوام پر ظاہر کرتے ہیں استغفر اللہ بلکہ یہ دعا ہے کہ
 پادری صاحب جو تفتیح مذکور میں یہ لکھتے ہیں کہ بادشاہ بننے کی غرض سے آنحضرت نے نبوت
 کا دعوئے کیا محض غلط اور ایسا ظاہر البطلان ہے کہ اُن کے ہم مشرب عیسائی پیکار کار کر
 اُسکے غلط ہونے پر شہادت دے رہے ہیں۔ ان علمائے مسیحیہ نے صرف اسی احتمال

کو باطل نہیں کیا کہ دعویٰ نبوت سے آنحضرت کا مقصد بادشاہت تھا بلکہ جتنے بداحتمال تھے سب کو باطل کر دیا ہے جس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ بحز و داعیہ الہی کے اور کوئی جو اس دعویٰ کی نہ تھی مگر سچ ہے عہد ہندستان قسمت راجہ سودا زربہر کامل و بادجوہاں تحقیق کے بھی انکو ایمان نصیب نہوا مقصد کے قریب تک پہنچ کر رہ گئے۔

صفحہ ۳۹ تعلیق ۱۳۱۔ اس امر کی بحث کہ یا تو محمدؐ اپنی قوم اور قبیلہ میں اپنی راستبازی اور امانت میں مشہور اور مقبول تھے اور یا دفعۃً ایک ایسا جھوٹ بولے اور مکاری اختیار کی کہ انکی عزت اور آبرو مال و دولت خاک میں مل گئی اور وہ اسی تیزویر اور جھوٹ پر اصرار کرتے رہے اس میں نہیں کیا محال تھا جس سے صریحاً ثابت ہوتا ہے کہ وہ داعیہ الہی کے بیان اور دعویٰ نبوت میں سچے تھے) حسب ذیل لکھی جاتی ہے اور اس میں اپنے عندیہ اور عقیدے کے گمان اور تعصب سے قطع نظر کر کے صریح واقعات اور عقلی شہادت سے بحث ہے اظہار نبوت کے وقت تک آنحضرتؐ کی عمر چالیس برس کی تھی اور اس عرصے میں آنحضرتؐ اپنی ذاتی مشرافت اور امارت میں ممتاز اور معزز اور قتل و دیانت اور صدق و امانت میں اپنی قوم میں معزز اور مقدمات اور محامات میں مرجع انام تھے جب انگو اس طرح پر زندگی کرتے ہوئے زمانہ کثیر اور مدت مدید گزر گئی اسوقت انہوں نے اپنے آپ کو سور و جی الہی اور رسول خدا بیان کیا اور اپنے زمانہ کے تمام لوگوں کے دین کو محض ضلالت و بطلالت و حماقت و سفاہت بتلایا اور جمیع قوم سے مخالفت ظاہر کی اور اس حرکت سے ان کی ساری امارت اور دولت و جاہ و ثروت برباد ہو گئی سب لوگوں نے ان سے اہ و ہم ترک کی اور تمام اہل شہر و دیہات انکے دشمن ہو گئے اور سیکڑوں طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں نہر پڑیں اور برسوں اسی ذلت اور مصیبت میں گزری مگر آنحضرتؐ نے یہ سب سختیاں اور مصیبتیں برداشت کیں اور اسی داعیہ الہی اور امر حق پر قائم اور دائم رہے اور اسی نہج اقل پر آخر عمر تک ستم و اضطراب و غم اور اصرار میں کچھ قصو اور تغیر و تبدل نہ پایا کیا اور جبکہ اس ضابطہ

فطرت اور قاعدہ قدرت کے مطابق جس میں ہر ایک شخص کو اپنے دفع ضرر اور رفع ایذا کا حق اور اختیار ہے انکو اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل ہوا تب بھی وہ اسی منوال پر باقی اور قائم رہے اور نفسانی آرزوؤں اور دنیاوی خواہشوں نے انہیں اثر نہ کیا اور وہ اس بیخ تویم اور صراطِ مستقیم سے منحرف نہیں ہوئے تو ہم صریحاً یہ بداہت عقل یہ دیکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ بیشک اپنے دعوے میں سچے تھے ورنہ اگر یہ سب کچھ تزیور ہوتی اور وحی اور تنزیل محض افرا اور فریب تھا تو ممکن نہ تھا کہ یہ جھوٹ کا کارخانہ اور فریب کا سلسلہ ایسی صیبتوں اور نقصانوں و خوف و تلف جان کے موقعوں میں ایسی مدت دراز تک چل سکتا۔ جب ان کی وہ عظمت و ثروت جو پہلے تھی اس مکاری و تزیور سے جاتی رہی اور انھیں جان کے لالے پڑ گئے اور بے خانماں ہو کر شہر چھوڑ دینا پڑا اور اسی دعوے کی بدولت کثیر المال تاجر سے ایک منقرض مہاجر ہو گئے تو ضرور اس جھوٹی بات اور مکاری کے دعوے سے باز آتے اور اس غزم پر ستم نہ رہتے کیونکہ نقصانات تو ایسے صریح اور ظاہر تھے کہ جن کا روز بروز تجربہ ہوتا جاتا تھا پھر انھیں اور کس بات کی امید تھی۔ دنیاوی عظمت اور جاہ و ثروت اپنی قوم میں جو پہلے سے تھی (اور اس مکاری سے بھی یہی ملتا) وہ تو اس بات کی بدولت کھو بیٹھے۔ اب اور کیا ملتا تھا۔

اسے اس کے ثبوت میں مولوی صاحب نے ڈنکن اردنگ کا قول مفہوم میں نقل کیا جو ڈنکن اردنگ نے اس شبہ کی بحث میں (کہ ہجرت کے بعد آنحضرتؐ کے افعال میں تغیر آگیا تھا) لکھا ہے کہ معارک جنگ میں فیروز مندی حاصل کرنے سے انہیں (محمّدیوں) غور یا جھوٹی شان و شوکت نہیں آئی جیسا کہ اگر یہ فیروز مندی ذاتی اغراض سے ہوتی تو آجاتی۔

جب ان کو بڑے سے بڑا تسلط حاصل ہوا جب بھی انکی ساواگی اطوار و ادب و ادب سے ہی ہے جیسی کہ تکلیف کے زمانہ میں تھی۔ تحکفات بادشاہی سے تو وہ ایسے دور تھے کہ اگر کسی مکان میں آتے وقت کوئی غیر معمولی رسم تعظیم کی اور کیجاتی تو وہ ناخوش ہوتے۔ اگر انہیں تمام عالم پر سلطنت کی خواہش تھی تو وہی دینی سلطنت تھی اور جیسی کہ دنیاوی حکومت جو انھیں سے نکلی تھی اسے بغیر خودمانی کے برستے تھے ایسا ہی انھوں نے اسے اپنے ہی گھر میں ستم کر کے کوئی تدبیر نہیں کی جو دولت کو انکو خراج افضیت میں ملتی تھی وہ سب فتح دینی کی ترقی اور فخر و مجاہد کے منہ تکلیف میں صرف ہوتی تھی یہاں تک کہ ہمیشہ انکا خزانہ خالی ہو جاتا تھا۔ عمر بن اکارٹ کا قول ہے کہ محمدؐ اپنی وفات کے وقت بجز ایک مدلل اور آلات حرب کے قطعاً زمین جو اپنی ازواج و اولاد و فقرا کیلئے رہے نہ گئے تھے اور نہ کوئی مدہم چھوڑ کر دنیا رنہ غلام نکیز نہ کچھ اور ایک شمع کہتا ہے کہ خدا نے تمام زمین کی چابائیں انکو دیں مگر انہوں نے نہیں لیں۔ انتہے ۱۲۔

یہ باتیں تو یہی برقرار بلکہ روز افزوں اور متزاہد رہیں جبکہ وہ اپنی قوم سے مخالفت اور عنادت نہ کرے
 اُسی دین یعنی عبادت اصنام و پرستش اوثان میں انکے جاہ و منصب کا مدار تھا جب اسی کے پرے
 بیخ کنی ہوئی تو پھر انھیں کس بات کے حصول کی توقع تھی اور وہ بڑھاپے کا زمانہ جس میں
 آئندہ کے حصول مطالب منافع سے قطع امید و یا یوسی ہوتی ہو جس میں سابق کے لذو
 و اندوختہ اور زمان پیشین کی عزت و توقیر حاصل کی ہوئی پر قناعت کر نیکا زمانہ ہوتا ہی۔ پس
 ان باتوں پر نظر کرنے سے ہر ایک ذی بصیرت کو معلوم اور یقین ہو جائیگا کہ آنحضرتؐ بیشک
 اپنے دعوے میں سچے تھے اور نبوت کا اظہار جھوٹ نہ تھا جس میں انھیں کوئی غرض دنیوی
 اور مفاد نہ تھا یہ تو ایسی صریح اور بدیہی باتیں ہیں کہ کسی ذی شعور اور صاحب تمیز کو اس میں
 شک و شبہ کا مقام نہیں اور ان کی صداقت ہر ایک کے دل میں یقینی ہو جاتی ہے۔
 خصوصاً جس نے حالات نبویؐ کو بغور و یکجا ہوا اور اُنکے مجاری احوال و طریق زندگی پر
 مائل اور انصاف سے نظر کی ہو چنانچہ عیسائی مورخوں نے بھی جنکو ایسے مشنریوں (یعنی پادری
 صاحبوں) کی طرح امر حق سے بغض و عداوت اور قسادت قلبی نہیں گوانکار نبوت میں رخ
 قدم ہیں آنحضرتؐ کی تاریخ نویسی میں امر حق کے نہایت ظاہر ہونکی وجہ سے واقعی امر
 سے صریحاً چشم پوشی اختیار نہیں کر سکتے۔ مگر تعصب اور عنادیہ اور اپنے مذہب کی طرفداری
 یا نبوت سے بے اعتقادی کی وجہ سے صاف صاف نبوت الہیہ کا اقرار بھی نہیں کر سکتے
 انتہی چنانچہ چند شواہد ابھی مذکور ہوئے۔ ناظرین انصاف پسند مولوی صاحب کی اس
 عمدہ تقریر کو ملاحظہ فرمائیں پادری صاحب نے اس تقریر کا ایک محل خلاصہ کر کے پانچ
 باتیں اس میں قرار دی ہیں اور پھر ہر ایک کا جواب لکھا ہی میں ہر ایک بات کے جواب کو
 نقل کر کے اُس کی تلمیح کھولتا ہوں۔

پہلی بات

تقلیع ۶۹ مثنیٰ صاحب کہتے ہیں کہ انھوں نے چالیس برس کی عمر میں عوئے نبوت کیا یہ بات

سچ ہے لیکن اس سن و سال میں دعویٰ کرنے سے کیا خوبی نکلتی ہے ہاں اس عمر میں آدمی ذرا تجربہ کار ہو جاتا ہے۔ راج۔

جواب۔ سبحان اللہ کیا فہم عالی ہے کہ اُردو عبارت کا مطلب بھی سمجھنا دشوار ہی مولوی صاحب صرف اس سن میں دعویٰ کر نیکو باعث عمدگی اور خوبی نہیں قرار دیتے بلکہ اُنکا مقصد یہ ہے کہ اس مدت عمر تک اپنی قوم میں معزز و ممتاز رہے اور صادق و امین کہلاتے رہے مہات میں مرجع انام تھے جب اس مدت تک ایک شخص اس قدر لوگوں کی نظر و نمائیں معزز و ممتاز رہے اور اس قسم کی اُسکو وجاہت حاصل ہو اور سال کی طرف سے بھی حسبِ حالت اُس قوم اور ملک کے غنی ہو تو پھر اُسکو ایسا دعویٰ کرنا نہایت دشوار ہے جس سے اُسکی عزت اور امتیازیں فرق آجائے اور جنکی نظروں میں وہ عزیز تھا اُنھیں کی نگاہوں میں حقیر ہو جائے اور نہایت مرتبہ کی مصیبت و تکلیف اُٹھائے علاوہ اسکے یہ سن ملتا ہے جوش جوانی کا وہ حوصلہ اور وہ اُمنگ جائز و ناجائز جو بیس برس کی عمر سے لیکر چالیس کے اندر تک رہتی ہے وہ اسکے بعد نہیں رہتی سن کہولت میں آدمی اُسی اندوختہ پر قناعت کرتا ہے جو پہلے اُس نے کر لیا ہے اور اگر بالفرض کچھ حوصلہ ضعیف یا باقی بھی رہا تو اسکے پورا کرنے میں اس طرح سعی کرتا ہے کہ پہلا اندوختہ ہاتھ سے نہ جائے اُسی پر کچھ اور زیادتی ہو جائے نہ یہ بات کہ اس مدت عمر کے اندوختہ کو بالکل ہاتھ سے کھو دے اور آئندہ کی امید رکھے اور اُسپر طرہ یہ ہے کہ تیرہ برس تک اُس قوم میں سخت مصیبت اور ذلت کے ساتھ رہے جس میں معزز و ممتاز تھے پھر کیا ممکن ہے کہ اس عمر کا حوصلہ اس مدت تک ان سختیوں میں قائم رہے ہرگز نہیں۔ جو کچھ میں نے کہا ہی اہل تجربہ کو اسکا خوب یقین ہوگا مگر افسوس کہ پادری صاحب کچھ خوفِ خدا نہیں ہے ہر جگہ فریب دیتے ہیں۔

دوسری بات

تقلیع صفحہ ۷۰۔ محمد صاحب موت تک اپنے دعوے پر ثابت قدم رہے۔ جواب جناب شبی صاحب مطلق ثابت قدمی کوئی عمدہ وصف نہیں ہے کہ جس شخص میں جس قسم کی ثابت قدمی پائی جائے

تو وہ ضرور سچا ہے ہزاروں شریر اور جاہل اور فریب خوردہ اپنی بُری حالت میں ثابت قدم رہ کر مر گئے۔ انتہے۔

جواب۔ پانی پتی صاحب کی دھوکے بازی تو دیکھو مولوی صاحب تو ایک تقریر مسلسل بیان کر کے مدعا ثابت کیا چاہتے ہیں جو ماقبل اور بعد سے ملکر ایک پوری دلیل ہوگی پادری صاحب ایک فقرہ لیکر اسے پوری دلیل قرار دیکر دکر نے بیٹھتے ہیں۔ اس ثابت قدمی کو اُن امور کے ساتھ ملائے جو میں پہلی بات کے جواب میں لکھ آیا ہوں کہ ابتدائے سن کہولت تک ایک وجاہت اور امتیاز کیساتھ رہنا اور معامات امور میں مرجع انام ہونا اور پھر حالت کہولت میں ان سب کو ترک کر کے بلا میں چھپنا اور ثابت قدم رہنا بیشک کمال خوبی ہے اور لطف یہ ہے کہ یہ مصیبتیں جس غرض سے پادری صاحب کے نزدیک اٹھائیں وہ تو بلا ان تکلیفوں کے باحسن وجہ حامل ہو سکتی تھی جسکا ذکر تعلق ۲۱ کے جواب میں گزرا پھر اُسے چھوڑ کر ثابت قدمی دکھانا سوا سچائی و دعویٰ کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ مولوی صاحب نے صفحہ ۱۵ میں ثابت قدمی کے بیان میں ایک حاشیہ لکھا ہے اُس میں ثابت کیا ہے کہ آنحضرتؐ کی یہ ثابت قدمی بحقیقت دعویٰ کے اور کسی وجہ سے نہیں ہو سکتی پادری صاحب نے اُس کے جواب سے بالکل سکوت کیا۔ قولہ صفحہ ۱۷ ثابت قدمی اگر محمد صاحب کی نبوت پر دلیل کافی ہے تو اُن بیچارے لوگوں نے کیا قصور کیا ہے۔

اقول۔ اول تو کسی شریر اور جاہل اور فریب خوردہ کی اس طرح کی ثابت قدمی دکھانیے دوسرے اُن کا قصور خود تمھاری زبان سے ظاہر ہے اور اُن کی شرارت اور جہالت و فریب خوردہ ہونا اُن کے قصور کو بخوبی ثابت کرتا ہے حضرت ان سب عیوب سے مُبرا تھے۔ چنانچہ مخالفین نے بھی اسکو نہایت کشادہ پیشانی سے قبول کر لیا ہے اور انکی نیک چلی اور دانائی اور ہشیاری کو بہت سے سچی اور لامذہب بکار بکار کر کے رہے ہیں بلکہ اُس سرور انبیا کی دانائی سے تو شاید کوئی اہل یورپ لطف کا نہ کر نہو گا اگر ایک متعصب انصاف دشمن نے تو نہ مانے

سے اتفاق میں حاصل ہو سکتی تھی اور جبکہ ہونا نہایت بدیہی اور ظاہر امر تھا وہ شوکت بلکہ اسکا
 و سواں حصہ آنحضرت کو حاصل ہوا و اول میں انصاف کر کے جواب دیجئے کوئی اسکا جواب
 نہیں بجز اسکے کہ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔

قولہ ص ۱۸۱ یا اُس سے کنارہ کشی ہوگی جو ساری کمائی کی بربادی کا باعث ہے۔

اقول۔ صاحبو یہ تو کو جو سوقت کنارہ کشی تمام کمائی کا باعث تھی مفت میں مال ملتا تھا جاہل
 آتی تھی آئندہ بہت کچھ امید تھی اُسوقت کنارہ کشی کیوں نہ کی کہیں تو انصاف کرو اصل یہ ہے
 کہ پادری صاحب نے عقل و انصاف کو طاق میں کھدیا ہے تعصب اور عناد کو اپنا سہنا بنایا ہے اسوجہ
 سے ایسی بے اصل ملحدانہ گفتگو کر رہے ہیں مدینہ کی ثابت قدمی کی وجہ تو یہ بیان ہوئی جسکو ناظرین
 نے ملاحظہ کیا اب مکہ کی ثابت قدمی کو بیان کرنا چاہتے ہیں مگر وہاں اُن کے طائر عقل کے پر
 کٹ گئے کچھ اگر مگر نہ چلی لکھتے ہیں ص ۱۸۱ کہ ہاں دعویٰ نبوت سے ہجرت کے وقت تک لزوالہ
 ممکن تھا پر کوئی سبب سخت زلزلہ کا بھی نہ تھا ایک دو یا زیادہ کم آدمی کبھی کبھی ضرور مرید ہوتے
 رہتے تھے انھیں امید نظر آتی تھی انہیں کہتا ہوں کہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ ایک دو کے مرید
 ہونے میں تو امید نظر آتی تھی اور جب بسے قریش بیکارگی مرید ہونا چاہتے تھے اُسوقت امید
 نظر نہ آتی ہوگی اگر ایسی امیدوں کے لئے ان مصیبتوں کا جھیلنا گوارہ کرتے تھے تو وہ امیدیں تو
 بغیر مصائب جھیلے مفت میں حاصل ہوتی تھیں چنانچہ ۱۲ تطہیر کے جواب ظاہر ہوا پھر کیوں ان
 مصائب کو اختیار کیا اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت کا مقصود یہ ہرگز نہ تھا بلکہ وہاں
 مطلوب صرف علم الہی کا بجالانا تھا۔ اس کے بعد پانی پتی صاحب تقریر کرتے ہیں جس سے ظاہر
 ہے کہ حضرت کا بت پرستی منانا اپنی ناموری اور مرشد بننے کیلئے تھا چنانچہ لکھتے ہیں۔ جو کوئی
 عرب ذرا بھی فکر کرے گا وہ ضرور میری مجرد وحدت کی نسبت بت پرستی کو بُرا جانے گا اور میں یہ مرشد
 بن جاؤنگا اور اگر میں مرجی گیا تو کیا مضائقہ ہے آخر سب کو مرنا ہی میل نام تو عرب میں مشہور رہیگا۔ انتہی۔
 ناظرین ملاحظہ کریں کہ پادری صاحب کیسی ہیو وہ ملحدانہ تقریر کرتے ہیں بھلا ایسے وہی اقل مضروب

اور بے اصل بدگمانیوں سے کون الواعزم نبی یا ولی نبیج سکتا ہے کیا یہود نے حضرت مسیح پر اس سے زیادہ بدگمانیاں نہیں کیں۔ پادری صاحب یہ تو بتائیں کہ وہ کونسا نبی ہو جو ملحد و کفری بدگمانیوں سے بچا ہوا ہے مگر ایسی بدگمانیوں سے ہرگز کسی مقدس کی شان میں بڑھ نہیں لگتا بلکہ وہ بدگمانی کرنے والا اپنی طبیعتی کو ظاہر کرتا ہے پادری صاحب نے یہ بھی خیال نہ کیا کہ یہ تو ہم کہ آئے ہیں کہ حضرت کو بادشاہ بننے کی آرزو تھی اس لئے ایسا دعویٰ کیا اور یہاں اُس دعوے کی غرض صرف ناموری اور شہرت بتاتے ہیں ظاہر ہے کہ جسے بادشاہت کی تمنا ہوگی وہ ایسے خیالات کب پسند کریگا کہ موت تک حصول مقصود نہ ہو اور پیچھے ناموری ہو وہ تو یہی کیسا گلے ع پس ازاں کہ من نہ نام نہ چہ کار خواہی آمد + اے بھائیو جو ذرا بھی انصاف سے غور کریگا وہ بالیقین جانے گا کہ حضرت کو مقصود نہ بادشاہت تھی نہ ناموری اگر ان دونوں میں کوئی امر بھی مطلوب ہوتا تو قریش نے جو وقت اتفاق کی تمنا کی تھی بے تردد آپ اتفاق کر لیتے کیونکہ اس میں دونوں باتوں کا حصول ممکن تھا۔

تیسری بات

قولہ منشی صاحب کا یہ کہنا کہ محمد صاحب اس دعوے کے سبب ایک امیر آدمی سے غریب بن گئے ان کا بہت سنا و نیا وی نقصان ہوا یہ بات درست نہیں ہے وہ ہرگز ایسا امیر اور متمند نہ تھے جیسے منشی صاحب بتاتے ہیں۔ اقول تعجب ہو تو ایسا ہو کہ اگر آفتاب کو منور کہا جائے تو اُس سے بھی انکار ہو۔ ناظرین منشی صاحب کے قول کو ملاحظہ کریں وہ لکھتے ہیں کہ اس حرکت سے (یعنی دعوے نبوت کرنے اور عرب کو گمراہ بتانے سے) انکی ساری امارت اور دولت و جاہ و ثروت برباد ہوگئی سب لوگوں نے راہ رسم ترک کردی اور تمام خاص و عام شہری اور وہقانی سب کے سب شتم ہو گئے ان باتوں میں سے پانی پتی صاحب صرف ایک بات کی نفی کرتے ہیں مگر جس شخص نے تواریخ کا ملاحظہ کیا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ یہ نفی محض فریب و دھوکا ہے کیا اس میں شک ہے کہ بی بی خدیجہ کے مال سے آنحضرت غنی ہو گئے تھے دیکھو عیسائی مورخ و شگنڈن! رونگ کیا لکھتا ہے جسکی نقل اوپر کی گئی اور دیکھو

سیرت ابن ہشام کا صفحہ ۱۱۹ و ۱۲۰ اس میں لکھا ہے۔ وکانت خدیجہ بنتہ خلیلہ امراۃ تاجرة ذات شرف و مال وکانت خدیجہ یومئذ اوسط سناء قریش نسبا و عظمیٰ شرفا و اکثرہن مالا یعنی خدیجہ ایک عورت تاجرہ اور شریفہ اور مال والی تھیں اور اُس وقت میں خدیجہ نسب کی رو سے تو اوسط مرتبہ کی تھیں اور باعتبار شرافت کے بہت بڑی تھیں اور باعتبار مال کے سب قریش سے زیادہ تھیں اور لطف یہ ہے کہ تاریخ محمدی کے صفحہ ۶۶ میں پادری صاحب خود ہی تحریر کرتے ہیں۔ وہ عورت (یعنی خدیجہ) حسین اور ادھیڑ تھی اور رائد اور مال بھی جو نفسانی آدمی کی شہوت کو بڑھانے کے لئے کثرت سے تھا سنتے۔ اب کہنے کے جب اُن کے پاس کثرت سے تھا اور پھر اُنہوں نے حضرت سے نکاح کیا تو وہ مال کہاں گیا کیا اس مال سے حضرت کو ثروت حاصل ہوئی کیا زبردستی کا انکار صفحہ ۶۷ میں پانی پتی صاحب اُسکا جواب اس طرح دیتے ہیں کہ ”یاور کھنا چاہئے کہ اس زمانے کی سوداگری کے مانند اُس وقت عرب کی سوداگری نہ تھی“ اہل انصاف اس جواب کو ملاحظہ کریں بھلا منشی صاحب نے یہ کب کہا تھا کہ اُس وقت کی سوداگری اُس وقت کے مانند تھی اسکو جواب کیا تعلق ہونشی صاحب کی غرض تو یہی ہے کہ حسب حال اُس وقت کے حضرت کو کامل ثروت حاصل تھی کیونکہ تاریخ ابن ہشام سے ابھی نقل کیا گیا کہ خدیجہ آپ کی بیوی قریش میں سب سے زیادہ مالدار تھیں لہذا اُس وقت کے لحاظ سے آنحضرت اتنے بڑے امیروں میں ہو گئے تھے کہ قریش میں دوسرے آپ کا مقابل نہ تھا اور یہ امر نہایت ظاہر ہے کہ ہر شخص ذی ثروت اُس وقت اور اُنھیں لوگوں کے اعتبار سے کہا جاتا ہے جس زمانے اور جن لوگوں میں وہ ہوتا ہے جس شخص کو آج کل صاحب ثروت اور صاحب جاہ کہیں گے وہ اسی زمانے کے لحاظ سے کہیں گے اگر گنبد کوئی وقت ایسا آئے کہ نہایت ترقی و دنیاوی ہو جائے اور بد جہا اُس وقت سے زائد لوگوں کو ثروت ہو تو کیا اُس وقت کے صاحب ثروت کو صاحب ثروت کہنا غلط ہو جائیگا ہرگز نہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو شخص جو وقت میں صاحب ثروت کہا جاتا ہے اُسکو باعتبار اُسی زمانے اور اُسی قوم کے کہیں وہ پہلی ثروت عزیز ہوتی ہے جسے اُسکا دل ہرگز چھوڑنے کو نہیں چاہتا

جینک کہ کوئی امر اسے مجبور نہ کرے جیسے آنحضرت کو جوشِ محبت الہی اور اتیلغ فرمانِ نیرودکی نے مجبور کر دیا تھا۔ غور کا مقام ہے کہ جب قریش نے آپ کے چچا ابوطالب سے اگر شکایت کی اور یہ ظاہر کیا کہ یا تو تم اپنے بھتیجے کو اس نعوے سے باز رکھو یا ہمارے حوالے کر دیا لڑائی کا سامان کرو ابوطالب تمام قوم کا اتفاق دیکھ کر مجبور ہوئے اور آنحضرت سے کہا کہ یہ لوگ یہاں ایسا کہتے ہیں اب تم کو چاہئے کہ اس نعوے کو چھوڑ دو آنحضرت اول تو اس کلام کو سن کر غمگین ہوئے اور سمجھے کہ ہمارے چچا ابیطالب ساتھ نہیں لیا چاہتے مگر پھر بھی یہی فرمایا۔ واللہ یا عم لو وضعوا انس فی سینتی والقرنی شمالی ماترتکت ہذا الامر (ابوالفدا و ابن ہشام) یعنی اے چچا قسم خدا کی ہے اگر میں عرب آفتاب کو میری داہنی طرف اور مہتاب کو بائیں طرف رکھ دیں تو بھی میں اس امر کو نہ چھوڑا یعنی سرداری اور مال و دولت تو کیا چیز ہے اگر بالفرض وہ جاہ و منصب میرے لئے متیا کریں جبکہ متیا ہونا انسان کے لئے غیر ممکن ہے تو بھی مجھے منظور نہیں ہے میں جس امر کے لئے مامور ہوں اسے بغیر پورا کرنے نہ رہوں گا۔ پھر اب کہیے کہ یہ جوشِ حقانیت نہیں تو کیا ہے۔

قولہ ۵۰ مگر بعد دعویٰ نبوت کے چند برس کی تکلیف مناسب کیجئے ہم انھیں اتنا بڑا و شاہ عرب کا دیکھتے ہیں کہ اُنکے آبا و اجداد میں کبھی کوئی نہیں ہوا پس ہم پوچھتے ہیں کہ اس دعویٰ نبوت کے سبب سے نقصان اٹھایا یا فائدہ۔

اقول۔ ہم اہل انصاف سے خواستگار ہیں کہ اس معترض سے دریافت کریں کہ اس بڑی بادشاہت میں انھوں نے کون سا محل بنوایا اور کون سے کھانے پینے کا عیش برپا اور کیا جائداد اور مال متاع اپنے وارثوں کو چھوڑ گئے صاحبو محل کا یہ حال ہے کہ ایک ٹوٹے حجرے میں آپ ہا کرتے تھے پیوند لگائے کپڑے پہنتے تھے کبھی پیٹ بھر کھانا نہ کھاتے تھے گھر میں چراغ کیلئے تیل تک نہیں ہوتا تھا صاحبو حضرت نے مدینہ جا کر یہ بادشاہت کی اور یہ فائدہ اٹھایا کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ جب خدیجہؓ سے آنحضرت کا نکاح ہو گیا ہے تو آپ کو ان تکالیف اور تنگی معاش کا وہم و گمان تھا جو مدینہ میں ہوئی ہرگز نہیں اور سنیے اسکے علاوہ طرہ یہ ہوا کہ جب انتقال فرمانے لگے تو کمند

کہ ہم انبیاء کے گروہ میں سے ہیں نہ ہم کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کسی کو وارث چھوڑتے ہیں لیجئے وہ تمام بادشاہت ختم ہو گئی اب کہیے کہ وہ ملک و سلطنت کسے لئے تھی بھلا کوئی شخص تمام عالم میں ایک بھی ایسی نظیر بنا سکتا ہے جسے ایسی دشواریوں سے سلطنت حاصل کی ہو اور باوجود محبت اولاد اور اہل و عیال کے کسی کو وارث نہ قرار دیا ہو۔ اور بالفرض اگر حضرت مدینہ میں آکر بادشاہ ہو گئے اور عیش بھی کئے تو بھی سراسر نقصان اٹھایا کیونکہ اگر قریش کی اُس بیچاریت کی رُس منظور کر لیتے جب کا ذکر تعلق ۱۲ کے جواب میں گزرا تو بلا تردید اور بغیر کلفت عرب کے علاوہ دور دور کے بادشاہ ہو گئے ہوتے پھر آپ نے یہ کلفت اور سخت مصیبتیں کیوں اٹھائیں اور وہ بڑی بادشاہت جو عرب کے اتفاق سے حاصل ہو سکتی تھی کیوں اپنے اختیار نہ کی اب کہیے کہ دعویٰ نبوت سے فائدہ ہوا یا نقصان ناظرین انصاف کریں کہ پادری صاحب کیسے مغالطے دیتے ہیں۔

چوتھی بات

قولہ صفحہ ۷ پھر منشی صاحب کہتے ہیں کہ حضرت نے یہ تکلیف کیوں اٹھائی تقدیر فائدہ تو اس وقت نظر نہ آتا تھا۔ جواب اول تو اس میں کلام ہے کہ کوئی بیحد تکلیف اٹھائی ہاں شروع میں کچھ تکلیف اٹھائی کہ شہر کے لوگ دشمن ہو گئے تھے جیسے اس وقت نئے عیسائیوں کے ہو جاتے ہیں اقول معلوم نہیں کہ پادری صاحب نے یہ بیحد تکلیف کس چیز کا نام رکھا ہے کیا جان جانے کا نام بیحد تکلیف ہے مگر ظاہر ہے کہ بعض وقت روحانی تکالیف جان جانے سے زیادہ صدمہ دہوتی ہیں پھر تیرہ برس کے عرصہ میں کیا کچھ نہ صدمات روحانی اپنے اٹھائے تھے۔ مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ وَاللّٰهُ يَصْمَحُكَ مِنَ النَّاسِ یعنی اللہ تجھے بچا لے گا لوگوں سے اسلئے آپ کی جان محفوظ رہی اور بعض مبین کی قدر حمایت بھی کرتے رہے اب ناظرین مجھ کو تکالیف کا بھی حال سن لیں اور تفصیل منظور ہو تو کتب تواضع وغیرہ ملاحظہ کریں۔

(۱) مدارج النبوة میں ہے کہ کفار قریش کا یہ حال تھا کہ کوئی تو حضرت کے سر پر ٹی ڈالتا تھا

کوئی راہ میں کانٹے رکھ دیتا تھا اور جب باہر نکلتے تو پتھر مارتا تھا دروازے میں خون ڈال جایا کرتے تھے۔ کیفیت برسوں تک رہی خیال کرنے کا مقام ہے کہ کیسی عافیت تنگ ہو گئی۔

(۲) ایک مرتبہ آنحضرت سجدہ میں خدا کی عظمت بیان کر رہے تھے کہ ایک کافر نے آکر ایسا گلا دیا کہ قریب تھا کہ آپ کی آنکھیں نکل پڑیں۔

(۳) ایک بار حضرت کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے آنحضرت ہی کا کپڑا لیکر آپ کی گردن میں ڈال کر اس زور سے گل بھندا دیا اور گلا گھونٹا کہ آنحضرت کا دم بالکل رکیا اور قریب تھا کہ دم نکل جائے مگر حضرت ابو بکرؓ نے آکر اس شقی کے بازو پکڑے اور اسکو دفع کیا اور کہا کہ کیا تم ایسے شخص کو مارتے ہو جو اللہ کو اپنا پروردگار کہتا ہے۔

مقام غور ہے کہ جب قریش کی عداوت کا یہ حال تھا کہ جان کے خواہاں تھے (دیکھو اسی واقعہ میں اگر حفاظت خدا نہ ہوتی اور ابو بکرؓ نہ آجاتے تو اس شقی نے مار ڈالنے میں کیا کسر کھی تھی) تو ایسی حالت میں مخالفت کر کے کیا امید ترقی کی ہو سکتی ہے یہ امور تو اس بات کی کامل شہادت دیتے ہیں کہ آنحضرتؐ کو اپنے دعوے سے دنیاوی ترقی منظور نہ تھی ورنہ قریش سے ایسی مخالفت ہرگز نہ کرتے۔

(۴) ایک مرتبہ رسول اللہؐ سجدہ میں خدا کی تسبیح کر رہے تھے اور آپ کے گرد چند آدمی قریش کے بیٹھے تھے ان میں سے عقبہ بن معیط اٹھا اور اوجھڑی پھوٹی لیکر حضرت کی پشت پر رکھ دی حضرت سجدہ میں پڑے رہے یہاں تک کہ آپ کی صاحبزادی تشریف لائیں اور انھوں نے پیٹھ پر اٹا

(۵) ابو الفدا اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ جب حضرت خدیجہؓ اور ابو طالبؓ انتقال ہو گیا تو حضرت پر پے در پے مصیبتیں پڑنے لگیں اور قریش نے آپ کو سخت تکلیفیں دیں خصوصاً ابو لہبؓ اور حکم بن العاص اور عقبہ نے کیونکہ یہ حضرت کے پڑوسی تھے اکثر نماز پڑھنے کی حالت میں اور کھانے میں غلاظت ڈال دیا کرتے تھے۔

(۶) ابن ہشام روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے

راہ میں جو قریش ملا اسنے حضرت کو جھٹلایا اور بہت کچھ تکلیف پہنچائی یہاں تک کہ مجبور ہو کر حضرت گھروٹ آئے اور ایذا رسانی کی تکلیف سے آپ نے کبیل اور ھلایا (ظاہر ہے کہ جب انسان کے جسم پر نہایت صدمہ پہنچتا ہے اور چوٹ کی وجہ سے میتاب ہو جاتا ہے تو اس کا دل لرزنے لگتا ہے۔ اور ایک قسم کی سردی معلوم ہونے لگتی ہے۔) اس سے معلوم ہوا کہ اُس وقت حضرت کو نہایت ہی تکلیف پہنچائی گئی تھی کہ آپ نے مکر کبیل اور ھلایا۔

(۷) ابن ہشام وغیرہ لکھتے ہیں کہ موسم حج میں جہاں لوگوں کا مجمع ہوتا تھا حضرت تشریف لجاتے تھے اور وعظ و پند کر کے لوگوں کو خدا کی راہ کی طرف بلاتے تھے اور ابولہب کو چونکہ سخت عداوت تھی وہ اکثر ایسے موقع میں موجود ہوتا تھا اور آنحضرت کے پیچھے سے پھر مارا کرتا تھا یہاں تک کہ بعض مرتبہ آپ کے ٹخنے اور قدم زخمی ہو گئے اور اُسے خون بہنے لگا قیقمہ وضہ الاحباب میں بھی ہے۔

(۸) ایک روز قریش کعبہ کے گوشہ میں بیٹھے تھے اتنے میں حضرت کا ذکر آیا کہنے لگے کہ ہم نے اسکی بات پر بہت صبر کیا یہ ہمارے باپ اور نوکر برا کہتا ہے ہمارے دین کو عیب لگا تا ہے ہمارے عقلمند و نوکر بیوقوف بتاتا ہے اتنے میں حضرت بھی تشریف لائے اور بیت اللہ کے طواف میں مشغول ہوئے جب طواف کرتے ہوئے حضرت قریش کی طرف جاتے تھے تو قریش سخت کلمات کہتے تھے حضرت نے ایک بار جواب دیا کہ قسم خدا کی میں تمہیں ذبح کرنے آیا ہوں یعنی اگر تم میری بات کو نہ مانو گے تو خدا تمہیں ہلاکت ابدی نصیب کرے گا اُس وقت کچھ عیبیت اُنکو ایسی سمائی کہ حضرت کی خوشامد سی کرنے لگے حضرت طواف خانہ کعبہ یعنی نماز ابراہیمی پوری کر کے گھر تشریف لائے دوسرے روز وہ قریش پھر جمع ہوئے اور روز گذشتہ کے سکوت پر پچھتائے اتنے میں حضرت بھی تشریف لائے قریش دیکھتے ہی سب کے سب یکبارگی حضرت کے سر پر آچڑھے اور کہنے لگے کہ تو ہی ہکو ایسا ایسا کہتا ہے حضرت نے کہا ہاں میں نے کہا ہے اور اب بھی کہتا ہوں ایک شخص نے حضرت کی چادر کا کونا لیکر حضرت کے گل پھندا دے دیا یہاں تک کہ حضرت کا دم گھٹنے لگا حضرت ابوبکرؓ فریاد کرنے لگے اور کہتے تھے کہ کیا تم قتل کرتے ہو ایسے شخص کو جو اللہ کو اپنا پروردگار

کہتا ہوں اور تمھارے پاس معجزات لایا ہے۔ قریش رسول اللہ کو چھوڑ کر اُنکے پیچھے پڑ گئے اور طوارطی بکر کو
 اُنکو مارنے لگے پادری صاحب تلخ محمدی کے صفحہ یامیں لکھتے ہیں کہ قریش نے ابو بکر کو ایسا جو بیویوں
 سے مارا کہ بیہوش کر دیا اب میں دریافت کرتا ہوں کہ پادری صاحب جو کہتے ہیں کہ کچھ عیسائی تکلیف
 نہیں اٹھائی تھوڑی سی تکلیف اٹھائی جیسی اسوقت کے نئے عیسائیوں کو ہوتی ہے اب وہ فرمائیں
 کہ وہ بھی نئے عیسائی ہیں کتنی مرتبہ اُنکے پیروں خون بہا ہے اور کب اُنکے مخالفین نے مارے
 جو توں کے اُنھیں بیہوش کر دیا ہے اور کتنے مرتبہ اُنکے گرجا اور کھانے میں غلاظت ڈالی گئی ہے
 انھیں برسوں انوع انواع کی تکالیف کفار عرب دیتے رہے جب کچھ کہ ان باتوں سے باز نہیں
 آتے تو سب نے ملکر مشورہ کیا کہ ان سے اور حسب قدر اُنکے ساتھی اور معاون و مددگار ہیں سب
 راہ و رسم قطع کر دو اور کسی طرح کی صلہ رنجی اُن سے نہ کرو نہ باہم لین دین کیا جائے نہ بیاہ نکاح ہو
 یہاں تک کہ بول چال بھی بند کر دی جائے اس مضمون کا ایک عہد نامہ لکھا گیا اور اُسے اطلس
 میں پھیٹ کر اُسپر موم لگا دیا گیا اور سب کی مہرین اُسپر ہو گئیں اور عہد کی مضبوطی کے لئے خانہ کعبہ
 میں لٹکا دیا گیا جب ابو طالب نے یہ سنا تو اپنے قبیلہ کو لیکر ایک گھاٹی میں جا بیٹھے تاکہ ان کے
 شر سے محفوظ رہیں تین برس تک حضرت مع تمام اپنے ہمراہیوں کے اس گھاٹی میں مقید رہے
 اس عرصے میں ہر طرح کی ایذا اٹھائی کسی کی مجال نہ تھی کہ برسر اعلان دانہ پانی اُس گھاٹی میں
 لیجائے یا اُسکے اندر سے باہر آئے اگر اتفاقاً کسی ضرورت سے کوئی باہر نکل آیا اور اُنھوں
 نے دیکھ لیا تو اُس بیچارے کی کعبہ جی آجاتی تھی موسم حج میں جو وہ باہر نکلتے تو اہل مکہ صبح تڑکے
 اُن کی خبر لینے کو پہنچتے پھر اُنھیں کی تاک میں رہتے یہاں تک کہ کھانا بھی بازار ہی میں کھاتے
 اور جو وقت اُنھیں کوئی ملجاتا اسے خوب ہی ایذا دیتے جب اس قید خانہ میں اہل اسلام وغیرہ
 کا تنگ حال ہو گیا اور نہایت کو تکلیف پہنچ گئی اسوقت قدرت خدا نے اپنے نبی کی حمایت

۱۱۰ دین کے کام میں اہل اللہ کو بینہ اس قسم کی تکلیفیں اور دقتیں پہنچا کر تے ہیں اور طہرین ایسی باتوں پر غصہ کیا کرتے ہیں
 چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام کو وقت صلیب دینے کے کفار نے بہت کچھ دقتیں دی تھیں یہاں تک کہ کوڑے مارے پھر لگائے
 اور نہ پرہیز کا وغیرہ دیکھو یوحنا ۱۹ باب ۱۲

اس طرح فرمائی کہ اُس عہد نامے کو لکھا گیا اور بجز نام خدا کے کہ اُس کے شروع میں لکھا ہوا تھا اور کوئی حرف باقی نہ رہا اور آنحضرتؐ کو الامام ربانی سے اُسکی خبر ہوئی حضرت نے ابوطالب سے کہا ابوطالب اپنے تمام قبیلے کو لیکر قریش کے پاس آئے اور کہا کہ ہم تمہارے پاس ایک کام کو آئے ہیں تمہیں چاہئے کہ عدل وانصاف سے پیش آؤ اس بات پر اُس وقت قریش راضی ہوئے ابوطالب نے اُن سے کہا کہ محمدؐ نے مجھے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کھڑا بھیجا کہ اُس نے تمہارے عہد نامے کو سونا نام خدا کے بالکل کھالیا ہوا اور اسے قریش میں نے آج تک اُن سے کبھی جھوٹ نہیں سنا ہے (مقام انصاف ہے کہ ابوطالب کے اس قول سے کہیں سچائی آنحضرتؐ کی ثابت ہوتی ہے باوجودیکہ حضرت یحییٰ سے اُن کے سامنے پچاس برس کے قریب ہونے آئے مگر ایک جھوٹ بھی انہوں نے حضرت کا نہیں سنا) اب تم اُس عہد نامے کو منگواؤ اور دیکھو اگر محمدؐ کا کہنا سچ ہے تو خدا سے ڈرو اور اپنے اس بڑے عہد سے باز آؤ اور اگر جھوٹ ہے تو میں اُن کو تمہارے حوالے کر دوں گا پھر تمہیں اختیار ہے جو چاہنا سو کرنا سب سے اس بات کو پسند کیا اور اُس عہد نامے کو منگوا یا اور کھول کر دیکھا تو واقع میں یہی پایا جیسا آنحضرتؐ نے فرمایا تھا جب ابوطالب نے انہیں ملامت کی اور وہ سب کے سب رنڈ ہو کر چپ ہو رہے (مگر شقاوت ازلی اور غنا قلبی کی وجہ سے ایمان نہ لائے) اسکے بعد آنحضرتؐ اُس قید خانہ سے باہر آئے اور کچھ کم تو میٹے تک آپ عافیت سے رہے اسکے بعد ابوطالب کا انتقال ہو گیا پھر تو قریش نے نہایت ہی تکلیف دینا شروع کی یہاں تک کہ ابولہب جو بہت بڑا دشمن تھا اُسکو بھی رحم آگیا اور حضرت کی حمایت کرنے لگا مگر بہت تھوڑے روز اُسے حمایت کی بھر اوبھل اور عقبہ نے اُسے بہکا دیا اور بدستور وہ بھی دشمن ہو گیا یہ مختصر کیفیت آنحضرتؐ کی تکلیف کی بیان کی گئی اور جو کچھ تکالیف آپ کے تابعداروں کو ہوئی ہیں اُس کے سننے سے تو کلیجہ منہ کو آتا ہے خدا کی پناہ قریش نے کیسا کیسا ظلم کیا ہوا اُس کو بہتان اور ریگستان میں دوپہر کے وقت گرمی میں پتھروں پر دھوپ میں لٹانا اور وہ

گرم گرم پتھر ان کے سینے پر رکھنا اور تیل گرم کر کے عورتوں کے مقام خاص میں ڈالنا کیا کیا بیان کروں دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے اب ناظرین انصاف فرمائیں کہ بایں ہمہ پادری صاحب فرماتے ہیں کہ کوئی یہ تکلیف اٹھائی اس حق پوشی کا کچھ ٹھکانا ہے۔
 قولہ صلا پھر دیکھو کہ باعث تکلیف اٹھانے کا کیا تھا یہ کہ بُت پرستی سے منع کرتے تھے اور بُت پرستی سے منع کرنا نبوت ہی پر منحصر نہیں ہے۔

اقول احمد لہذا یہاں تو حق بات زبان سے نکل گئی شاید بھول گئے واقعی سچ یہی ہے کہ حضرت کے تکلیف اٹھانے کا باعث بھی تھا کہ بُت پرستی سے منع کرتے تھے اور اُس حدۃ لاشریک کی خالص توحید پھیلایا چاہتے تھے اگر امید تھی تو یہی تھی کہ دین حق شائع ہو بُت پرستی کی جرّ کٹ جائے تشکیث کا نام مٹ جائے نہ بادشاہت کا خیال تھا نہ جاہ کی خواہش تھی اگر کوئی عناد کیے ہوئے دل کے جلے پھیمو لے توڑے اور اپنے خیالی پُلاؤ پکائے تو اُس سے امر حق باطل نہیں ہوتا باقی یہ کہنا کہ بُت پرستی سے منع کرنا نبوت ہی پر منحصر نہیں ہے بالفرض مانا مگر یہ فرمائیے کہ نبوت پر کیا امر منحصر ہے جنکو آپ نبی مانتے ہیں انہیں کوئی ایسی بات بتائیے جو نبوت پر منحصر ہو کیا کرشمہ دکھانا نبوت پر منحصر ہے پھر کیا انجیل میں نہیں لکھا ہے کہ بہت سے جھوٹے نبی آئیں گے اور بڑے بڑے معجزے دکھائیں گے کیا بھوت پلٹ کو نکالنا یا بیمار کو اچھا کرنا نبوت پر منحصر ہے دیکھو اس وقت تک بہت تعویذ اور گنڈے والے بھوتوں کو نکالتے ہیں بہت فقیر و کان لگا کر بیٹھتے ہیں اور بیمار آتے ہیں اور جہاں انھوں نے خاک کی چٹکی دی یا دم کیا اور وہ چنگے ہوئے کوئی کہتا ہے کہ میرا بیس برس کا دمہ ایک ذرا سی خاک کی چٹکی سے جاتا رہا کوئی کہتا ہے کہ میرا بدن بگڑ گیا تھا فقیر صاحب نے اپنا جھوٹا پانی دیا وہ بدن پر لگاتے ہی بدن صاف ہو گیا ان کے مریدوں سے سنئے کیسی لمبی چوڑی ہاتھ تھے ہیں جسکی نہایت نہیں پھر کیا تعلیم عمدہ نبوت پر منحصر ہے ہم دریافت کرتے ہیں کہ وہ کوئی تعلیم عمدہ انجیل میں ہے جو اور کتابوں میں نہیں ہے البتہ اگر خدا کو ایک کمترین ماننا اور تین کو ایک کہنا عمدہ تعلیم ہے اور خدا کو ایک جسم میں مقید

خیال کرنا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ ذات پاک اپنے بندوں کو کسی طرح نجات نہ دے سکی کج خیال کے کہ خود اُن کے گناہوں کے عوصن جہنم میں جائے اور طرح طرح کی ذلتیں اور تکلیفیں اُٹھائے اگر پادری صاحب کے نزدیک یہی تسلیم نبوت پر منحصر ہے تو بیشک آپ کی کتاب اور آپ کے نبی (جس کا وجود پادری صاحب کے خیال سے باہر نہیں ہے) بے نظیر ہیں مگر ہم ایسی کتاب اور ایسے نبی کو نہیں ماننا چاہتے ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ راہ سیدھی جہنم کو گئی ہے جہاں ہمیشہ رونا اور دانت پیسنا ہے۔ نہیں معلوم کہ یہ تثلیث کے ماننے والے اور خدا کو جہنم میں ڈالنے والے ہنود کا کیا تصور بتاتے ہیں وہ بھی کرشن جی کو اور رام جی کو اوتار کہتے ہیں اور جو کچھ اُنھوں نے کام کئے ہیں اول تو ذی علم اُن میں اُن روایتوں کو تسلیم نہیں کرتے اور جو تسلیم کرتے ہیں وہ اُن افعال کو از قبیل اسرار بتاتے ہیں جیسے آپ تثلیث اور کفارے کو اسرار کہتے ہیں کوئی فرق بتائیے اسکے بعد جو آپ نے صفحہ ۷۷ میں اپنے عندیے جہائے ہیں اور خیالی پلاؤ پکائے ہیں اُن کا جواب بھی سن لیجئے۔

قولہ۔ دنیا کی طرف سے بھی روزگار کی تنگی ہے۔

اقول۔ یہ محض جھوٹا ہی حضرت خدیجہ کے مال سے آنحضرت کو خوب فائدہ البالی تھی۔

قولہ۔ بہتر ہے کہ خدا کی وحدت کو خوب پکڑوں۔

اقول۔ یہ صحیح ہے اور ہر نبی کو اول یہ خیال لازم ہے کہ تثلیث یا تریج کا اعتقاد۔

قولہ۔ اور عبادت بھی اپنی مرضی کے موافق کروں۔

اقول۔ عقل سلیم بے تردد یہ کہتی ہے کہ جب ایسی ظلمت کے وقت میں نبی مبعوث ہو کہ چاروں طرف گمراہی کی گھٹا محیط ہو اور اُن سے لیکر اعلیٰ تک سچی راہ سے بھٹک گئے ہوں تو ضرور ہے کہ وہ نہایت سچائی اور جوش دلی سے خدا کی عبادت کا وہی طریقہ اختیار کریگا جو اُس کے پاک دل میں جوش مارتا ہوگا جب تک پیغام الہی اسکے پاس نہیں آیا اور عالم میں تاریکی چھائی ہوئی ہے کوئی ہاوی نہیں ہے تو بحر اسکے اور کوئی طریقہ نہیں ہے کہ بے لوث

ہو کر اُسی رہبر کا اتباع کرے جو اللہ نے ہر ایک انسان میں رکھا ہے ایسی حالت میں نہایت نیک نیتی اور کمال خوبی ہی ہے اور بس۔

قولہ۔ جب اس مرتبہ خیال کیا تو اُس روح نے جو سب کے درپے ہی اپنی تاثیر کیلئے اچھا موقع پایا آخر۔

اقول۔ چنانچہ اُسی روح نے پولوس وغیرہ میں خوب ہی اپنا اثر دکھایا اور انکو دعوتِ نبوت پر جمایا۔ صاحبِ جو کہیں ایسے خیالات اور توہمات سے کسی کی شان میں حصہ لگ سکتا ہی۔ انصاف کرو کہ کون ایسا شخص مقدس گزرا ہے جسکی نسبت یہ توہمات نہیں ہو سکتے ہر ملحد بیدین انبیاء کی شان میں ایسی باتیں بنا سکتا ہے جیسی پادری صاحب نے صفحہ ۷۷ میں کی ہیں پادری صاحب کے بقول جنہوں نے خدائی کا دعویٰ کیا باوجودیکہ سر ٹیکے کو جگہ نہ تھی اُن کی نسبت ایسے کلمات کہنے کو کون امر مانع ہے ذرا پادری صاحب گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں اور اپنا اسحاق بن ظاہر نہ کریں اسکے بعد پانی پتی صاحب غیرت مندی کی تقسیم کرتے ہیں مگر وہ اُس وقت قابلِ سحاط ہوتی کہ ہر ایک قسم کی شناخت بیان کرتے صرف دعویٰ کرنا کہ فلاں میں اس طرح کی غیرت مندی ہے اور فلاں میں اس طرح کی محض فضول ہے۔

قولہ مہم محمد صاحب میں اگرچہ خدا کیلئے ایک غیرت مندی ہم دیکھتے ہیں مگر ہمیں پاکیزگی اور دین کی روشنی ہم نہیں دیکھتے۔

اقول۔ حضرت کے دل کی پاکیزگی اور دین کی روشنی تو ایسی آفتاب کے مانند چمکتی ہے کہ سب کو جو بڑے بڑے روشن دماغ عیسائی ہیں اُن کی آنکھیں اُسکی جگہ گاہٹ سے چونہ کھلی جاتی ہیں مگر جس کا دل و دماغ طمع اور تعصب کی سخت بدبو سے فاسد ہو گیا ہو اور عداوت کی وجہ سے چشمِ انصاف میں نہ رکھتا ہو وہ کسی مقدس ذات کی پاکیزگی اور نورانی شے کی روشنی کو کیونکر دریافت کر سکیگا۔ مگر اس فاسد دماغ اور کور باطن کے دریافت نہ کرنے سے اُس کی پاکیزگی اور روشنی چھپ نہیں سکتی۔ گرنہ بید روزِ شہرہ چشم چشمہ آفتابِ را چہ گناہ مولوی صاحب نے لکھا تھا کہ جب اس ضابطہ فطرت اور قاعدہ قدرت کے مطابق جس میں

ہر ایک شخص کو اپنے دفع ضرر اور دفع ایزد کا اختیار ہے آنحضرت کو اپنے دشمنوں پر غلبہ ہوا تب بھی وہ اُسی سوال پر قائم رہے اور نفسانی آرزوئیں اور دنیاوی خواہشوں نے اُن میں اثر نہ کیا۔ پادری صاحب اسکے جواب میں صفحہ ۷۹ و ۸۰ میں لکھتے ہیں کہ بیشک ان باتوں سے الگ رہے تاکہ لوگ متعقد رہیں اور سلطنت قائم رہے مگر دینداری کے پیرایہ میں آئیں اوتار کر نفسانی خواہشوں کو خوب پورا کیا اور جہاں تک قابو چلا ایک بھی دشمن نہ چھوڑا اور لوگوں کی عورتیں پکڑ پکڑ کر استعمال میں لائے اتنے محصلہ میں کہتا ہوں صاحب ایسی آنکھ بند نہ کیجئے اور کی شومی کے لئے اپنی تاک کٹنا اچھا نہیں۔ جو حضرت مسیح پر ایمان نہیں رکھتے وہ عورتوں کی محبت کرنے اور بیش قیمت عطر سر پر بہانے اور کمال محبت میں مال کے ضائع کرنے کی نسبت ایسا ہی کچھ کہتے ہیں۔ کیا آپ نے انجیل میں عورتوں کا فریضہ ہونا حضرت مسیح پر اور حضرت مسیح کا انھیں عطر ملنے کی اور اپنے بالوں سے پوچھنے کی اجازت دینا ملاحظہ نہیں کیا (دیکھو متی کا باب ۲۶ وغیرہ) کیا آپ نے یوحنا کا باب ۱۲ میں دیکھا کہ حضرت مسیح مرتبہ کو اور اُس کی بہن اور العذر کو پیار کرتا تھا کیا آپ کو نہیں معلوم کہ بہت سی عورتیں مسیح کے ہمراہ رہتی تھیں اور اپنا مال انہیں خرچ کرتی تھیں لوقا کا باب ۱۰ درس ۱ سے ۳ تک اور متی کے باب ۲۶ درس ۵ و ۶ دیکھئے۔ اب ذرا گریبان میں منہ ڈال کر غور کیجئے کہ اس مقام پر آپ کی سی طینت والا کس قدر بدگمانیاں کر سکتا ہے۔ پھر کیا آپ نے توریت نہیں دیکھی جسکے حضرت مسیح بھی پابند تھے کہ حضرت موسیٰ نے کس قدر دشمنوں کو تباہ کیا کہ بال بچے تک نہ چھوڑے اور حکم دیا کہ خوبصورت اور بارہ عورتیں اور کنواری لڑکیاں استعمال کے لئے رہنے دیجائیں اور باقی عورتیں قتل کی جائیں (دیکھو استثنا کا باب ۱۰ وغیرہ اور گنتی کا باب ۳) اگر ایسا حکم خواہش نفسانی کے لئے آئیں اُتارنا ہے تو حضرت موسیٰ وغیرہ نے بہت زیادہ اُتاری ہیں پہلے اُن کی نبوت کو سلام کر لیجئے۔ حضرت مسیح چونکہ توریت کے پابند تھے جیسا کہ اُن کے قول اور فعل و دوا میں سے ثابت ہے حکم مذکورہ کے بھی پابند ہوں گے مگر اسوجہ سے کہ سامانِ مہیا نہ ہوا تھا سکوت

کرتے تھے اور صبر و تحمل کی تعلیم دیتے تھے وہ جانتے تھے کہ ہمارے معتقد ضعیف الاعتقاد والہ لکھی ہیں ان سے کچھ نہیں ہونے کیونکہ تمام معتقدین میں بارہ منتخب تھے اُن کا حال سینے کہ ایک تو صرف تیس روپیہ کے لالچ سے مرتد ہو گیا اس سے بڑھ کر اور کیا لالچ ہو گا اور جس بچ پکڑے گئے تو سب رو پکڑ ہو گئے ایک کا بھی پتہ نہ لگا بڑے خاص الخاص حواری مقرب باریگاہ پطرس علیہ السلام کا حال دیکھیے کہ ذرا سے خوف میں مسیح کا انکار کر دیا پھر ایک مرتبہ نہیں لکڑ اور پھر انکار ہی پر کفایت نہ کی آخر میں اُن پر لعنت بھی کر دی وی (دیکھو متی باب ۲۶ ورس ۶۹-۷۴) پھر جب خواص کا یہ حال تھا تو اور معتقدین کا کیا ذکر ہے بھلا ایسی صورت میں کیونکر جہاد کا حکم دیتے اور کس طرح صبر و تحمل کا امر نہ کرتے یہ تو پادری صاحب کے بیہودہ الزام کا الزامی جواب تھا اب جواب تحقیقی بھی سن لیجئے۔

جواب تحقیقی یہ ہے کہ حضرت نے دینداری کے پیرایہ میں کوئی آیت موافق خواہش نفسانی کے نہیں اُتاری اور نہ امت کے لئے دروازہ کشادہ کیا یہ محض نامعاقبت اندیشوں اور معاندوں کی گھڑت ہے کیونکہ حسبِ طرف پادری صاحب اشارہ کرتے ہیں وہ یہ کہ حضرت نے امت کیلئے چار نکاح جائز رکھے اور اپنے لئے یہ حد بھی قائم نہ رکھی بلکہ اس سے تجاوز کر کے نو نکاح یا زائد کئے اب اسکی حقیقت سنئے عرب میں کثرتِ زوج کا بہت رواج تھا اور اسکے لئے کوئی حد اور کوئی قید نہ تھی اور یہ کثرت ازدواج کچھ عرب ہی سے مخصوص نہ تھی بلکہ اور قوموں میں بھی تھا یہاں تک کہ انبیاء بنی اسرائیل نے بھی کوئی بندش اسکی نہیں کی بلکہ اکثر انبیاء نے متعدد بیبیاں کیں یہاں تک کہ حضرت سلیمان کے سات سو بیبیاں اور تین سو حرم تھیں (دیکھو اول سلاطین باب ۳) البتہ یہ خرابی عرب میں اندھوں کی تھی کہ عورتوں کو نہایت تکلیف دیا کرتے تھے نہ اُن کی خبر لیتے تھے نہ چھوڑی دیتے تھے عرب کے اُس نا خدا نے جس نے ایک عالم کا بیڑا پار لگایا اور ورطہ ضلالت سے نکال کر ماحصلِ نجات پر لایا عورتوں کی حالت پر رحم کر کے وہ عمدہ قوانین جاری کئے جو کسی نبی نے نہیں کئے تھے

اقل تو اُس کثرت میں قلت کی اور ایک غیر محدود امر کو چار میں محدود کیا مگر اس حد کو بھی ایسی سخت قید سے مقید کر دیا کہ اس کثرت کا وجود بہت ہی کم پایا جائے اور جب قدر پایا جائے اُس میں کوئی امر خلافت انصاف نہ یعنی یوں فرمایا کہ اگر تم عدل کر سکو اور ہر نبی کو یکساں رکھو تب تو چار تک کی اجازت ہے ورنہ ایک سے زیادہ جائز نہیں حاصل یہ ہوا کہ وہ کشادہ دروازہ جو اُس جاہل قوم میں جاری تھا بلکہ انبیاء سابق کے عہد میں بھی جاری رہا اور خود انبیاء نے بھی ہزار ہزار عورتیں کیں اُنہوں نے اس باب کو بند نہ کیا اُس ختم المرسلین نے اگر بند کر دیا خدائے اس حکم کی تکمیل بھی شریعت محمدیہ کے حصے میں رکھی تھی ہاں اگر کوئی یہ کہے کہ اگرچہ اُس سجد کثرت میں کمی کر دی اور اُس کمی کے ساتھ بھی شرطیں اور قیدیں لگا دیں مگر پھر بھی یہ عقد اس ناجائز امر کو جائز رکھا اسکا مختصر جواب یہ ہے کہ مطلقاً تعدد ازواج عقلاً و نقلاً کسی طرح منع نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے مرد میں قوت بہ نسبت عورت کے زیادہ رکھی ہے یہ فطرتی امر بھی اسی کا مقتضی ہے کہ مرد کو ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت دی جائے زیادہ تفصیل اسکی ہمتے نیاز نامہ کے جواب میں کی ہے یہاں لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب رہا یہ امر کہ آنحضرتؐ اس حکم کے پابند کیوں نہ رہے اُنہوں نے اپنے لئے دروازہ کیوں وسیع کر لیا اسکا جواب یہ ہے کہ یہ خیال بالکل غلط ہو کہ آنحضرتؐ نے اپنے لئے دروازہ وسیع کر لیا بلکہ جو شخص نظر انصاف اور غور سے دیکھیں گا وہ کہہ سکا کہ بہ نسبت امت کے آنحضرتؐ کے لئے زیادہ تنگی ہو گئی کیونکہ بعد اُن ازواج کے جو مستحبؓ عرب کے آپ کے نکاح میں آ گئی تھیں یہ آیت نازل ہوئی لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدِ وَ لَا أَنْ تَبْدَلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَ لَوَاجِبُكَ حُسْنُھُنَّ یعنی اب جائز نہیں ہے تیرے لئے کوئی عورت اور نہ یہ جائز ہے کہ انکی جگہ دوسری عورتوں کو بدل لے اگرچہ پسند آئے تجھے خوبی انکی مطلب یہ ہوا کہ جو عورتیں تمہارے نکاح میں آ چکیں وہ تو آچکیں اب علاوہ اُن کے اور کسی سے نکاح کرنا جائز نہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ ان سے کسی کو چھوڑ کر اُس کے

عوض دوسری سے نکاح کرو۔ اب ناظرین اس حکم کو ملاحظہ کریں کہ آنحضرتؐ نے اپنے شاگرد
 تنگی کی یا فراخی است کو گرچہ چارگی اجازت دی تھی مگر وہاں یہ قید نہیں کہ بعد ان کے حلال
 کے یا بصورت طلاق دیدینے کے اور کر لینا جائز نہیں بلکہ وہاں صرف چار عورتوں
 سے زیادہ کا ایک وقت میں جمع کرنا منع ہے اور آنحضرتؐ کیلئے وہی عورتیں مخصوص ہو گئیں
 جو پہلے سے تھیں بعد ان کے کسی حالت میں دوسری عورت سے نکاح جائز نہ رہا غور کرنا یہ مقام
 ہو کہ جو لوگ پابند خواہش نفسانی ہیں ان کے نفس کے حکم کی خلاف ورزی خواہش نفس کے مطابق
 یا میری کہ نہی نہی عورتیں بدلتا ہے جو صاحب آنحضرتؐ کی نسبت شہوت پرستی کا الزام دیتے
 ہیں اسوجہ سے کہ کئی بیبیاں آپ کی تھیں وہ اگر انصاف کیا چاہتے ہیں تو دو امر نہیں انھیں غور
 کرنا ضروری اول تو یہ کہ آنحضرتؐ نے پچیس برس کے سن میں حضرت خدیجہؓ سے نکاح
 کیا اسوقت ان کا سن چالیس برس کا تھا اور جب تک کہ آنحضرتؐ کا سن پچاس برس کا ہوا
 اسوقت تک صرف اسی ایک نکاح پر کفایت کی اور پھر وہ بھی ایسی عورت سے جو جو بنی
 بن سیدہ تھیں اب دیکھنا چاہئے کہ آنحضرتؐ نے عالم جوش جوانی میں جس ہر ایک شخص کی
 جمالی قوتیں حسب حیثیت زور و شور پر ہوتی ہیں اور ہر خواہش کو ایک اُمنگ ہوتی ہے
 صرف ایک بی بی بن رسیدہ پر قناعت کی اور کسی طرح کی خواہش ظاہر نہ کی حالانکہ عرب
 میں ایک سے زیادہ عورتیں کرنا کسی طرح معیوب نہ تھا اور جب آنحضرتؐ کا سن کمولت
 کو پہنچ گیا اور وہ جوش جوانی جاتا رہا اور وہ زمانہ آگیا جس ہر ایک قوت جسمانی کو ضعف ہو جاتا
 ہے یعنی پچاس سے آپ کا سن تجاوز کر گیا اسوقت آپ نے یہ چند نکاح کئے پھر اب کیسی نصف
 مزاج کی عقل میں آسکتا ہے کہ ایسی حالت میں کئی بیبیاں کرنا خواہش نفسانی اور شہوت پرستی کا
 باعث ہے بالفرض اگر اس سن میں کسی طرح کی خواہش تھی تو عالم جوانی میں بہت زیادہ ہونی چاہیے
 پھر ہم جب اس جوش کے عالم میں کسی طرح کا شائبہ شہوت پرستی کا نہیں پاتے تو اس سن میں کیونکر
 ہم ایسی بدگمانی کر سکتے ہیں بلکہ ہر عامل اس حالت کو دیکھ کر ہی کہیگا کہ آنحضرتؐ کا کئی بیبیاں

کرنا خواہش انسانی کے سبب ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ کسی دوسری غرض سے متاثرہ غرض یہ ہے
 کہ جب اسلام خوب پھیلنے لگا اور بہت سے مرد و عورتیں مسلمان ہو گئیں تو ضرور ہوا کہ اسلام کی
 باتیں سکھانے والے بھی زائد ہوں مردوں کیلئے مرد اور عورتوں کے لئے عورتیں تاکہ تبلیغ احکام
 الہی یا اچھی طرح انجام پادے ظاہر ہے کہ حسب طرح عورت عورت سے ہر ایک امر کی تہی و تدبیر
 کر سکتی ہے مرد سے ہرگز نہیں کر سکتی اسلئے ضرور تھا کہ آپ کی ہم صحبت عورتیں بھی ہو جائیں تاکہ
 وہ عورتوں کو احکام شرعی پہنچائیں اور یہ امر ممکن نہ تھا بغیر اسکے کہ آنحضرت متعدد نکاح کریں
 کیونکہ شریعت محمدیہ میں غیر عورت کا ہم صحبت رہنا جائز نہیں ہے البتہ شریعت عیسوی میں
 اسکا جواز معلوم ہوتا ہے چنانچہ متی کے باب ۲۷ ورس ۵۵ و ۶۰ میں ہے وہاں بہتری عورتیں
 جو جلیل سے یسوع کی پیرو ہوئے اُسکی خدمت کرنے آئی تھیں دوسرے دیکھتی تھیں مریم ماجلیہ
 اور یعقوب اور یوشی کی ماں مریم زبیدی کے بیٹوں کی ماں انھیں میں تھیں انتہا۔ اور لوقا کے
 باب ۸ ورس ۲ و ۳ میں ہے اولیٰ عورتیں جو بد روحوں اور بیماریوں سے چنگی ہوئی تھیں مریم
 جو مجدلیہ کہلاتی تھی جیسے سے سات دن و نکل گئے تھے اور یوحنا ہیرودیس کے دیوانہ کو زے کی
 جو روا اور سو سنہ اور بہتری اور جو اپنے مال سے اُسکی خدمت کرتی تھیں اسکے ساتھ گئیں
 اور یوحنا بابا ۱ ورس ۵ یسوع مرتہا کو لڑا سکی بہن اور العاذر کو پیار کرتا تھا انتہا۔ اور متی کے
 باب ۲۶ ورس ۶۔ ۸ جو وقت یسوع بیت عینا میں کوڑھی شمعون کے گھر میں تھا ایک عورت
 مرمر کے ڈبے میں بیش قیمت عطر اُسکے پاس لائی اور جو وقت وہ بیٹھا تھا اُسکے سر پر ڈالا تب تک
 مرمر دیکھ کر خفا ہوئے اور بولے یہ بجا خرچ کس لئے ہے عطر بہت قیمت کو بیچا جاتا انتہا۔ ان
 مقاموں سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ غیر عورتوں سے شریعت عیسوی میں خلا ملا درست ہے اور
 شاید اسی وجہ سے عیسائیوں کے یہاں پردہ نہیں ہے اور عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ عیسائیوں
 کی عورتیں بے تکلف اور بے روک ٹوک غیر مرد کے پاس خلوت اور جلوت میں جاتی ہیں
 جب شریعت عیسوی میں اس طرح کا خلط ملط غیر عورتوں سے جائز ہے تو وہاں تعدد نکاح کر نیکی

کیا حاجت ہے ہر ایک عورت تخلیہ میں کہ ہر ایک مرد دریافت کر سکتی ہے مگر اسکی وجہ سے جو کچھ فتنہ
متصور ہے وہ ظاہر ہے دوسرے یہ کہ فی نفسہ بیوی نہ کرنا کوئی عمدہ اور پارسائی کی بات نہیں ہے
دیکھو بہت سے مہنت اور گوشائیں نکاح نہیں کرتے اور اکثر دریا کناسے بیٹھے چین کرتے ہیں
ہزاروں مرد اور بیچین عورتیں انکی خدمت میں حاضر رہتی ہیں پھر کیا پادری صاحب نہیں
اُن انبیاء کرام پر ترجیح دینگے جنہوں نے کئی کئی بیویاں کی تھیں اور گشتائیوں کو جانے دیجئے
اپنے گھر کا حال سنیے پولوس مقدس کی ترغیب عیسائیوں کے مقدس فادروں اور یوڈیوں
نے بھی گشتائیوں کی روش اختیار کی تھی مگر جب جرجیس اکبر نے اپنا تالاب صاف کر لیا تو انہیں
بزرگ پادریوں کے مجبور ہونے کی کرامت یہ ظاہر ہوئی کہ چہ ہزار حرامی بچوں کی کھوپریاں
اُس میں سے نکلیں جو انہوں نے بغرض اخفائے زنا اُس تالاب میں ڈال دی تھیں اور معلوم نہیں
کہ زیر زمین کتنے ایسے سیگناہ دفن ہوئے ہونگے۔ اور رومن کا تھلک کے یہاں پادریوں نے مجبور
رہنے اور عورتوں کے فتنے ہونے کا دستور اب تک جاری ہے جب عورت فتن ہو جاتی ہے تو پھر
اُسکا نکاح نہیں ہوتا اور کوئی اُسکے پاس ظاہر اجائے نہیں پاتا بخیر ان فادروں کے جو مجبور
رہتے ہیں اور نکاح نہ کرنے کی وجہ سے مقدس گئے جاتے ہیں ان پارسا عورتوں کی کیفیت رسالہ
مستر نیوٹ اے کا نوٹ مولف میر یا مانک مطبوعہ فلاڈیلفیا میں دیکھنا چاہئے کہ کیا کیا پوشیدہ
کارروائیاں یہ پارسا عورتیں کرتی تھیں طرح مجبور ہونا یا صرف ایک بیوی کرنا پارسائی یا عالی مرتبہ
ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی اس طرح زیادہ بیویاں کرنا قابل الزام نہیں ہو سکتا دیکھو حضرت داؤد کے
سو بیویاں تھیں اور پھر بھی بہت سے اُن پیغمبروں سے افضل تھے جنکے ایک یا دو بیویاں تھیں چنانچہ
پادری صاحب بھی ہدایت المسلمین مطبوعہ مشاء کے صفحہ ۷۷ میں لکھتے ہیں: ”داؤد اُن سب لوگوں
میں انوار آتی کا مضبوط اور دائرہ عباد کا مرکز اور سلطنت اسرائیل کا پہلا مسیح ہے اور وہ اُس تاریکی کے
عمد کا قمر بھی ہے الخ“ اب میں اہل انصاف کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ ذرا پادری صاحب کے
تعصب کو ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت سرور انبیاء محمد مصطفیٰ تو نبی بیاں کر نیسے (نور و بادشہ)

شہوت پرست ہو جائیں اور حضرت داؤدؑ باوجود سو بیویاں کرنے کے مضبوط النوار لقی اور دائرہ
عبادت کے مرکز ٹھہریں افسوس ان کے عناد پر اب پادری صاحب کے تعصب اور عناد کی
اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی اور لطف یہ ہے کہ تعداد زواج کی نہی نہ تو ریت میں ہو نہ نخل
میں۔ (چنانچہ پیغام محمدیؐ میں اس کی تفصیل بخوبی کی گئی ہے) پھر زیادہ بیوی کر نیکو پادری صاحب
شہوت پرستی کس وجہ سے کہتے ہیں کیا خدا نے شہوت پرستی کو جائز رکھا اور کسی نبی کی معرفت
اسکی بُرائی ظاہر نہ کی غرض جو کچھ الزام پادری صاحب حضرت سرور انبیاء پر لگاتے ہیں وہ
الزام حقیقت میں خدا پر ہے آنحضرتؐ نے وہی کام کیا جو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یعقوب
اور حضرت جبرائیلؑ اور حضرت داؤدؑ نے کیا تھا اور دشمن پر تلوار چلانے کا حال یہ ہی کہ جب عرب
کے اُن بھیموں اور ظالموں نے تیرہ برس تک مکہ میں ناک میں دم کیا اور ایذا رسانی کا
کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا جب بھجوری گھر بار چھوڑ کر وہاں سے نکل گئے تب بھی وہ ظالم باز نہ
آئے اور یہ پیش بندی کی کہ اگر یہ لوگ مدینہ میں آرام و راحت سے رہینگے تو انجام کار ہمسے بدلہ
لینگے اسلئے وہاں بھی ان کو نہ بیٹھنے دوسوا اسکے جو مسلمان مدینہ نہ جاسکے کہہ ہی میں رہ گئے
اُن پر طرح طرح کے ظلم کرتے تھے اُس وقت بھجوری مدافعت کا حکم آیا کہ ان بھیموں کو بارواؤ
جو فتنہ انھوں نے مچا رکھا ہے کہ مسلمانوں کو کسی طرح چین نہیں لینے دیتے نہ انھیں جان و مال
کا امن ہے نہ اپنے دین کے فرائض پورے کر سکتے ہیں دفع کرو قطع نظر اسکے کہ یہ لڑائی کُفّار
عرب کیلئے عذابِ الہی تھی اگر کوئی منصف مزاج اس میں غور کرے تو کسی طرح کا اس میں عیب
نہیں بیان کر سکتا خدا نے انسان کو اسی طرح پیدا کیا ہے کہ وہ ایک حد تک صبر کرے اور پھر
اپنے جان و مال اور اپنے اقربا وغیرہ کے جان و مال کی حفاظت کرے تعلیم خدا بھی سکے
مطابق ہونا چاہئے اگر ایسا نہ تو عالم میں فساد پھیل جائے اور امن و امان بالکل اٹھ جائے
دیکھو جو قومیں آج کل بڑی مہذب کہلاتی ہیں اور پھر اُس انجیل کی بھی مطیع ہیں جس میں یہ لکھا ہی
کہ اپنے دشمن سے بدلہ نہ چاہو اور اگر کوئی دہشتے گال پر تھپڑ مائے تو بایاں گال اُس کس طرف

کردودہ بھی مجبوری اس تعلیم انجیل کو چھوڑ کر اُسی تعلیم محمدی کو اخذ کرتے ہیں اور کیونکر نہ اخذ کریں بغیر
اُس کے تو گزربھی نہیں ہو سکتی اگر انجیل پر عمل کرتے تو اب تک اُنکی صورت بھی نہ دکھائی دیتی کہ
بھی جانے دیجئے خود پادری صاحب اپنے قول کو ملاحظہ فرمادیت اسلمین مطبوعہ ۱۸۷۷ء کے
صفحہ ۱۵۶ و ۱۵۷ میں لکھا ہے ہر حالت میں دردمندی کا موقع نہیں ہے لاچار ہی عاجزی
مسکنت دردمندی کا وقت ہی مگر بغاوت و سرکشی میں پوری سزا چاہئے ورنہ خدائی کی
شان برباد ہوتی ہے اور انتظام جہاں بھی جاتا ہے انتہا پس آنحضرت کا تلوار چلانا کیشول
کی سزا اور خدا کی شان قائم رکھنے کے لئے ہے اور یہ بھی مقصود تھا کہ جہاں میں امن و امان
رہے اور خدا پرستوں کو تکلیف کوئی نہ پہنچا سکے یہ سب باتیں پادری صاحب کے اقرار سے
ضروری اور عمدہ ہیں پھر اسلام کے تلوار چلانے پر کیا اعتراض ہے۔ ناظرین کو یہاں سے
ظاہر ہو گیا ہو گا کہ پادری صاحب کا مقصود محض عوام کو دھوکا دیکر سچے مذہب اسلام
سے ہکانا ہے کیونکہ جس بات کو وہ خود ایک موقع پر عمدہ قرار دے آئے ہیں اُسی امر
کو اس مقام پر بُرے پیرایہ سے بیان کر کے اُس پر اعتراض کرتے ہیں۔

دوسرا طریقہ اثبات نبوت آنحضرت کا عمدہ تعلیمات سے

تعلیق ۱۲-۱ اور اس امر پر بھی نظر نہیں ہوئی کہ جس قبیلے میں جناب سونہلے نشوونما پائی
اور جس شہر میں عرصہ بعید اور زمانہ مدت تک بود و باش کی اور جس عہد میں طور و خروج ہوا
ان میں علوم عقلیہ و نقلیہ کا رواج نہ تھا معرفت الہی اور حقائق ربانی کا کچھ ذکر نہ تھا اور نہ
وہ ملک علما اور علما کا مرجع و مستی بلکہ جہالت اور ضلالت اور رسوم قبیحہ اور عجیب قسم
کے اوہام و وساوس اُنہیں ایچ تھے اور سب پر ظلمت جہالت چھائی ہوئی تھی اور خدا اور
احکام و صفات الہی سے سب لوگ جاہل و ناواقف تھے اور محمدؐ کی بعثت کے زمانے اور
انہما رسالت کی وقت تک لکھنے پڑھنے اور تعلیم و تلمذ میں مشغول نہیں ہوئے تھے اور نہ مشاہیر علما سے
مصاحبت کی یا غیر ملکوں میں جہاں علوم اور فنون کا رواج ہو سفر و سیاحت یا سیر و قامت بھی

نہیں کی پس اس زمانہ کی ایسی جہالت اور ظلمت اور آنحضرتؐ کی امتیت اور پھر ایسی معرفت ذات و صفات و احکام الہی اور ثبوت معارف ربانی اور دلائل بعث و نشر و براہین توحید و تنزیہ باری تعالیٰ میں مبلغ عظیم اور مرتبہ علیا اور غایہ قصویٰ میں پہنچ جانا کہ جمیع عقلا اُس میں تجلّی و عاجز ہو جائیں اور جسکی ادنیٰ وجہ پر بھی حکمت فلاسفہ اولین اور معرفت عقلا و آخرین نہ پہنچ سکے اور ایسے اصول توحید و تنزیہ کی باتیں جنکو فلسفہ فیلسوفان سابق اوقل عاقلان لاحق نہ پاسکی بکثرت و شدت بیان فرمانا صریح عقل انسان اسکو باور کرتی ہے کہ ایسی باتیں بالعلم الہی اور ہدایت ربانی اور بغیر وحی و تنزیل حاصل و میر نہیں ہو سکتیں انتہی۔

اس تعلیق میں منشی صاحب نے اثبات نبوت کا دوسرا طریقہ بیان کیا ہے یعنی باوجود اس امر کے کہ آنحضرتؐ نے ایسی جاہل قوم میں نشو و نما پائی جو علوم الہیہ اور اخلاق پسندیدہ بالکل ناواقف بقول شخصے جاہل کے لٹھ تھے اور بسبب جہالت کے ایسے توہمات باطلہ میں گرفتار تھے جسکی کچھ انتہا نہیں پھر یہ کہ حسبِ ستور زمانہ جبکہ تعلیم و تعلم اُس وقت رائج تھا اُس سے بھی آپؐ بہرہ یاب نہیں ہوئے اور اہل علم سے صحبت بھی ایسی نہیں ہوئی جس سے یہ گمان ہو کہ یہ علوم اُسے حاصل کئے گرچہ وہ علوم الہیہ جو اُس سرور انبیاء نے بیان کئے ہیں وہ ایسے نہیں ہیں جو کوئی بے پڑھا صرف صحبت سے سیکھ کر بیان کر سکے مگر اس عمدگی اور خوبی کو عالمی فہم سمجھ سکتے ہیں اسلئے خدا تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو صحبت ہی سے علیحدہ رکھا تا کہ کسی نادان کو یہ دہم نہ ہو کہ آپؐ نے صحبت سے یہ علوم اخذ کئے اس بات کے ثبوت کیلئے کہ آنحضرتؐ نے کسی سے علم نہیں سیکھا منشی صاحب نے تعلیق ۵ میں عمدہ تقریر کی ہے اور اسکا ثبوت بھی یزید مذکور ہے کہ آپؐ نے اہل کتاب و غیرہ کی صحبت سے یہ علوم اخذ نہیں کئے اور اس امر کا ثبوت کہ عرب علوم الہیہ سے برکنار اور توہمات فاسدہ میں گرفتار تھے ہر ایک فی علم تاریخ و ادب پر انظر من شمس ہمیں اُنکے چند توہمات اور ساواں نمونے کے طور پر بیان کرتا ہوں جسبے اُنکی سخت جہالت ثابت ہوتی ہے۔

۱۔ جب کبھی قحط پڑتا تھا تو عرب کے لوگ بھول کا گٹھا کا ٹکڑا گائے کی دُوم میں باندھتے اور اُنھیں آگ لگا کر پہاڑ کے اوپر اُس گائے کو لیجاتے تھے اور پچھان کی طرف اُسے بھگاتے تاکہ پانی برسے۔
 ۲۔ جب بُھنیں کسی شہر یا گاؤں میں جانے سے وبا کا یا جنوں کے آسیب کا خوف ہوتا تو اُس کے موضع کی یہ تدبیر کیا کرتے تھے کہ جب اُس شہر یا گاؤں کے قریب پہنچتے تو گدے کی بولی بولتے اور خرگوش کی ہڈی وہیں کسی مقام پر لٹکا دیتے اس کام کا نام اُنکے یہاں تحشیر تھا۔

۳۔ جب کوئی شخص سفر کا غم کرتا اور اُسے یہ خیال ہوتا کہ دیکھئے میری بیوی میرے بچہ یا باندی سے رہتی ہے یا نہیں تو اس کے معلوم کرنے کیلئے درخت میں تاکا باندھ جاتا اور جب پھر لوٹ کر آتا تو اُسے دیکھتا اگر بدستور اُسے بندھا ہوا پاتا تو سمجھتا کہ میری بیوی ایمان داری سے رہی اور اگر اُسے بدستور بندھا ہوا نہ پاتا تو گمان کرتا کہ ضرور اسے خیانت کی۔ یہ توہمات اور مہلات قابل ملاحظہ ہیں۔

۴۔ یہ بھی اُنکا گمان تھا کہ جس عورت کی اولاد زندہ نہ رہتی ہو وہ کسی شریف کی بخش کو رو دے تو اُسکی اولاد جنے گی۔ اور یہ بھی اُنکا معمول تھا کہ دفع بلیات کے لئے حیض کالہ اور مردوں کی ہڈیاں گلے میں ڈالا کرتے تھے جب کسی مرد و عورت میں باہم محبت ہو جاتی تو محبت کے قائم رکھنے کے لئے مرد و عورت کا برقعہ بھاڑ دیتا اور عورت مرد کی چادر بھاڑ دیتی اور سمجھتے تھے کہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو محبت باہم قائم نہ رہے گی۔

۵۔ جب کوئی شخص ایسے گھوڑے پر سوار ہوتا جسکے بھونری ہوتی ہے اور اتفاقاً اُسکے نیچر کے دھڑ پر پسینہ نکل آتا تو وہ شخص یہ گمان کرتا کہ میری بیوی کسی دوسرے مرد کی طرف مائل ہو گئی۔
 ۶۔ جب کسی عورت کے نکاح میں دیر ہو جاتی اور کوئی طالب اُسکا نہ آتا تو وہ عورت رات کی وقت ایک طرف کے بال بکھیر کر اور اُسکے دوسری طرف کی آنکھ میں سرمہ لگا کر ایک پیر پر اُچھلتی اور یہ الفاظ کہتی یا نکاح ابھی نکاح قبل الصبح۔

۷۔ سیانی (ایک جانور ہے جسکے بازو میں کانٹے ہوتے ہیں) اور خرگوش اور ہرن اور چھوٹے اور شتر مرغ کو جنوں کی سواریاں خیال کرتے تھے اور ان کے مارنے سے بہت ڈرتے تھے اور

اگر کسی نے مار ڈالا اور اتفاقاً کسی طرح کا صدمہ اُسے پہنچا تو خیال کرتا تھا کہ یہ اسی سبب سے ہے اسی طرح بعض کو سے اور قمری اور کبوتر اور سانپ کو جنوں کی قسم قرار دیتے تھے اور بعض کہتے تھے کہ ان کو جنوں سے ایک طرح کا علاقہ ہے اور جب کبھی اژدہے کو مارتے تھے تو کہتے تھے کہ جن ضرور بدلائیں گے اسکے دفع کے لئے وہ یہ تدبیر کرتے تھے کہ اُس مے ہوئے اژدہے کے سر پر لید کو ریزہ کر کے ڈال دیتے تھے اس قبیل کے خرافات جسے عرب کی کمال جہالت اور ناوانی ثابت ہوتی ہے شرح پنج البلاغت میں بتا ہلکی میں نے نمونے کے طور پر یہاں بیان کر دئے جنکو تفصیل منظور ہو اُس کتاب کی انیسویں جلد میں لکھیں عرب کی گمراہی اور بیدینی کا یہ حال تھا کہ بعض وہر یہ تھے موت و زندگی کا ہونا محض زمانے کے تغیر سے اعتقاد کرتے تھے خدا تعالیٰ کے بالکل قائل نہ تھے بعض قیامت کے منکر تھے مگر سب سے زیادہ گروہ بُت پرستوں کا تھا پھر کوئی پتھر کو پوجتا تھا کوئی درخت کو کوئی کسی چیز کو کوئی کسی کو یہ اُنکے بتوں کے نام تھے۔ سواع۔ یغوث۔ نسر۔ یعوق۔ لات۔ غرے۔ منات۔ مہبل۔ اسف۔ نابلہ۔ ان میں سے ہر ایک قبیلہ اور ہر ایک مقام کے لئے ایک بُت خاص تھا جس کی تفصیل تاریخ ابوالفدا وغیرہ میں مذکور ہے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے پھر اس سے زیادہ اور کیا گمراہی ہوگی۔

عرب کی جہالت کا یہ نمونہ ہے ناظرین ملاحظہ کریں اسپر بھی پادری صاحب کہتے ہیں کہ عرب ایسے جاہل نہ تھے اس حق پوشی کا کیا ٹھکانا ہے اب عرب کی اس جہالت پر تعلیم محمدی کی عمدگی لائق ملاحظہ جس سے انصاف دلی بے اختیار کپاڑا ٹھٹھا ہے کہ بیشک یہ خدا کی تعلیم ہے اسکی تفصیل چونکہ نہایت طویل تھی اسلئے منشی صاحب نے اسکا ہل سلم کے انصاف پر چھوڑا ہے کہ وہ قرآن اور حدیث کو ملاحظہ کر کے بخوبی اسکی تصدیق کر سکتے ہیں مگر میں کسی قدر بعض امور پر تنبیہ کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ واضح ہو کہ قرآن مجید میں کسی طور کے علوم بیان ہوئے ہیں اول علم الہی یعنی خدا کی ذات و صفات کا بیان اور اُسکے وجود اور اُسکی قدرت اور

اُسکی عظمت اور اُسکی توحید کے دلائل اس عمدہ اور عجیب طرز سے مذکور ہوئے ہیں کہ اُس
ریکستان کے جاہل اُنھیں اپنے طور پر سمجھ کر عارف باللہ ہو گئے اور اگر کوئی بڑے سے بڑا حکیم اور
فلاطون وقت ہے وہ بھی اُس بیان سے خدا کے وجود اور صفات کا سراغ اپنی کامل سمجھ
کے موافق اُسی طرح پاتا ہے جو طرح ایک جاہل اُن پر تھا مثلاً خدا کے وجود کے دلائل سورہ
الانعام کی آیت ۵۵ سے ۵۹ تک مذکور ہے۔ اس مقام پر بظاہر کوئی دلیل منطقی بطور حکما
یا تکلمین کے نہیں بیان کی گئی بلکہ جن اشیاء کا وجود اور تغیر ہر ایک اُونے واعلیٰ پر ظاہر ہے
اور وہ اشیاء تمام فوائد دنیوی کا سرچشمہ اور زندگی کا مدار ہیں اُنکے وجود اور تغیر کو دکھا کر
اُن کے پیدا کرنے والے کا وجود ثابت یہ ہے گنوار سے گنوار بھی یہ سمجھتے ہیں کہ دانے کو چکر
درخت کا نکالنے والا اور مردہ چیز سے زندہ اور زندہ سے مردہ کو پیدا کرنے والا اور آفتاب
اور مَتَاب اور ستاروں کو ایک حساب و رہایت اور دیگر فوائد کے لئے بنانے والا اور پانی
کا بر سائی والا اور زمین سے کبوتر کا اُگائی والا اور درختوں پر میوؤں کے کچھے کا لگائی والا وہی قادر مطلق
ہے جو ہمارا سبک خدا ہے اور فلاطون وقت بھی یہی سمجھتا ہے کہ بیشک اُن اشیاء کا وجود اور تغیر اُس
قادر مطلق کے وجود کی کافی دلیل ہے کیونکہ یہ سب علمائے کرام کے سلسلے میں داخل ہیں و ضرور یہ ممکنات کا
سلسلہ واجب پر ختم ہوا اور وہی اجب خاص تعالیٰ کی ذات ہے غرض کہ دونوں کے فہم کا بال یک ہو
گرچہ سمجھنے کے طریق میں فرق ہے یا مثلاً سورہ انبیاء کی آیت ۲۲ میں خدا کے واحد ہونے کی دلیل
اس طرح ارشاد ہوئی لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلَافَةٌ آلَافَةٌ لَفَسَدَتَا يَعْنِي اگر زمین و آسمان میں خدا کے سوا
اور بھی خدا ہوتے تو یہ دونوں تباہ ہو جاتے اب اس دلیل کو ملاحظہ کیجئے کہ بیان باقی کی طرح اس سے بھی
ہر عام و خاص اپنی تسلی کر سکتا ہے عوام کے ذہن میں یہ امر سچ ہے کہ ایک ملک یا ایک شہر میں بادشاہ
نہیں رہ سکتے اسی وجہ سے یہ مقولہ مشہور ہے کہ وہ درویشِ ظہیری خستہ بند و دود بادشاہ و قلبی نیک بند
اس نظر سے عوام کی اس آیت سے پوری تسلی ہو جاتی ہے اور سمجھ لیتے ہیں کہ بیشک ایک ہی خدا ہے
اور خواص جو ماہر علوم ہیں وہ یہاں سے وہ دلیل قطعی توحید کی نکالتے ہیں جسے ہمارے علمائے مسکلمان

مفسرین نے بیان کی ہے جو صاحبِ لیاقت ہیں وہ تفسیرِ کبیر میں آیت مذکور کی تفسیر ملاحظہ کریں اس سلسلہ میں سکے بیان کا موقع نہیں ہے۔ اسی طرح جا بجا قرآن مجید میں نہایت کثرت کیساتھ نئے نئے طرز سے خدا کی ذات و صفات کو بیان اور ثابت کیا ہے کسی کتابِ سماوی میں امکانِ نشان نہیں ملتا۔ پھر یہ اُس غلامِ الغیوب کی طرف سے الہام نہیں کیا ہے کیا ممکن ہے کہ ایک امی شخص اُس قوم میں رہنے والا جنہیں عکڑوں برس سے بُت پرستی رائج تھی خدا کی ایسی تہذیب اور توصیف کرے عرب کے سوا نصاریٰ جو اُس وقت تھے وہ بھی اُن بُت پرستوں سے کچھ کم نہ تھے اگر وہ لات و منات کو خدا جانتے تھے تو یہ مسیح و مریم یا روح القدس کو اسی طرح مانتے تھے اور میرے کہنے کی حاجت نہیں اُس وقت فرقہ پیر و سٹنٹ صاف صفا اُس وقت کے عیسائیوں کو بُت پرست کہتے ہیں پھر جب ایسے لوگوں میں ہر ایک ان پڑھا شخص خدا کے ایسے اوصاف اور اس طرز پر بیان کرے جیسے قرآن مجید میں بیان کئے گئے تو بیشک وہ خدا کا سچا رسول ہے۔ دوم علمِ احکام یعنی وہ امور جو تہذیبِ نفس اور تدبیرِ منزل و سیاستِ مدن میں نافع و قرآنِ مجید نے وہ اخلاق پسندیدہ اور احکام نافعہ تعلیم فرمائے ہیں جنہیں بنظر انصاف غور کر نیسے یقین ہو جاتا ہے کہ بلاشبہ خدا کی کامل اور آخری شریعت یہی ہے جس کی کو اسکی تفصیل دیکھنا منظور ہو وہ رسالہ پیغامِ محمدی ملاحظہ کرے مینے اُمیں تعلیمِ محمدی کا تعلیمِ موسوی اور عیسوی سے مقابلہ کر کے یہ بات بخوبی ثابت کر دی ہے کہ شریعتِ محمدیہ خدا کی کامل شریعت ہے ممکن نہیں کہ بے تائید رہا باقی اُس تاریکی اور ظلمت کے زمانے میں عرب کے ریگستان میں ایک بے پڑھا شخص ایسی تعلیم کرے جس سے پہلی شریعتوں کی پوری تکمیل ہو جائے۔ رِیومِ علم مناظرہ قرآنِ مجید میں زیادہ تر چار فرقوں سے بحث کی ہے یہود اور نصاریٰ اور مشرکین اور منافقین کسی مقام پر تو ان کے عقائد باطلہ کو نقل کر کے اُنکی بُرائی بیان کی ہے اور کسی مقام پر اُنکے شبہات ذکر کر کے اُنکا جواب دیا ہے مگر طرز استدلال قیوت کے منطقوں کا سا نہیں ہے بلکہ وہی نادور طرز ہے جسکا اوپر ذکر کیا گیا کہ عوام و خواص دونوں کیلئے

کافی ہو مثلاً مشرکین عرب قیامت کے منکر تھے اور کہتے تھے کیا جب ہم مر گئے اونٹنی اور ہٹیاں
 ہو گئے تو کیا پھر اٹھائے جائیں گے (صفحات آیت ۱۶) کبھی اس طرح کہتے تھے کجب ہڈیاں بوسیدہ
 اور کھوکری ہوں گیں تو انھیں کون زندہ کریگا (سین آیت ۷۸) اسکے جواب میں کہیں اس طرح انشاء
 ہوتا ہے کہ کہے اُن ہڈیوں کو وہ زندہ کریگا جسے پہلی مرتبہ انھیں بنایا ہے اور کہیں اس طرح
 ارشاد ہوا اَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ الْحَيٰۤاتَ الْاٰخِرَةَ فَاَلْبَسُوْا لَكُمْ اَوْ اَلْبَسُوْا لَكُمْ
 میں کچھ شک ہو تو (غور کرو) کہ ہم نے تم کو بنایا مٹی سے (یعنی تمہارے باپ آدم کی پیدائش مٹی
 سے کی) پھر ایک قطرہ مٹی سے پھر ایک خون کی پھٹکی سے پھر نقشہ بنی اور بے نقشہ بنی ہوئی سے
 یہ بیان کرنا ہمارا اس غرض سے ہو کہ تمھیں واضح کر کے بیان کر دیں الخ (حج آیت ۴۸) یعنی
 جب ہم نے تم کو ایسی ادنیٰ چیز سے پیدا کر دیا اور تمہاری اصل میں اتنے تغیر ہوئے کہ پہلے تو
 صرف مٹی ہی تھی پھر مٹی سے کھانے کی اشیاء پیدا ہوئیں اور انھیں کھا کر انسان کے مٹی پیدا
 ہوئی اور جب وہ مٹی عورت کے رحم میں گئی تو خون کی پھٹک بنی پھر اس پھٹک سے ہوئی
 بن گئی پھر اس میں نقشہ بنا پھر ایک مدت معین کے بعد بچہ پیدا ہوا جس نے یہ سب کچھ کر دیا اسے
 قیامت کو پھر اٹھانا کیا دشوار ہے پھر اسکے بعد دوسری دلیل قیامت کی بیان ہوتی ہے
 وَ تَرٰۤی اَۡلَکُمْ فِیْ ہٰۡمَکُمْ اٰخِرَ (حج آیت ۵) تو دیکھتا ہے زمین کو سوکھی ہوئی پھر جہاں
 ہم نے اُس پر پانی برسایا تو تر و تازہ ہو گئی اور ابھری اور قسم قسم کی رونق و اچیزیں اُسے نکالیں
 یہ سب سوائے کہ اللہ ہی کی ذات سچی ہے اور وہی مرنے جلانا ہے اور وہ ہر چیز کو سکتا ہی یعنی
 ہر سال قیامت کا نمونہ خدا تعالیٰ تمھیں دکھاتا ہے کہ زمین کیسی سوکھی ہوئی مردہ پڑتی تھی
 ہر اوجہ بوقت بارش ہوئی تو کیسی سرسبز اور شاداب ہو جاتی ہے اور انواع انوع کی بوٹیاں اور
 اقسام اقسام کی گھاس جو دھوپ کی وجہ سے جل کر خاک سیاہ ہو گئی تھیں اور بہت سے
 جانور جو مر کر مٹی میں مل گئے تھے کیا بارگی کیسے زندہ ہو جاتے ہیں پھر اگر خدا تعالیٰ انسان کو بھی
 اسی طرح قیامت کے دن بعد خاک میں مل جانے کے زندہ کر دے تو کیا بعید ہر اب ناظرین

ملاحظہ فرمائیں کہ اس بیان سے اُن منکرین کے شہادت کا کیسا قلعہ اور قلعہ ہو گیا پھر ان لائل کے علاوہ اُسکی حالت اور کیفیت کو ایسی ہونا کہ تعیروں سے بیان کیا ہے کہ خدا ترسوں کا دل اُسے دیکھ کر پانی پانی ہوتا ہے پھر اب کوئی صاحب بیان تو کریں کہ کس کتاب میں قیامت کے وجود کو اس طرح ثابت کیا ہے اور اُسکی کیفیت کو اس خوبی سے دکھایا ہے تو ریت میں تو قیامت کا نام و نشان بھی نہیں ہے اور دوسرے صحیفوں میں کہیں کہیں اشارہ اور کنایہ بیان کیا ہے انجیل میں بہ نسبت صحف سابقہ کے سید قدر زیادہ ذکر ہے مگر اُسے وجود کے دلائل کا تو کسی مقام پر پتہ بھی نہیں ہے باوجودیکہ یہ وہ ایک فرقہ صاف و قیامت کا منکر تھا اُنکے لئے قیامت کو ثابت کرنا ضرور تھا مگر نہیں کیا غرض کہ اس بیان سے تمام کتب سابقہ خالی تھیں اور اہل عرب بھی اسکے منکر تھے تو اب فرمائیے کہ یہ باتیں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں کہاں سے سیں یہ الہام ربانی نہیں ہے تو کیا ہے۔ چہاں ہم علم تذکیر یعنی وعظ و نصیحت اسکو تین طور پر قرآن مجید میں بیان کیا ہے اول خدا تعالیٰ کی نعمتوں اور اُسکے احسانات اور انعامات بیان کر کے انسان کو اُسکے خالق اور ختم حقیقی کی طرف متوجہ کیا ہے دوسرے ہونا کہ واقعات اور خوش آئند حالات سے خدا کی عظمت و شان اور اُسکے قہر و رحم کی صورت کو گویا سامنے کر دکھایا ہے قرآن مجید میں کوئی واقعہ اور کوئی حادثہ فقہ کے طور سے بیان نہیں کیا گیا بلکہ محض خدا کا رحم اور قہر کا نمونہ دکھانے کیلئے ایسا واسطے جہاں کوئی واقعہ بیان کیا ہے وہاں بار بار خدا کی عظمت و شان کی طرف اشارہ ہوتا جاتا ہے اگر کوئی دروٹا کہ واقعہ ہی تو مگر خدا کی غضب کی طرف تنبیہ ہوتی ہے اور اگر کسی کی عمدہ حالت کا ذکر ہے تو تھوڑی تھوڑی دور پر خدا کی رحمت اور عنایت کی وسعت بیان ہو رہی ہے غرض کہ کوئی فقہ قرآن میں اس طرح مذکور نہیں کہ اسکے پڑھنے والے کو خدا کی رحمت یا غضب کا خیال نہ دلا یا گیا ہو بخلاف تیسرے کے کہ اُس میں جہاں فقہ مذکور ہیں وہاں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مقصد صرف ایک واقعہ کا بیان ہی جیسے قصے کی کتابوں میں ہوا کرتا ہے تیسرے دنیا کی بے ثباتی اور موت کا اور اُسکے مابعد

حالات کا ذکر کر کے انسان کو آخرت کی طرف متوجہ کیا ہے یہ سب امور اس خوش اسلوبی اور تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں کہ توہمیت و انجیل میں ہرگز نہیں ہیں ہر ایک بیان میں ہمارے علمائے علیحدہ علیحدہ تفسیریں لکھی ہیں پھر اس قسم کی باتیں کوئی بے پردہ شخص بغیر تائید حدیث کیونکر بیان کر سکتا ہے خدا کے لئے ذرا تو انصاف کرو یہی وجہ ہے کہ بہت سے عیسائی بھی تعلیم محمدی کی بہت کچھ تعریف کرتے ہیں میں چند شواہد یہاں نقل کرتا ہوں۔

پہلا شاہد لندن کے کوارٹرلی ریویو نمبر ۲۵ بابت ماہ اکتوبر ۱۸۷۹ء میں ایک آرٹیکل جو اسلام کے نام سے معنون ہے قابل دیکھنے کے ہے اس کے چند فقرے یہاں نقل کرتا ہوں ادھر تو لکھا اور کارٹیکل اور اسطرح جامعہ تحقیقین جدید مثل اسپرنگ اور آرمی اور ٹولڈیک اور میو ر اور دوزی نے تمام جہان پر یہ بات ثابت کی ہے کہ اسلام ایک زندگی بخشنے والی چیز ہے ہزاروں فائدہ مند جوہروں سے بھرا ہوا ہے اور یہ کہ محمد کی سیرت کی نسبت جو کچھ رائے ہو مگر انھوں نے مروت کی سنہری کتاب میں اپنے لئے جگہ حاصل کی (جلد ۲ صفحہ ۲۹) یہ نصف مزاج اسی آرٹیکل میں دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ ہماری رائے میں مرگی سے کوئی شخص کبھی اپنے آپ کو نبی نہیں تصور کر لیتا اور نہ مشرق کے لوگوں میں ایسا کبھی ہوا اور نہ کبھی مرگی کی وجہ سے دل کی ہلانے والی باتیں اور عمدہ نقش و نگار مرگی والے کے داپہر لقا ہوئے انتہی اہل انصاف ملاحظہ کریں کہ ہمارے اس گواہ نے کیسے بلیغ جلوں میں اسلام کی تعریف کی ہے جس سے کمال خوبی تعلیم محمدی کی ثابت ہوتی ہے اور پھر فقط اتنا ہی نہیں کیا کہ اسلام کی کمال عمدگی پر گواہی دی ہو بلکہ آٹھ گواہوں کا نام اور بھی بتایا جنھوں نے ہمارے دعویٰ کی تصدیق کی ہے باوجودیکہ انکو اسلام سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

دوسرا شاہد چمبرس انسائیکلو پیڈیا کی جلد ۲ میں ہے۔ اسلام کا وہ حصہ بھی جس سے اُسے بانی کی رائے کا انکشاف ہوتا ہے نہایت کامل اور غایت درجہ میں موثر ہے یعنی قرآن کے نصاب کسی ایک دو یا تین سورتوں میں مجتمع نہیں ہیں بلکہ اسلام کی عالیشان عمارت میں

شکل میں محدود نہ کسی مکان میں اور نہ کوئی اُسکا ثانی موجود ہے جس سے اُسکو تشبیہ دیکیں وہ
 ہمارے نہایت تخفیف ارادوں سے آگاہ رہتا ہے بغیر کسی اسباب کے موجود ہے اخلاق اور
 عقل کا کمال جو اُسکو حاصل ہے وہ اُسکو اپنی ذات سے حاصل ہے ان بڑے بڑے
 حقائق کو پیغمبر نے مشہور کیا اور اُس کے پیروں نے انکو نہایت استحکم طور سے قبول کیا اور
 قرآن کے مفسروں نے معقولات کے ذریعے سے بہت درستی کے ساتھ انکی تصریح اور تشریح کی
 ایک حکیم جو خدا تعالیٰ کے وجود اور اُسکی صفات پر اعتقاد رکھتا ہو مسلمانوں کے عقیدہ مذکورہ بالا
 کے نسبت یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ ایسا عقیدہ ہے جو ہمارے موجودہ ادراک اور قواعد عقلی سے
 بہت بڑھ کر ہے اسلئے کہ جب ہم نے اُس نامعلوم چیز کو زبان اور حرکت اور مادہ اور جس اور فکر
 کے اوصاف سے مبرا کر دیا تو ہمارے خیال کرنے اور سمجھنے کے لئے کیا چیز باقی رہی وہ اصل
 اول جسکی بنا عقل اور وحی پر ہے محمدؐ کی شہادت سے استحکام کو پہنچی چنانچہ اُسکے معتقد ہندوستان
 سے لیکر مراکو تک موحّد کے لقب سے ممتاز ہیں اور بتوں کو منع سمجھنے سے بُت پرستی کا خطرہ ٹالیا گیا ہے
 اب میں انھیں چار گواہوں پر کفایت کرتا ہوں طالبین حق غور فرمائیں کہ یہ لوگ جو مذہب عیسائی
 رکھتے ہیں اور مذہب اسلام سے انھیں کچھ تعلق نہیں نہ انھیں اس تعریف سے کچھ مال و دولت
 مل سکتی ہے نہ کوئی جاہ و منصب انھیں حاصل ہو سکتا ہے بلکہ کسی طرح کا لوٹ انہیں نہیں ہے اگر کچھ
 ہوگا تو یہی خیال ہوگا کہ ہماری قوم کے لوگ ہماری اس منصفانہ رائے پر ہیں بڑا بھلائی ہے
 اور ہر طرف سے سب شتم کے آوازے بلند ہونگے۔ باینہم یہ تعریف کر رہے ہیں پھر بھلا بغیر
 اس بات کے کہ تعلیم محمدی میں واقعی کمال مرتبہ کی خوبی ہو یہ لوگ باوجود مخالف مذہب
 ہونے کے کیونکر اس پرلے درجے کی تعریف کرتے انکو تو اگر کچھ بھی بُرائی کا موقع ملتا تو ہرگز
 ایسا نہ لکھتے مگر تعلیم محمدی کی خوبیوں نے ایسا مجبور کر دیا کہ گو خلاف مذہب تھے مگر نظر انصاف
 تعریف کرنی پڑی البتہ اتنی بات ہے کہ یہ لوگ معاند نہیں ہیں پادری صاحب کی طرح
 کہ زبردستی حق بات کو چھپا دیں اور کھلی کھلی ہٹ دھرمی کئے جا دیں۔ مگر انفسوس ہے

کہ پادری حسد والدین صاحب کی آنکھوں پر تعصب اور عناد اور طمع دنیاوی کا
ایسا پردہ پڑا ہے کہ ان باتوں پر اصلاً نظر نہیں کرتے اور محض حق پوشی کیلئے اِطّاع لکھتے ہیں
تقلیع ۴ صفحہ ۱۵ میری تمیز اسکو قبول نہیں کرتی کہ اس مہجر عرب میں تاریکی تھی صبی میٹھی صاحب
بتاتے ہیں ہمیں اُس عہد کے شاعر و نکلے حالات خوب معلوم ہیں عرب دنیا کے معاملات میں محض بیوقوف
تھے اور میں یہ بھی قبول نہیں کر سکتا کہ محمد صاحب سقد استفادہ سے محروم تھے کچھ نہ کچھ استفادہ
اجاب کی صحبت اور روزمرہ کے واقعات اور معاملات سے ضرور اُنھوں نے کیا البتہ اگر کوئی
جاہل ایسا ہو جائے جیسے حواری ہو گئے تھے تو ضرور قیاس چاہتا ہی کہ اُسے خدا سے سیکھا ہو۔

جواب۔ ناظرین ملاحظہ کریں کہ مولوی صاحب کی کیا تقریر تھی اور کیا جواب اُسکا ملا۔
مولوی صاحب نے یہ کب دعویٰ کیا ہے کہ عرب دنیا کے معاملات میں محض بیوقوف تھے
مولوی صاحب تو انھیں علوم و مینیہ خصوصاً علوم الہیہ سے جاہل بتاتے ہیں اس پادری صاحب
انکار نہیں کرتے پس قضیہ طے ہے کہ عرب امور دینیہ اور حقائق ربانیہ سے بالکل غافل و قفل تھے اور
آنحضرتؐ نے امور دینیہ اور معارف ربانیہ ایسے بیان کئے کہ کسی نے نہ کئے تھے اس بخوبی
ثابت ہوا کہ وہ مضامین وحی الہی تھے کیونکہ امی شخص ایسی جاہل قوم میں رہنے والا کو کیسا
تجربہ اُسے ہوا ہو اور یار و اغیار سے اُسے صحبت رہی ہو ہرگز ایسی تعلیم نہیں کر سکتا جسکا ذکر اوپر
کیا گیا۔ مگر پادری صاحب کی یہ بات تو شاید منہ کی ہے کہ اگر کوئی جاہل ایسا ہو جائے
حواری ہو گئے تھے تو ضرور قیاس چاہتا ہے کہ اُسے خدا سے سیکھا (دیکھو صفحہ ۴۸ تقلیع)

اے جناب حواری جیسے ہو گئے تھے وہ حضرت مسیحؑ کے قول سے ظاہر ہے ملاحظہ کیجئے۔
مرقس کے باب ۱۶ اور س ۴ میں ہے آخر وہ اُن گیا رہوں کو جب وہ کھانے بیٹھے تھے کھانی
دیا اور اُن کی بے ایمانی اور سخت دلی پر ملالت کی انحر۔ اور حضرت پطرس جو اُمّ اکو امین میں
اُن کی نسبت حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں کہ اے شیطان میرے سامنے سے دور ہو تو میرے لیے ٹھوکر
کا باعث ہے کیونکہ تو خدا کی باتوں کا نہیں انحر (متی ۱۶) اب جنکو حضرت مسیحؑ نے آخرت

مکہ بے ایمان اور شیطان کہا اور یہ بھی صاف فرمایا کہ تو خدا کی بات کا نہیں پھر کیا پوری صاحب
 کے نزدیک خدا کے تعلیم یافتہ ایسے ہی ہوا کرتے ہیں ذرا سوچو سمجھو کہ جواب دینے کے علاوہ اس کو
 وہ تعلیم تو دکھائیے جس سے اُن کا تعلیم یافتہ خدا ہونا ثابت ہو وہ کوئی تعلیم ہے اور کہاں ہے اگر
 اتنا میں مرد جو حاریوں کی لکھی ہوئی تسلیم کیا میں تو بھی حاریوں نے کیا کیا صرف حضرت شیخ
 سے سنا اور کچھ کتب سابقہ وغیرہ سے لیکر لکھ دیا پھر اُن میں بھی بیسیوں غلطیاں اور اختلافات
 موجود ہیں جن کی اصلاح آج تک کسی سے نہ ہو سکی اس وجہ سے علمائے مسیحیہ کو ماننا پڑا کہ انجیلیں
 الہام سے نہیں لکھی گئیں خود پادری صاحب کو بھی مجبور ہو کر نسب نامہ مندرجہ انجیل کو
 غیر الہامی کہنا پڑا چنانچہ ہدایت المسلمین مطبوعہ ۱۸۷۵ء کے صفحہ ۷۷ میں لکھتے ہیں یہ کچھ الہامی
 بات نہیں ہے خاندانی نسب ناموں میں سے اور کچھ بائبل میں سے لیکر نام لکھے گئے باوجود
 تاریخ محمدی مطبوعہ لاہور ۱۸۷۵ء کے صفحہ ۲۹ و ۳۰ میں بڑے زور شور سے لکھ چکے تھے کہ نسب
 مسیح الہام سے لکھا گیا ہے اب پادری صاحب فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ ہے کہ انھیں اپنے قول کو
 خود غلط کرنا پڑا بجز اس کے اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ غلطی کی تصحیح نہ ہو سکی تو مجبور ہو کر کہنا پڑا کہ الہام نہیں لکھا گیا
 اب فرمائیے کہ انھیں با توہین آپ کا قیاس چاہتا ہے کہ حاریوں نے خدا سے سیکھا ہے اور یہ جو پادری صاحب
 کہتے ہیں کہ آنحضرت نے کچھ نہ کچھ استفادہ احباب کی صحبت اور روزمرہ کے معاملات سے
 ضرور کیا تو میں اُن سے دریافت کرتا ہوں کہ وہ احباب کون تھے وہی عرب کے مشرکین
 اور تثلیث پرست اور اُس ریگستان کے گنوار دہقانی پھر ان کی صحبت سے وہ تعلیمات اخذ کیں
 جس کا ذکر اوپر کیا گیا کوئی منصف رسالہ پیغام محمدی دیکھ کر اسکا منکر ہو سکتا ہے کہ تعلیم محمدی نے
 شریعت موسوی اور عیسوی کی پوری تکمیل کر دی پھر کیا یہ مشرکین پادری صاحب کے نزدیک
 ایسی ناقص اور مبتذل نہیں کہ آنحضرت نے مشرکین عرب کی صرف صحبت سے وہ تعلیم حاصل
 کی کہ بدرجہا شریعت عیسوی اور موسوی سے فائق ہو گئی اور اُسے کامل کر دیا اور کچھ تو سوچو
 کہیں تو یہی بات کہا کر دیا ہر جگہ بے تکی سوجھتی ہے اللہ تعالیٰ ہدایت کرے ۔

تعلیق ۱۵ - صفحہ ۴۰ - امر مذکور یعنی تعلیم محمدی بلا شک خدا کی طرف سے تھی اُس زمانے کے حالات اور واقعات پر نظر کرنے سے یقینی معلوم ہوتا ہے کیونکہ ایسے عالی مرتبہ و بلند درجہ کے علوم ربانی اور دقائق توحید اور حقائق تجید و آداب حسنہ و مکارم اخلاق و ضوابط ملت و حکم نافذ و مصلح ضروری جس میں عرب کی قوم ظنی اور جاہل تھی اون کے حاصل کرنے میں بڑی ریاضتیں اور دور دراز زمین چاہئیں اور چونکہ شخص احیاء کلمات علمیہ و علمیہ جیسے قرآن میں مجموعہ ہیں جمع ہوتا مستبعد ہیں تو ضرور ہے کہ مختلف عالموں اور متعدد فاضلوں اور حکیموں اور فیلسوفوں سے حاصل کیا ہوگا اور برسوں تک مشاہد خلق اور جماع ناس میں تحصیل علوم تحقیق معارف کے لئے آمد و رفت اور تردد و عظیم ہوا ہوگا اور اکثر آدمیوں نے اس امر پر اطلاع پائی ہوگی اور تمام قوم اور دور و نزدیک کے شہروں اور یگانوں اور بیگانوں میں اس امر کا شہرہ عظیم ہو گیا ہوگا۔ یا اگر ایک ہی شخص سے تحصیل کی ہوگی تو وہ خود بھی تمام کمالات کا جامع ہوگا اور اکثر لوگوں میں اس کی عظمت اور شہرت ہوگی یہاں تک کہ بچے اور عورتیں بھی ایسے شخص کو جانتے ہونگے اور اسکے شاگرد بھی ضرور متعدد و کثیر ہوں گے اور لازم ہے کہ اس تحصیل و تدبیر میں بہت سے لوگ محضرت کے شریک اور جلیس بھی ہونگے مگر آنحضرت کی نسبت ان میں سے ایک بات بھی ثابت نہیں ہے اور کسی قریش یا اور کسی اُس ملک یا غیر ملک کے دشمن نے کبھی ایسا طعن نہیں کیا کہ تم نے ہمیں میں رہ کر فلاں فلاں شخص سے علوم حاصل کئے اور اب ہمیں سے کہتے ہو کہ میں نے لکھا پڑھا نہیں یہ سب کچھ مجھے وحی سے معلوم ہو گیا اور ضرور تھا کہ جب محمد رسول خدا اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں منکروں کے رویں باواز بلند سب کے سامنے اپنی امتیت ظاہر کرتے اور عدم تعلم بیان کرتے تھے بلکہ اس کو اپنے مکاشفہ و وحی کی دلیل حقیقت گردانتے تھے چنانچہ سورہ عنکبوت میں فرمایا وَمَا كُنْتُمْ تَسْلَوْنَ مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخِطُّهُ بِيَمِينِكُمْ إِذَا آتَاكُمُ الْكِتَابُ الْمُبْتُلُونَ پس اگر یہ امر واقعی ہوتا تو سب کے سب بطلان و تکذیب میں متعدد ہو جاتے اور تحصیل و تعلم کے پتے بتاتے کیونکہ آنحضرت کی

مکذیب میں وہ لوگ ہر طرح سے کوشش اور سعی کرتے تھے اور ہمیشہ جھوٹی طعن و تشنیع کیا کرتے تھے اور جبکہ کبھی ایسا نہیں ہوا (اور ایسا الزام انکی طرف سے منقول اور سمجھ نہیں ہوا اگر ایسا ہوتا تو البتہ دشمنان دین ضرور اسکو بکثرت رائج اور مشہور کرتے اور اب تک یہ بات مشہور چلی آتی) پس ثابت ہوا کہ کبھی قبل نبوت آنحضرتؐ نے ایسے امور میں شہتعال اور ایسے علوم کا استحصال نہیں کیا انتہا۔

اسکے جواب میں پادری صاحب جو کچھ فرماتے ہیں اُسکا محصل اسقدر ہی کہ حضرت کا امی ہونا مسلم ہے مگر جیسے وہ اُن پڑھے تھے ویسی ہی اُن کی تعلیم ہے کہیں تقاض ہی کہیں ناقصی ہی کہیں اُسی وقت کے دستورات ہیں کوئی خوبی اُس میں نہیں ہے (دیکھو تعلیقات کا صفحہ ۵۵)

جواب۔ پادری صاحب کی اس بہت دھرمی کا کیا جواب دیا جا جو کوئی آفتاب نیروز کو تاریک بتائے اور چودھویں رات کے چاند کو ظلمت کہہ ٹھہرائے اُس سے کیا کہا جا جو کجرا کو نو گیتی فروز چشمہ ہو رہے زشت باشد بچشم موشک کور۔ مگر اس سے کوئی عیب اُسکی دشمنانی میں نہیں آسکتا۔ گرنہ بیند بروز شہرہ چشم بد چشمہ آفتاب راجہ گناہ۔ اب اہل انصاف کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ رسالہ بیغام محمدی اور آئینہ اسلام کو ملاحظہ کریں اُس وقت تعلیم محمدی کی خوبی کا حال معلوم ہو جائیگا اور جو کچھ میں ابھی لکھ چکا ہوں اُسپر بھی نظر رکھنا چاہئے اور علمائے مسیحی کی شہادتوں کے سامنے جو اوپر منقول ہوئیں پادری عماد الدین کی بُرائی کرنا (جو اسی بُرائی کی روٹی کھاتے ہیں اسی کی بدولت سینکڑوں روپیہ پاتے ہیں اپنے ہم مشربوں میں توقیر ہوتی ہے ڈگریاں ملتی ہیں) کیونکہ اہل انصاف کے نزدیک لایق سماعت ہو سکتی ہے اگر کوئی صاحب بطور خود تعلیم محمدی کی خوبی دریافت نہ کر سکیں اور رسائل مذکورہ بھی ملاحظہ نہ کریں تو صرف اُن شہادتوں کی وجہ سے جو مخالفین نے تعلیم محمدی کی عمدگی کی نسبت دی ہیں پادری صاحب کو خلاف گو یا سخت معاند کہیں گے کیونکہ وہ بغیر ضامنہ محض اظہار حق کے لئے گواہی دیتے ہیں اور پادری صاحب اپنے جاہ و منصب کی ترقی کیلئے یہ تحریریں

کرتے ہیں ایسا نہ کرتے تو اس قدر تنخواہ اور ڈی ڈی کا خطاب کس طرح ملتا اور تعلیم محمدی میں جو
 تناقض اور ناواقفی بتا رہے ہیں وہ محض اُن کی بے علمی اور تعصب کا باعث ہے اگر مقابلے
 میں اُن نے دریافت کیا جائیگا تو ایک تناقض بھی ثابت نہ کر سکیں گے اور ہدایت المسلمین میں
 جو کچھ اُنھوں نے لکھ کر اپنی ناواقفی کو طشت از بام کیا ہے اُسکا کافی جواب مولوی سید محمد صاحب
 نے تنزیہ الفرقان مطبوعہ مطبع مفید عام اگرہ ۱۹۲۷ء ہجری میں دیا ہے جس کے جواب ابجواب
 میں پادری صاحب سے کچھ نہیں ہو سکا مگر یہ اُن کی دیانت کھٹے یا تلبیس کے پھر دوسری بات
 اُنھیں اعتراضوں کو لکھ دیا ہے اور اکثر مقام پر جواب ابجواب میں ایک حرف بھی نہیں
 لکھ سکے تناقض اور اختلاف اسے کہتے ہیں جیسے ہم نے اناجیل میں دکھلا دے ہیں جس کے جواب
 میں آپ کو کسی مقام پر تو سو کا تب ماننا پڑا ہے اور کہیں پر غیر الہامی کہنا پڑا ہے۔

مخفی نہ ہے کہ جس طرح پادری صاحب تعلیم محمدی کی نسبت بار بار یہ کہتے ہیں کہ کوئی خوبی
 اُس میں نہیں ہے بلکہ جہل بے علم کی تعلیم ہوتی ہے ویسی ہی اسی طرح تعلیم عیسوی کی نسبت
 یہود و دیگر منکرین مسیح بھی کہتے ہیں اور کثرت سے اس قسم کی کتابیں موجود ہیں میں چند کتابوں
 اور مؤلفوں کے نام لکھتا ہوں۔

(۱) ڈاکٹر اسٹراس (۲) رے نن (۳) اسپائی نوزا (۴) ڈیوٹ (۵) تھیوڈور پارکر
 (۶) بشب کالند (۷) ڈاکٹر ہوم (۸) لمی آکسی (۹) نیومن (۱۰) ڈاکٹر نیامڈر
 (۱۱) ڈاکٹر اوسن (۱۲) مریت وغیرہم۔ ان کی کتابوں کو پادری صاحب پڑھا کر دیکھیں
 اُسوقت اُن کی آنکھیں کھلیں گی مگر سچ ہے کہ ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار کو دیکھیں یا ان کتابوں کو مریت
 جب کا نام میں نے اخیر میں لکھا ہے ایک عیسائی عالم کتابیں برس تک وہ عیسائی مذہب
 کا واعظ رہا اور اس مذہب کی خوب تحقیق کرتا رہا بعد تحقیق تمام وہ اس مذہب سے دست بردا
 ہوا اُس نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں انجیل کے ہر ایک سطر پر متعدد اعتراض کئے ہیں اور یہ بات
 کہتا ہے کہ انجیل کی تمام تعلیم بت پرستوں کی کتاب سے لی گئی ہے پھر اُس نے یہ بھی دکھایا ہے

کہ اس اس مقام پر لینے میں غلطی ہوئی ہے بت پرستوں کی فطانی کتاب میں یہ تھا اور مؤلفین
 اناجیل نے غلطی سے نقل کیا اسی وجہ سے اسپریت اعتراف ہوتا ہے جس کا جی چاہے اس کتاب
 کو ملاحظہ کرے سوائے لندن میں یہ کتاب طبع ہوئی ہے۔ اور یہ امر نہایت ظاہر ہے کہ انجیل
 میں کوئی عمدہ مضمون ایسا نہیں ہے جو کتب باقیہ میں نہ ہو اور کچھ اسی احکام ہیں ان کی حسن خوبی
 کا حال کتب مذکورہ سے معلوم ہو سکتا ہے پادری صاحب سے کوئی یہ دریافت کرے کہ
 انجیل میں کیا عمدگی ہے ذرا اُسے تو بیان کیجئے یوں دعوے کرنیکو تو ہر مذہب والا اپنے مذہب
 کی تعلیم کو سب سے عمدہ یقین کرتا ہے مگر عمدہ وہی ہے جو اہل انصاف کے نزدیک عمدہ حق عمدہ
 ثابت ہو چنانچہ تعلیم محمدی کہ علاوہ اور لوگوں کے خود عیسائیوں کے نزدیک بھی اُسکی کمال
 عمدگی ثابت ہو گئی ہے اب اگر کوئی متعصب کسی دنیاوی غرض سے اُسے خراب بتائے تو وہ
 ہرگز ناقص نہیں ہو سکتی۔

واضح ہو کہ مخالفین جب تعلیم محمدی کی عمدگی دیکھ کر متحیر ہوئے اور یہ خیال کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 نے دنیاوی طور پر تعلیم نہیں پائی ہے پھر یہ حیرت انگیز اور دل کی ہلانے والی باتیں کیونکر بیان
 کرتے ہیں تو سبب مخالفت کے سیدھی راہ سے تو محروم رہے (یعنی یقین نہ کیا کہ بلاشبہ یہ
 خدا کی تعلیم ہے) مگر طرح طرح کی اُسیں تاویلیں اور احتمالات نکالنے لگے اُنہیں احتمالات اور توہمات
 کو منشی صاحب صفحہ ۴۴ میں نقل کر کے اُسکا جواب دیتے ہیں اور دس باتیں محققانہ تحریر کرتے
 ہیں جسے اُن کے توہمات کی بیخ کنی ہو جاتی ہے۔

اول یہ کہ اگر حالت سفر میں اہل کتاب سے قرآن کے عمدہ مضامین سیکھتے تو ضرور اسکی شہرت
 ہوتی اور جو لوگ اہل کتاب کے پاس آتے جاتے اکثر اوقات دیکھتے وہ ضرور اسکا اظہار کرتے
 بلکہ جب آنحضرت نے ایسا دعویٰ کیا تھا تو وہ اہل کتاب خود اگر الزام دیتے مگر ان باتوں کا
 کہیں پتہ اور نشان نہیں ہے پادری صاحب اسکا جواب صفحہ ۸۶ و ۸۷ میں اس طرح دیتے ہیں
 قولہ ہم یقین ہے کہ حضرت نے ضرور کتب اہل کتاب سے اخذ کیا اور عرب میں کیا ساخت

چچا ہوا کہ محمد صاحب کو اسکا جواب دینا پڑا مگر وہ جواب بھی ناقص تھا سورہ نحل میں ہے
(وَلَقَدْ نَخْلَمُ اتَّخَذْتُمْ يَتُومَ الْاَيَاتِ) ترجمہ ہجو معلوم ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ محمد کو سکھا تا ہی
کوئی آدمی جس آدمی کو وہ سکھانیوالا خیال کرتے ہیں اُس آدمی کی زبان تو عجبی ہی اور یہ قرآن
تو صاف فصیح عربی زبان ہے پس اُس عجبی نے یہ فصیح عربی کیونکر سکھائی۔ انتہا۔

میں یہ کہتا ہوں کہ جس آیت سے پادری صاحب سند لائے ہیں اُس میں تو معاندین کی ضرر
بدگمانی کا ذکر ہے اُس سے یہ ثابت کرنا کہ آنحضرت نے اہل کتاب سے اخذ کیا سخت جہتا
ہے یعنی معاندین جب آپ کی تعلیمات اور فصاحت کلام دیکھ کر متحیر ہوئے اور اپنے دل میں
خیال کیا کہ شخص ہمارا بھائی ہماری قوم کا ایسی تعجب انگیز تعلیم اس معجز بیانی کے ساتھ کیونکر پان
کر سکتا ہے ضرور کوئی شخص انکا معین ہے اب وہ شخص عرب میں سے تو ہونہیں سکتا
کیونکہ وہ سب ہماری قوم ہے ہم اُن کے حالات اور استعداد سے بخوبی واقف ہیں انہیں سے
کوئی ایسی تعلیم نہیں کر سکتا تو لامحالہ کوئی باہر کا عجبی انکو تعلیم کرتا ہی جو بڑا لائق ہوگا۔

یہ اُن معاندین کا محض خیالی پلاؤ تھا جسکا ذکر قرآن مجید میں آیا ہی۔ دیکھو حضرت مسیح جو بھوت
پہلیت نکالا کرتے تھے منکرین ہی کہتے تھے کہ شیطان یا روح خبیث کے ذریعے سے

نکالتے ہیں اسکا کوئی جواب شافی انجیل میں نہیں ہے۔ اسی طرح جب حواریوں پر روح القدس
اُترا اور وہ مختلف زبانیں بولنے لگے تو بعض لوگوں نے ٹھٹھے سے کہا کہ نئی مے کے نشے

میں ہیں (اعمال ۱۶) اب اگر پادری صاحب کے نزدیک مخالفوں کی بدگمانی قابل اعتبار
ہے تو انھیں حضرت مسیح اور حواریوں کی نسبت جو کچھ مخالفین نے کہا ہی اُسے بھی ماننا پڑیگا

لہذا انھیں چاہئے کہ حضرت مسیح کے معجزات اور حواریوں کی رسالت سے ہاتھ اٹھائیں
کیونکہ حضرت مسیح کے کرشمے تو مخالفوں کے نزدیک خبیث روح کے ذریعے سے تھے

پھر وہ کب لائق اعتبار ہو سکتے ہیں اسی طرح حواریوں کی رسالت جو بوجہ نزول روح القدس
پائی جاتی ہے مخالفوں کے نزدیک وہ نزول نہ تھا بلکہ شراب کا نشہ تھا اکمال اگر مخالفوں کی

بدگمانیوں کو واقعی ثبوت سمجھا جائے تو کسی مذہب کی حقیقت ثابت نہیں ہو سکتی اس لیے جو بدگمانی صحت
 نے معاندین عرب کی بدگمانیوں کا اعتبار نہیں کیا بلکہ یہ لکھا ہے کہ ایسے علانیہ دعوے کے
 بعد جیسا آنحضرتؐ نے کیا تھا ان الزامات کا شہرہ اور ثبوت نہیں پایا جاتا جس کا ذکر اوپر ہوا
 بلکہ شہرت کا تو وجود ہی ثابت نہیں ہوتا اگر پادری صاحب مدعی ہیں تو ثابت کریں قرآن سے
 تو اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ بعض عرب نے ایسا وہم کیا مگر بعض کے وہم کرنے سے شہرت کا
 ثبوت نہیں ہو سکتا پھر وہ بعض بھی اپنا مشاہدہ بیان نہیں کرتے محض اٹکل پتھر کہتے ہیں لہذا
 اس سے نہ تو الزام کی شہرت ثابت ہوتی ہے اور نہ واقعی ثبوت ہوتا ہے اسکے بعد بدگمانی صحت
 یہ کہتے ہیں کہ وہ معلوم جس سے آپؐ سیکھا کرتے تھے وہ ایسے دعوے کے وقت ضرور الزام دیتا کہ
 ہم سے ہی تو سیکھا ہے اور پھر ہمارے ہی سامنے دعوے کرتے ہو خصوصاً ایسی حالت میں
 کہ وہ اہل کتاب میں سے ہو کیونکہ بعض اہل کتاب آنحضرتؐ سے سخت دشمنی رکھتے تھے
 وہ ضرور اسے اشتعال دیتے اور الزام پر آمادہ کرتے مگر اس کا کس نشان نہیں ملتا اس کا جواب
 پادری صاحب گول کر گئے کوئی الٹی سیدھی تقریر نہ چلی پادری صاحب کی عادت ہے کہ
 جہاں دم مارنے کی بھی گنجائش نہیں ملتی وہاں چپ چاپ چلے جاتے ہیں کان تک نہیں ہلاتی
 اور پھر جواب دہی کا دعوے کرتے ہیں۔

اب ناظرین قرآن مجید کے اس جواب کو بھی سن لیں جو ان معاندین کے خیالی پلاؤ کے دفع
 کرنے کے لئے دیا ہے جس کو پادری صاحب اپنی نافہمی سے ناقص بتاتے ہیں۔ وہ یہ کہ
 بعض معاندین جو اٹکل پتھر کسی عجمی کو آنحضرتؐ کا معلم بتاتے ہیں تو ہم یہ کہتے ہیں کہ بہت اچھا
 ہمنے فرض کیا کہ وہ مضامین کسی عجمی سے اخذ کئے مگر یہ عبارت فصیح جیسے مثل لانے سے تم عاجز
 ہو اور مستحیر ہوتے ہو کس نے تعلیم کی یہ جواب ایسا ہے جیسے کوئی شخص قصر مسافت اور ختصاء
 کلام کے لئے مخالفت کی بات کو تسلیم کر کے اس طور پر الزام دے کہ اُس کے ذہن میں جلد
 آجائے اور زیادہ فہمائش کی حاجت نہ ہو اگر خدا تعالیٰ ان کے جواب میں یہ کہتا کہ انھوں نے

کوئی مضمون کسی سے نہیں سیکھا اور وہ مضامین جو قرآن میں بیان ہوئے ہیں ہرگز کسی بشر کی طاقت سے وہ بیان نہیں ہو سکتے تو سرگرم وہ جہاں عرب اسکو نہ سمجھتے اور یقین نہ کرتے اور کہتے کہ ہم کس طرح کہیں کہ کوئی شخص ایسی تعلیم نہیں کر سکتا ہم کیا تمام جہان کا حال جانتے ہیں اور چونکہ مضامین عالی اُنکے خیال میں کبھی آئے بھی نہ تھے تو چند اُن اُنھیں قدر بھی نہ تھی مضامین عالیہ کو عالی سمجھنا فہم و حال کا کام نہیں بلکہ بڑی عالی و داعی کا کام ہے البتہ قصداً عبارت میں اُن کو کمال تھا اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہمارے مثل جہان میں کوئی فصیح نہیں ہے اسکے وفاق سے وہ خوب واقف تھے اسلئے اُنکے مقابلے میں ضرورتاً کہ اول جو اکو چھوڑ کر دوسرا جواب دیا جائے کیونکہ اس سے وہ بخوبی اپنے دل میں ملزم ہونگے اور کہیں گے کہ واقعی اگر مضامین اسنے کسی سے سیکھے تو عبارت ایسی عجیبی کون بول سکتا ہے جسکے مثل لانے سے ہم عاجز ہیں حالانکہ ہمارے مثل جہان میں کوئی فصیح عبارت عربی نہیں بول سکتا اسواسلئے وہ معاذیں اس جواب کو سنکر بالکل ساکت ہو گئے کچھ جواب سکا نہ بن پڑا اگر کچھ کسی نے کہا ہو تو پادری صاحب ثابت کریں پس جب اسوقت میں کسی نے اعتراض نہ کیا تو بقول پادری صاحب بوقت میں یہ اعتراض قابل سماعت نہیں چنانچہ ہدایت السالین مطبوعہ مشاء کے صفحہ ۷۷ میں پادری صاحب نے نسبتاً مد کی نسبت لکھا ہے اُس زمانے میں کہ جب اُنکی بابت بحث کرنا لازم تھا کچھ اعتراض نہیں ہوئے ہیں بلکہ یہ مقبول ہو چکے ہیں تو پھر ہم اسے نقصان نہیں جان سکتے تھے اور صفحہ ۷۵ و ۷۶ میں اسی نسبتاً مد کی بابت لکھا ہے۔ اُس عہد میں یہ نسب نامہ درلوقا والا نسبتاً مد بھی مقبول ہوا ہے اسلئے اس عہد کے اعتراض اس بارہ میں توجہ کے لائق نہیں ہیں انتہا پس جب انجیل پر اس قسم کے اعتراض لائق توجہ نہیں تو قرآن مجید پر بطریق اولیٰ انہونگے۔ اسکے بعد جو کچھ منشی صاحب نے نہایت معقول اور مستند نوامور بیان کئے ہیں جن سے ہر منصف مزاج کو اس امر میں یوری نسلی ہو جاتی ہے کہ آنحضرت نے کسی سے سیکھ کر قرآن مجید میں مضامین داخل نہیں کئے مگر چونکہ یہ امر نہایت ظاہر اور اہل انصاف کے

نزدیک مسلم ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم نہایت اعلیٰ اور اشرف ہے چنانچہ اس وقت میں بحر
تھوڑے متکھمین کے تمام عقلا کا اس پر اتفاق ہو گیا ہے اسلئے منشی صاحب نے اپنے کلام کی
بنیاد اس بدیہی اور مسلم امر پر رکھی ہے اور جو کوئی تاریخی واقعہ ذکر کیا ہے تو اُس میں موثق اہل بود
عیسائی کا حوالہ دیا ہے تاکہ عیسائیوں کو گفتگو کی گنجائش نہ رہی پادری صاحب اُن امور کے
جواب میں کوئی واقعی اور محقق امر نہیں بیان کرتے محض تحکم کے طور سے دو باتیں کہتے
ہیں ایک یہ کہ آنحضرتؐ نے ضرور دیکھا ہے دوسرے یہ کہ قرآن مجید کی تعلیم ناقص ہے پہلے
امر کے جواب میں اس قدر کہتا ہوں کہ بلا دلیل کوئی دعوئے قابلِ سماعت نہیں ہو سکتا
انھیں چاہئے کہ معتبر روایات سے اسے ثابت کریں جن میں صاف صاف آنحضرتؐ کے
تعلیم پانیکا ذکر ہو مگر یہ امر محال ہے اور دوسرے امر کا جواب میں ابھی دے چکا ہوں مگر یہاں
اس قدر کہتا ہوں کہ جنھیں خدا نے عقل و انصاف سے بہرہ یاب کیا ہے اور آنکھیں غنایت
کی ہیں گم نہ وہ آنحضرتؐ کو نبی نہیں مانتے مگر قرآن کی خوبی تعلیم پر لوٹ ہو رہے ہیں سچیں
کوئی شک نہیں کہ قرآن ہی وہ کتاب آسمانی ہے جس سے انسان کی روح کو پوری تسلی
ہو جاتی ہے اور اپنی زندگانی سے کامل فائدہ اٹھا سکتا ہے قرآن ہی وہ کلام مقدس
ہے جسکے ذریعے سے خدا کی ذات اور صفات کا علم نہایت مدلل طور سے ہمیں حاصل ہوا
اسی پاک کتاب میں وہ تعلیم ہے جسکے ہر ایک حکم کو انسان نہایت کشادہ دیشانی سے تسلیم
کر سکتا ہے ہر حکم اُسکا ایسا معتدل اور سچے اصول پر مبنی ہے جسکی وجہ سے عقل سلیم بیختمہ
کہ اُٹھتی ہے کہ بلا شک یہ حکم اُسی پیارے اور سچے خدا کا ہے جو اپنے بندوں پر نہایت
مہربان اور حکیم مطلق ہے چنانچہ پیغام محمدیؐ میں اسکا ثبوت قرار واقعی دیا گیا ہے ناظرین
وہاں ملاحظہ کریں کسی معاند بندہ درہم و دینار کے انکار سے کوئی سچی اور واقعی بات جھوٹی
نہیں ہو سکتی ایسے بھی انسان ہوئے ہیں جنھوں نے آفتاب و مہتاب کا انکار کیا ہے
پادری صاحب نے بھی فرقہ عنادویہ اور لادریہ کا حال دیکھا سنا ہوگا پھر کیا اُنکے کہنے

سے کوئی شے موجود نہ رہی گی نہیں ضرور تمام اشیاء بالبداهت موجود ہیں اور اُن کا خیال
 سراسر باطل ہے اسی طرح سے پادری صاحب کا بھی دعوے ہیں۔ واضح ہو کہ پادری صاحب
 نے جو کچھ منشی صاحب کے نوامروں کے جواب میں لکھا ہے اُس کا خلاصہ صرف اس قدر ہے
 جو ہم نے بیان کیا اور یہ امر ہماری تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ اس دعوے کی بنیاد محض تعصب
 و عناد ہے اور کچھ نہیں لہذا اب ہمیں پادری صاحب کی لا طائل تقریر کی طرف توجہ کرنی
 کچھ حاجت نہیں ہے جو منصف مزاج منشی صاحب کی تحریر کو سامنے رکھ کر پادری صاحب
 کی تحریر کو دیکھیں گے وہ خود جان لیگا کہ منشی صاحب کی تحریر کا ہرگز جواب نہیں ہوا البتہ دو
 امر یہاں قابل بیان ہیں ایک یہ کہ منشی صاحب نے شام کے دو سفروں کو مانا ہی جنکا
 ذکر ابھی کیا گیا پادری صاحب کے جواب میں لکھتے ہیں کہ جانا تو کئی بار ہوا ہے پھر منشی صاحب
 دو سفر تو مانتے ہیں (دیکھو صفحہ ۹۰ نقلیغات) میں کہتا ہوں کہ سخت افسوس ہے کہ پادری
 صاحب ہر جگہ زبردستی کرتے ہیں اور کہیں دلیل پیش نہیں کرتے اسی طرح یہاں بھی کئی بار
 شام کے جانیکا دعوے کیا ہے مگر ثبوت نداد رہے ذرا آنکھیں کھول کر سیرت جلی ملاحظہ
 کریں اُس میں لکھا ہے لم یثبت انہ صلی اللہ علیہ وسلم سافرالی الشام اکثر من مرتین انتہ۔
 یعنی آنحضرت کا شام کی طرف دو مرتبہ سے زیادہ سفر کرنا ثابت نہیں۔ تب ناظرین پادری
 صاحب کی زبردستی دیکھیں کہ موثرین تو صاف کہہ رہے ہیں کہ شام کے دو سفروں سے
 زیادہ کا ثبوت نہیں ہے۔ مگر پادری صاحب یہی کہہ رہے ہیں کہ جانا تو کئی بار ہوا ہے یہ
 زبردستی نہیں تو کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ منشی صاحب صفحہ ۹۰ میں یمن کے سفر کا انکار
 کرتے ہیں اور ڈاکٹر اسپرنگر کا (جو بہت بڑے معتبر مورخ ہیں) حوالہ دیتے ہیں پادری صاحب
 صفحہ ۹۱ میں کہتے ہیں کہ سپرنگر کا قول کچھ وحی نہیں ہے جس پر قطعیت کا فتوے دیا جائے
 میں کہتا ہوں کہ منشی صاحب سپرنگر کے قول کو وحی نہیں سمجھتے بلکہ اُن کو آپکا بھائی جانتے ہیں
 اور چونکہ آپ کے برادر کرم ہیں اسلئے آپ کے مقابلے میں انکا حوالہ دیتے ہیں اگر آپ انھیں دلیل کریں تو آپ کو

اختیار ہے منشی صاحب نے کچھ اسپرنگر کے بھروسہ پر یہ دعوائے نہیں کیا ہے بلکہ واقعی امر نظر کر لی ہو
 سفرو میں کا کہیں پتہ نہیں ہے اس وقت میرے پاس متعدد تواریخیں اہل اسلام کی رکھی ہیں جن میں
 حلبی کے کسی میں اسکا پتہ نہیں ہے مثلاً سیرت ابن ہشام جو سیرت ابن اسحق کو بھی شامل ہے
 تاریخ ابوالفدا کتاب لکال فی التاریخ ابن اثیر کی جولدن میں چھپی ہے یہ کتابیں حضرت کے
 حالات پر مشتمل ہیں مگر ان میں سوائے اُن دو سفروں کے جو حضرت نے شام کی طرف لئے ہیں
 پہلا اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ نو برس کے سن میں دوسرا میرہ کے ساتھ تجارت کیلئے
 یمن یا یحییٰ برس کے سن میں اور کسی سفر کا ذکر نہیں ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ سفر
 یمن کا ثبوت واقعی انہیں ہے ورنہ یہ لوگ ضرور لکھتے اور بالفرض یمن ایک مرتبہ گئے بھی
 ہوں تو اُس سے کیا ہوتا ہے کیونکہ پہلی مرتبہ شام کو نو برس کے سن میں جانا ہوا وہ تو کسی شہر
 میں ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ اس سن میں اس قسم کی تعلیم اخذ کرنے کا حوصلہ نہیں ہوتا اب حضرت
 دو سفر رہ گئے پھر ان سفروں میں کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ اپنے علمائے اہل کتاب سے صحبت
 کی ہو اور بالفرض اگر کسی قدر صحبت ہوئی بھی ہو تو اُس سے ایسی تعلیم کا اخذ کرنا غیر ممکن ہے
 جیسی تعلیم قرآن مجید میں ہے کیونکہ اقل تو آپ تجارت کے لئے گئے تھے اُنہیں صحبت اور تعلیم
 کی فرصت بہت کم ملتی ہوگی دوسرے یہ کہ آپ کی وہ تعلیم جو اہل کتاب کے خواب میں بھی تھی
 جسکی وجہ سے شریعت سابقہ تکمیل ہوئی وہ کس سے سیکھی تھی اُسکا معلم تو بحر خدا کے
 اور نہیں ہو سکتا۔ حاصل کلام یہ کہ منشی صاحب نے جو تقریر حکیمانہ اثبات نبوت میں کی تھی وہ

۵ اگرچہ بعض تواریخ میں بارہ برس کا سن لکھا ہے مگر علامہ ابن اثیر کمال میں نو برس لکھتے ہیں اور
 حلبی اپنی تاریخ میں اسی قول کو راجع بتاتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں وکان سنہ صلی اللہ علیہ وسلم تسعین
 الراج یعنی اس وقت سن آنحضرت کا بقول اِج نو برس کا تھا اور اگر بالفرض بارہ ہی
 برس کا سن ہو تو بھی اس سن میں سفر کی حالت میں انسان کیاسیکھ سکتا ہے خصوصاً ایسی
 قوم کا رہنے والا جن میں علم کا مطلق چرچا نہ ہو ۱۲۔

نہایت صحیح اور قابل قبول ارباب عقول ہے اور جو کچھ توہمات پادری صاحب نے کئے تھے وہ محض اُن کی خام خیالی اور تعصب و عناد کا ثمرہ تھا ہر جگہ اُنھوں نے تحقیق و انصاف کو چھوڑ کر حق بات کو چھپانا چاہا ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت کے حالات اور تعلیمات عمدہ دلیل نبوت ہیں اب میں یہاں معجزات کا ذکر کیا چاہتا ہوں جو پادری صاحب کے نزدیک دلیل نبوت ہیں اور اُس کے ضمن میں احادیث کا ذکر بھی ہے اس بیان کو جناب منشی صاحب نے ۸ و ۹ و ۱۰ تعلیقوں میں لکھا ہے وہو ہذا۔

حدیث کے معتبر ہونے کا بیان

تعلیق ۸۔ مشاہیر محدثین اور جامعین روایات کی صدق نیت اور امانت اور دیانت اور رفعت بلذات اور وضع کے لئے ایک مسیحی محقق کی کیفیت اور نتیجہ تحقیق اسکی مشہور کتاب سے کہ اُسکا موضوع بھی سیرت رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء ہے ذیل میں لکھتا ہوں جس سے علماء الدین کے شبہات و اہمیہ جو جامعین حدیث اور راویوں کی نسبت ہیں مروود اور باطل ہو جاتے ہیں عیسوی مذہب کے بڑے سرگرم حمایت کرنے والوں میں سے سر ولیم میور (جنھوں نے جناب رسول خدا کی سیرت میں ایک تاریخ لکھی جو اس فن کی اور تالیفات سے زیادہ تر مشہور اور متداول و مرجع افاضل ہے) پہلی جلد کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔ اس میں شبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ محدثین اپنے کام میں استباز اور دیانت دار تھے یہ بھی اچھی طرح قبول کیا جائے کہ جو روایتیں اُس وقت رائج تھیں اُنھوں نے نیک نیتی سے اُنھیں تلاش کیا اور جن اسناد پر وہ قائم تھیں اُن میں بڑی احتیاط سے تحقیق کی اور نہایت احتیاط و صحت سے اُنھیں قلمبند کیا اُنکے جمع کرنے والوں کے سبق ظن نے تو بیشک کسی روایت کے سلسلہ اسناد کے قبول یا رد کرنے میں اٹھ کیا ہو گا مگر ایسے گمان کی کوئی وجہ نہیں کہ اُنھوں نے خود روایتوں میں کسی طرح دست اندازی کی ہو مثلاً ایک شیعی المذہب محدث ایسی روایت کو جو بنی امیہ کے سلسلے سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہو ترک کر دیا اور اُنھوں کا ہوا خواہ ہر ایک سلسلہ روایت کو جس میں وہ خاندان علی کا

کو فی خفیہ دوست پاویگا ترک کرویگا لیکن لظن غالب نہ یہ نہ وہ کسی روایت میں جسکے سلسلہ اسناد کو بلا تعرض تسلیم کریگا اسحاق یا اختلاف کسی مضمون یا محمول کا ہو نہ کریگا ان جامعین کی نئیاداری ان کی کتابوں کے طرز تحریر اور مضمون سے ثابت ہوتی ہے ایک کامل سلسلہ اسناد کا جسکے واسطے ہر ایک روایت کے ہر ایک طبقہ میں اصحاب سول میں سے کسی شخص تک سیاق ہونی ہے ہمیشہ روایت کے قبل رکارہتا ہے اور جو نام اس سلسلہ کے لاقبل آخری گواہ بھی بیان کرتے ہیں ان کی صحت ہمیں تسلیم کرنی ضرور ہے۔ یہ نام محض بناوٹ کے نہ تھے بلکہ واقعی اشخاص کے نام تھے اکثر ان میں سے ارباب شہرت تھے مجموعہ روایات عموماً مشہر ہوتے تھے اور ایسی اسناد میں اختلاف کرنے سے جامعین کے اعتبار میں نقصان آتا تھا اور محدث عموماً وار العلم حدیث کا مرکز ہوتا تھا اور عامہ ناس اسکا اسناد پر تنقید کرتے تھے پس جہاں تک اس قسم کی تنقید کو اعتبار ہو سکتا ہے اسقدر اعتبار یہاں بھی فوراً تسلیم ہو سکتا ہے پھر جس سادگی سے نہایت ہی مختلف روایتیں قبول کی گئیں اور برابر لگائی گئیں یہ باتیں ان محدثوں کی راستبازی کی ضمانت ہیں۔ جو کچھ جمع ہو سکا وہ سب با احتیاط سادگی سے انبار کیا گیا۔ ہر ایک روایت کو خواہ محض تکراری ہو یا وہ ایک نون اگلی روایتوں کے صریح خلاف ہو یعنی اسناد مخصوص بلا اعتراض لکھ گیا اور ان شدید غیر معمولی امور اور محض افسانہ بلکہ صریح اختلافات کا بھی کچھ اعتداد نہیں کیا پس اس سے اور کچھ نہیں تو صدق نیت تو لامحالہ ظاہر ہے۔ ایسا نہوتا تو روایات مختلفہ کے رفع کرنے یا تطبیق دینے میں تکلیف گوارا کرتے اور اسقدر روایتیں جنہیں یا تو ادھر یا ادھر جمع کرنے والے کی رائے اور سبق عقل کو دخل ہوا تھا ہر کو معتبر نظر آتیں اگر ہم ان کی نیت تصور کریں تو ساتھ ہی یہ بھی تصور کریں کہ مخالف روایتوں کو انہوں نے بلا تعصب قبول کر لیا انتہا۔

اس تعلیق سے منشی صاحب نے متن حدیث اور اس کی سند دونوں کی صحت ثابت کی اور یہ بات ظاہر کی کہ محدثین نے نہایت تحقیق اور احتیاط سے سلسلہ حدیث کو اوزیر اسکے متن کو تلاش کر کے قلمبند کیا پس وہ توہات جو پادری صاحب نے اپنی تاریخ کے صفحہ ۹ اور ۱۰ میں سلسلہ

حدیث پر کئے ہیں یا دوسرے مقام پر فن متن حدیث پر کچھ کلام کیا ہے محض خیالات فاسدہ ہیں اب پادری صاحب اس مدعا کو نہ سمجھ کر اُسکا جواب اس طرح دیتے ہیں۔
تفلیح صفحہ ۳۸۔ اے صاحب میں اُنھیں اُنکے کام میں ہرگز بے دیانت نہیں کہتا اور چور یا جلسا سز بھی نہیں بتاتا۔

جواب پھر سلسلہ حدیث پر کیا کلام ہے جب محدثین سچے اور محقق تھے تو جو اُنھوں نے سلسلہ اسناد بیان کیا ہے وہ واقعی اور سچا ہوا اُنھوں نے سلسلہ اسناد کے ہر شخص کو خوب تحقیق کر لیا ہے اور اُسکے صدق و دیانت کا حال بخوبی دریافت کیا ہے اسکے بعد اُنھوں نے روایت کی ہر ٹکڑی کو سچا بتا کے پھر وہ تقریر کرنی جو پادری صاحب نے تیانخ محمدی کے صفحہ ۵ میں کی ہے عقل کے خلاف ہے ان دونوں قولوں میں تعارض ہے ناظرین صفحہ ۵ کی تقریر کو ملا کر بغور ملاحظہ کریں۔

قولہ۔ مگر یہ کہتا ہوں کہ یہ فن ہی ناکارہ ہے جن قواعد اصولیہ اپنے سے اُنھوں نے بڑی محنت اور دیانت کے ساتھ تحقیق کی ہے وہ قواعد ہی ایسے نہیں ہیں کہ آدمی کو غلطی سے بچا دیں دیکھو تیانخ محمدی ۹ صفحہ سطر ۳ سے ۸۔

اقول۔ صاحبو میں کہتا ہوں پادری صاحب کی ہٹ دھرمی اور اندھیر کی شکایت کروں محدثین کے اصول تحقیق کو ناکارہ بتاتے ہیں ذرا آپ ہی انصاف کریں میں کچھ اصول اُنکے بیان کرتا ہوں اول جو محدث جس شخص سے روایت کرتا تھا وہ اُسکے پہلے حالات دیکھتا تھا کہ یہ راوی اپنے اقوال و افعال میں دیانت دار اور سچا ہے یا نہیں اگر اس محدث نے اُسکی صحبت میں رہ کر یا اُسکے صحبت یافتہ لوگوں سے معلوم کیا کہ یہ راوی جو مجھ سے حدیث بیان کرتا ہے ہر ایک بات میں سچا ہے کبھی انویا جھوٹی بات نہیں کہتا اور سواے جھوٹ کے وہ سکرگنا ہوں سے بھی بچتا ہے اُس وقت وہ محدث اُسکی روایت کو لیکھا اور اُس حدیث کو بیان کر لیکھا اور اُسکے نزدیک ایک مرتبہ بھی اُسکا جھوٹ ثابت ہو جائیگا یا کوئی دوسرے

گناہ کا مرتکب پانچا تو یہ محدث ہرگز اُس سے روایت نہ کر لیا اور اگر کر لیا تو کم دیکھا کہ ہرگز قابل اعتبار نہیں اسکا فلاں راوی کذاب یا فاسق ہے پس ایک مرتبہ کے جھوٹ یا فسق سے اسکی تمام روایتیں غیر معتبر تھیں جائیگی اور پھر محدثین اتنی ہی تحقیق پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ بعد دیکھنے چال چلن کے قوت حافظہ پر بھی نظر کرتے ہیں اگر اُسے قوی حفظ پاتے ہیں اور جان لیتے ہیں کہ اسے سن بیان کا مرض نہیں ہے اور اُسے یاد رکھنے کا شوق ہے لا پر وہی نہیں کرتا ہے اُسوقت اسکی روایت کو صحیح کہتے ہیں علیٰ ہذا القیاس وہ راوی بھی اپنے استاد کو اسی طرح چاچیکا اگر موافق شرائط مذکورہ کے پانچا تو روایت کرے گا ورنہ نہیں اسی طرح جو واسطے درمیان میں حضرت تک ہوں گے اُن کی تحقیق اسی طرح پر کی جائیگی اُسوقت اُس حدیث کی صحت اور عدم صحت پر حکم کیا جائیگا۔

اب ناظرین انصاف کریں کہ سمیات کے ثبوت کے لئے اس عمدہ کیا طریقہ ہو گا اور وہ جو تاریخ مخمومی کے صفحہ ۶ کا حوالہ دیا ہے اسی کوئی امر مذکور نہیں ہے جس سے محدثین کے اس قاعدے پر نقص ہوتا ہو جب کا جی چاہے اُس صفحہ کو دیکھ لے۔ پادری صاحب سے کوئی یہ دریافت کرے کہ بھلا محدثین کے تو اصول مذکورہ آپ کے نزدیک ایسے نہ ہوتے کہ غلطی سے محفوظ رکھیں اب آپ فرمائیے کہ آپ کے علمائے کون سے اصول قائم کئے ہیں جس سے انسان غلطی سے محفوظ رہ سکے ذرا وہ بھی تو ہم سنیں اور دریافت کریں کہ دو سو برس تک کس طریقہ سے نابحیل کی روایت رہی خیر پادری صاحب جیسا بیان کریں گے وہ تقلیحِ نهم میں معلوم ہوا جاتا ہے یہاں میں کچھ مختصر حال سند قرآن و حدیث و انجیل کا بیان کرتا ہوں۔ واضح ہو کہ فنِ درایت اور علمِ اسناد و تحقیق رُواة جس طرح اہل اسلام میں ہے اُسوقت تک کسی اہل مذہب کے یہاں نہیں پایا جاتا اور بار بار پادیوں سے گفتگو آئی وہ انجیل کی ایسی سند دینے سے عاجز ہو گئے جیسی ہم قرآن شریف و حدیث کی ویدی اور انجیل سے اقرار کر لیا کہ ایسی سند ہم نہیں دے سکتے پادری صاحب اپنی سرخروئی دکھانے کو مذہبِ عیسوی

ہے وہ عز کا وصفا مانا جاتا ہے ہیں جو آج تک کسی سے نہ ملتا اور نہ مل سکے اب محفل کیفیت
 شہداء میں مجید اور احادیث بیان کی جاتی ہے مخفی نہ رہے کہ قرآن مجید کی سند کتابی اور زبانی
 دونوں ایسی متکم اور صحیح ہمارے پاس ہے کہ کوئی ہمارا مخالفت اپنی اس کتاب کی جسے وہ
 کتاب اللہ جانتا ہے ہرگز نہیں لاسکتا ہمارے مخاطب بڑی زبان درازیاں کرتے ہیں
 پھلا مجموعہ عہد قبل کے ایک ہی سالہ کی ایسی سند بیان کریں ہمارا انکا اسی پر فیصلہ ہے پھر
 کیا وہ اس میں مقبول طور سے دم مار سکتے ہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں یہ ان ہونی بات ہے
 قرآن کی سند کتابی کے یہ معنی کہ حضرت نے اپنے رو برو تمام قرآن مجید لکھوایا اور پھر انھیں
 کے دیکھنے والوں اور قرآن کے حافظوں نے اس تمام لکھے ہوئے کو جمع کیا اور نقلیں کر
 جایا منتشر کیں اور اسی طرح ہمیشہ اسکی نقلیں تمام ملکوں اور دیاروں میں ہوتی رہیں اور
 رفتہ رفتہ ہم تک پہنچیں اور وہ اصل نسخہ جو حضرت کے دیکھنے والوں نے ان تحریروں سے
 نقل کیا تھا جو حضرت کے رو برو ہوئیں تھیں تک کعبہ شریف میں موجود ہے امام اسکا نام
 ہے اور دوسری نقلیں اور مقامات پر بھی ہوں گی مجھے اسوقت تحقیق نہیں ہو کیونکہ کسی نقلیں
 صحابہ نے کر کے جایا بھیجی تھیں۔ اور زبانی سند کا یہ حال ہے کہ سیکڑوں صحابہ یعنی حضرت
 کے دیکھنے والوں نے حضرت سے سنا اور زبانی یاد کیا اور ایک ایک حرف کی تحقیق کی اور
 باوجودیکہ لکھا ہوا موجود تھا مگر لوگوں کی تحقیق و احتیاط کا یہ حال تھا کہ تمام قرآن مجید کو بتل میں
 اور میں میں مرتبہ بلکہ اس سے بھی زیادہ ان لوگوں کے رو برو پڑھ پڑھ کر سنا تے تھے جنھوں نے
 خود آنحضرت سے یاد کیا تھا اور آپ کی زبان مبارک سے سنا تھا اور پھر حضرت عمرؓ نے
 سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال سے چوتھے برس قرآن مجید کی حفاظت کی ایک عہدہ
 تدبیر یہ نکالی کہ رمضان کے مہینے میں ابی بن کعب صحابی کو جو مشہور حافظ قرآن تھے اور اول سے
 آخر تک حضرت سرور عالم کے رو برو انھوں نے قرآن مجید کو خوب زبانی یاد کر لیا تھا یکم دیا کہ جمع عام
 میں نماز کے اندر تم امام بنکر قرآن مجید سنایا کرو اور دوسرے صحابی جنھوں نے آنحضرت سے قرآن مجید

یا دیکھا ہے یا وہ لوگ جنہوں نے حضرت کے دیکھنے والوں سے یاد کیا ہو وہ سبنا کریں تاکہ کسی کو قرآن مجید کے کسی لفظ بلکہ کسی حرف میں شک نہ ہے پھر یہ نازل ہیں مجمع عام میں قرآن مجید پڑھا جاتا تھا ہر شہر اور دیہات میں پھیل گئی اور ان تمام ملکوں میں جہاں ہل اسلام تھے یہ طریقہ جاری ہو گیا چنانچہ جب تک یہ دستور جاری ہے کہ ہر شہر و دیار کی مسجدوں میں جماعت عام کے رو برو ایک مہینہ کامل قرآن مجید پڑھا جاتا ہے اور بہت سے سننے والے نہایت توجہ سے اس امر کا خیال رکھتے ہیں کہ ایک حرف کی بھی غلطی انہوں نے پاوے ملت محمدیہ میں کتاب اللہ کے حفظ اور یاد کا اس قدر استہام کیا گیا جسکی کچھ انتہا نہیں ہر زمانہ اور ہر وقت میں لاکھوں قرآن مجید کے حافظ ہوتے چلے آئے اور چلے جاتے ہیں بالفرض اگر اس وقت تمام عالم سے قرآن شریف کے کل نسخے ناپید کر دئے جائیں تو اسی وقت حفاظ کے سینے سے وہی قرآن شریف بعینہ جس میں ایک حرف یا ایک نقطہ کا فرق نہ ہو موجود ہو سکتا ہے پھر کیا پادری صاحب یا نیکے مقتدا ایسا دعویٰ کر سکتے ہیں ہرگز نہیں اور صحابہ اور تابعین کے وقت میں یہ بھی تھا کہ بعض حافظان قرآن نہایت مشہور و معروف ہوتے تھے اور دوسرے لوگ ان کے پاس قرآن مجید کی سند لینے اور پڑھنے کو آیا کرتے تھے اور انکے بعد بھی یہ طریقہ جاری رہا یہ جو سات قاری مشہور ہیں یہ اسی وجہ سے مشہور ہوئے کہ یہ لوگ خاص اسی کام کے ہو گئے تھے اور شرف و قرآن مجید ہی کی خدمت میں رہتے تھے ان سے بہت خلقت نے قرآن مجید پڑھا ان ساتوں میں بعض تو صحابہ کے دیکھنے والے ہیں اور بعض انکے شاگرد غرض کہ اسی طرح ہر قرن میں دستور چلا آیا۔ تفصیل اسکی ہماری کتب قرات متقدمین میں بخوبی مذکور ہے جب کا جی چاہے دیکھ لے اور نیازنا سے جواب میں بھی اسکی تفصیل بقدر کفایت کی گئی ہے۔ یہ اجمالی بیان تو قرآن کی سند کا تعالاب احادیث کی سند کا کچھ حال سننے احادیث صحیحہ کی روایت ذہانی کی کیفیت یہ ہرگز مختصر کے دیکھنے والوں نے آنحضرت سے سنا اور اُسکو یاد کر لیا اور پھر جو حضرت کے بعد ہوئے انہوں نے ان دیکھنے والوں اور سننے والوں سے یاد کیا غرض کہ اسی طرح یاد کئے ہوئے چلے آئے

چونکہ اسوقت عرب میں یاد کرنے کا دستور بہت زائد تھا قصیدے کے قصیدے اور خطبے کے خطبے زبانی یاد کرتے تھے اسی طرح احادیث کو یاد کیا اور اپنی یاد کی نتیجے اور تحقیق کا یہ شوق تھا کہ اگر کسی محقق اور محدث کو سنتے تو منزلوں اُسکی تحقیق کے لئے جاتے مگر جو محدث یا جو مستثنیٰ کسی سے حدیث روایت کرتا پہلے اُسکے چال و چلن اور صدق و دیانت کا حال بخوبی معلوم کر لیتا تھا اور اُسکی صحبت میں بکرا اُسکی تصدیق کرتا تھا اگر ذرا بھی اُس میں کذب یا دوسرے بُرے افعال کا شائبہ پاتا تو فوراً اُسکی روایت کو ترک کرتا اور کہتا کہ فلاں شخص ایسا ہے اُسکی روایت قابل اعتبار نہیں ہے اسوجہ سے ہمارے یہاں علم رجال کا بہت بڑا فن ہو گیا جس میں تفصیل روایت کرنیوالوں کا حال مذکور ہے یعنی محدثین نے لکھ دیا ہے کہ فلاں راوی فلاں کا بیٹا اور اُسکا پوتا فلاں شہر میں پیدا ہوا فلاں مقام پر مر گیا اسقدر اُس نے سفر کئے فلاں فلاں اشخاص سے اُس نے علم حاصل کیا اور صدق و دیانت اور فضل و کمال میں ایسا تھا غرض کہ اُسکی سوانح عمری خصوصاً وہ امور جو روایت کے وثوق اور عدم وثوق کے بنی ہیں سب لکھ دئے ہیں۔

یہاں سے معلوم ہو گیا کہ ہمارے پاس سلسلہ سند کیسے بھی سند موجود ہے اور ہم ہر ایک راوی کی حال بخوبی بیان کر سکتے ہیں۔ حدیث کی سند کتابی کا یہ حال ہے کہ اگرچہ حضرت کے دیکھنے والوں کی کوئی تحریر ہم تک نہیں پہنچی اُسوقت صرف زبانی یاد پر مدار رہا جیسا کہ ابھی ذکر کیا گیا مگر اُنکے دیکھنے والوں نے جنہیں ہماری اصطلاح میں تابعین کہتے ہیں علاوہ یاد کے قلمبند کرنا بھی شروع کر دیا تھا اور سلسلہ لکھنے کا جاری ہو گیا تھا یہ لوگ ایسے ہوئے جیسے عیسائیوں میں مرقس اور لوقا البتہ کل حدیثیں اسوقت میں جمع نہیں ہوئی تھیں اور چونکہ یاد رکھنے کا بہت دلچسپی تھا اسلئے پھر بھی زبانی روایت بڑی احتیاط کے ساتھ ہی دوسری صدی میں اکثر اور تیسری صدی میں سب مجتمع ہو گئیں اور اناجیل کا تحریری وجود بھی اخیر دوسری صدی میں پایا جاتا ہے غرض کہ صحابہ کا زمانہ ایسا گزرا کہ صرف زبانی یاد پر مدار رہا اور پھر تو زبانی اور

تخریری دونوں سندیں ہوئیں اسکی تفصیل بھی پیغام محمدی میں مذکور ہے اب ناظرین اس سے غور کریں کہ اس سے بہتر سلسلہ سند اور کیا ہو سکتا ہے اور پاؤی صاحب جو لسنز انیاں ہلک رہے ہیں وہ ایک سند بابل کی ایسی ہی دکھادیں جیسی ہم احادیث صحیحہ کی دکھاتے ہیں۔
تعلیق ۹۔ ہر چند کہ شہادت منقولہ بالا سے شبہات معترض کا اچھے طور سے قلع و قمع ہوتا ہے مگر ہم اور طرح سے بھی اسے رفع کرتے ہیں الخ۔

واضح ہو کہ جناب منشی صاحب نے جس طرح تعلیق ہشتم میں احادیث کا اعتبار مخالفت کے قول سے ثابت کیا تھا اور شبہات عداویہ کا جواب دیا تھا اسی طرح تعلیق نہم میں دوسرے عنوان سے ان شبہات محلات کار و منظور ہے جو عماد الدین نے تاریخ محمدی کے صفحہ ۱۵ سے آٹک کئے ہیں اور اسکا (یعنی تعلیق کا) محصل یہ ہے کہ احادیث کی چند قسمیں ہیں۔ اول متواتر یہ قسم حدیث کی ایسی ہے کہ اس سے جو امر ثابت ہوگا وہ یقینی ہوگا اُس میں کسی طرح کا شک و شبہ نہیں ہو سکتا کیونکہ حدیث متواتر یا خبر متواتر اُسکو کہتے ہیں کہ اسقدر راوی اُسے روایت کریں کہ عقل کے نزدیک اُنکا اتفاق کر لینا جھوٹ پر غیر ممکن ہو پس جب حدیث متواتر میں جھوٹ کا احتمال نہیں ہو سکتا تو جو شبہ تاریخ محمدی کے صفحہ ۱۵ میں مذکور ہے وہ ایسی حدیث پر نہیں ہو سکتا کیونکہ اُس شبہ کا حاصل یہ ہے کہ احادیث میں احتمال کذب ہے اور جب اس قسم کی حدیث میں یہ احتمال ہی نہیں ہے تو اُس شبہ کا یہ محل بھی نہیں ہو سکتا منشی صاحب نے اسکی توضیح و تصدیق میں کہ خبر متواتر موجب علم ہوتی ہے واقعات عالم کو پیش کیا ہے اور کہا ہے کہ۔

”وظاہر ہے کہ حالات ماضیہ اور واقعات گذشتہ اور دور دور کے شہروں اور لڑائیوں اور ممالک بعیدہ کے بادشاہوں اور نامور لوگوں کے حالات معلوم کرنے کا طریقہ اسی سلسلہ متواتر اور شہرت اخبار پر موقوف ہے یعنی ہر کو جو اس بات کا علم ہوتا ہے اور ہر ایک جو اس بات کا یقین کر لیتا ہے کہ مثلاً لندن ایک شہر ہے اور جرمن ایک ملک ہے حالانکہ اُسکو دیکھا نہیں ہے اسکی وجہ یہی ہے کہ متواتر لوگوں سے سنا ہے اگر خبر متواتر موجب یقین ہوتی تو ہر لوگوں کو

وغیرہ کے ہونیکا بغیر دیکھتے یقین نہوتا حالانکہ ہکلو بلکہ ہار تمام مہوطنوں کو اُسکے ہونے کا یقین ہے کہ کسی کے انکار یا شبہ سے ہمیں ذرا بھی لندن کے ہونے میں تردد نہیں ہوتا اسی طرح نامور لوگوں کے حالات کا یقین کرنے میں کہ فلاں بادشاہ عادل تھا اور فلاں ظالم تھا یا فلاں نبی نے دعوت نبوت کیا اور یہ اُسکی تعلیم تھی اور یہ اُسکے حالات تھے کسی کو تردد نہیں ہوتا۔ الغرض جب قدر امور گزشتہ میں خواہ وہ واقعات دنیاوی ہوں یا امورات دینی اور نبی ہوں امکان یقین بذریعہ اسی خبر متواتر کے ہو سکتا ہے اور کوئی ذریعہ یقین کا سوا اسکے نہیں ہے حضرت مسیح یا دوسرے نبی کے حالات کا ہمیں جب ہی یقین ہو سکتا ہے کہ بتواتر ہو گئیں اس امر میں خبر دینی اور دنیاوی میں کچھ فرق نہیں ہے۔

اب پادری عماد الدین صاحب کی لیاقت اور ویانت قابل ملاحظہ ہے وہ منشی صاحب کے اس مطلب کا اس طرح خلاصہ کرتے ہیں کہ متواتر اور معتبر اخبارات ہی سے جہان کی تواریخیں لکھی گئی ہیں انتہیٰ ماظرین ملاحظہ کریں کہ منشی صاحب کے مطلب کو اس خلاصہ سے کیا لگاؤ ہے ہم نہیں کہہ سکتے کہ پادری صاحب اُردو عبارت کا مطلب نہیں سمجھتے یا عوام کے دھوکا دینے کو اپنی طرف سے ایک بات لکھ کر منشی صاحب کی عبارت کا خلاصہ اُسے قرار دیتے ہیں کیوں نہ شاہ شمس علیس ہو تو ایسی ہو۔ ایسی ہی باتوں سے جناب کو پادری کا عمدہ ملہا یہ تو اُن کے خلاصہ کرنیکا حال تھا اب جواب کو دیکھئے۔

قولہ بیشک متواتر و معتبر بلکہ ہر قسم کے اخبارات سے تواریخیں دنیا میں لکھی جاتی ہیں اور پادشاہوں کے حالات اسی طرح قلمبند ہوتے ہیں مگر یہ سب علم جو اس طریقے سے حاصل ہوتا ہے اسکے یقین کا ایک اور ہی عام درجہ ہے جہیں احتمال صدق و کذب قائم رہتا ہی اسناد میں یا واردات کے وقوع میں یا نہج وقوع میں۔

اقول یہ تو پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ بے تک جواب دینے کیونکہ منشی صاحب کے مطلب کو تو وہ پہلے ہی بجاڑ چلے تھے مگر جواب میں اُنہوں نے کچھ اور ہی گل کھلائے۔

اقول منشی صاحب نے تو خاص خبر متواتر کا موجب یقین ہونا بیان کیا تھا اور بطور شاہد بھی انجبا
تواریخی کا ذکر کیا تھا پادری صاحب نے فریب دہی کے لئے خلط مبحث کر دیا اور متواتر اور
غیر متواتر کو ملا کر ایک حکم بیان کیا۔

دوم یہ کہ منشی صاحب نے امر تواریخی کو عام رکھا تھا خواہ متعلق دنیاوی بادشاہ کے ہو یا دینی بادشاہ
کے جیسا کہ بھی مذکور ہوا پادری عماد الدین صاحب نے دنیاوی بادشاہی سے اُسے خاص کر دیا۔
سوم یہ کہ قطع نظر اس تحریف و تبدیل کے ایک اور گول گول بات لکھتے ہیں جبکہ مطلب کی سطح
صحیح نہیں ہو سکتا وہ یہ ہے کہ جو علم اس طریقے سے حاصل ہوتا ہے اسکے یقین کا ایک عام وجہ
ہے جس میں احتمال صدق و کذب قائم رہتا ہے میں کہتا ہوں کہ اس طریقے سے آپ کی کیا
ہے آیا ہر قسم کے اخبار مراد ہیں تو یہ کہنا غلط ہے کہ اُس سے یقین حاصل ہوتا ہے یقین خاص متواتر
سے ہوتا ہے جو منشی صاحب بیان کر رہے ہیں ہر قسم کی خبر سے نہیں ہوتا پھر یقین میں صدق و
کذب کا احتمال بتانا دوسری غلطی اور جہالت ہے یقین میں احتمال کذب کا ہرگز نہیں رہتا اور اگر
آپ کی کوئی اصطلاح خاص ہے تو اُسے اپنے گھر میں کھئے یہاں کوئی اُسے نہیں پوچھتا اور اگر اس
طریقے سے مراد خبر متواتر ہے تو یہ کہنا کہ اُس میں احتمال کذب ہو سراسر غلط ہے کیونکہ متواتر اُسی کو کہتے
ہیں جس میں کذب کا احتمال نہ ہو اور ایسا تو اتر کچھ امور مذہبی سے خاص نہیں ہے بلکہ دنیاوی میں
بھی ہوتا ہے جیسا کہ گذشتہ مثال سے ظاہر ہے اے صاحب لندن کے موجود ہونے میں یا
تیمور کے بادشاہ ہونے میں کوئی شک کر سکتا ہے ہرگز نہیں۔

قولہ اسی سبب منشی صاحب علم سیر میں خود طب یا بس کے قائل ہیں۔

اقول پادری صاحب ہلکی ہلکی باتیں نہ کیجئے ذرا ہوش کی لیجئے یہاں ذکر ہے خبر متواتر کا کل
علم سیر کا یہاں کیا ذکر ہے منشی صاحب میں طب یا بس کے قائل ہیں سکو خبر متواتر کب کہتے ہیں
دیکھو پادری صاحب کہاں کی بات کہاں لئے جاتے ہیں تمہیں اسی کو کہتے ہیں۔

قولہ صفحہ ۲۸۔ وہ اخبارات یا وہ علم سیر جسے انسان کی روح کی زندگی کا مدار ہے یعنی دینیات کے

واقعات اس دنیاوی تواریخات کی نسبت زیادہ تر ثبوت کے محتاج ہیں۔

اقول مطلق تواریخ کا یہاں ذکر نہیں ہو سکا دخل دینا آپ کی خوش فہمی ہے یہاں تو متواتر کا ذکر ہے اب یہ کہنا کہ اسکے یقینیات سے وہ بنیاد کا ثبوت زیادہ محتاج ہے بالکل غلط ہے یقینیات وہی ہیں جس میں جھوٹ کا احتمال نہ ہو اب وہ کون یقینیات ہیں جس میں اس سے زیادہ کوئی مرتبہ نکلتا ہے شاید وہ مرتبہ وہی ہے جسے آگے پادری صاحب بیان کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔

قولہ۔ یہاں متبرگواہوں کی دید و شنید بلا واسطے اور انکی اپنی تحریر اور زبردست تحریر درکار ہے۔
اقول۔ اس قول سے خبر متواتر پر تو کوئی اعتراض نہیں ہوتا کیونکہ اُس میں تو گواہوں کی دید و شنید ہی ہوتی ہے مگر دین عیسوی کی جڑ بنیاد اُکھڑی جاتی ہے کیونکہ کوئی گواہ اپنی دید و شنید بلا واسطے نہیں بیان کرتا کہ مجھو غمہ عہد جدید مسیح کے حواریوں یا اُن کے شاگردوں کا لکھا ہوا ہے یہاں تو نہ شہادت تحریری ہے نہ تقریری بالکل ہوائی باتوں پر جناب والا کے دین کا مدار ہے اور اگر کسی گواہ کی تحریر ہو تو پیش کیجئے ورنہ اقرار کیجئے کہ دین عیسوی بے بنیاد ہے۔ یہاں میں پادری صاحب سے یہ بھی دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا متبرگواہوں کے لئے یہ بھی ضرور ہے کہ تحریری شہادت پیش کریں اور اُنکا زبانی اقرار معتبر نہیں ہو اگر پادری صاحب کے نزدیک یہ امر ضروری ہو تو میں کچھ نہیں کہتا ناظرین خود ہی انصاف کریں کہ بالاتفاق تمام عقلا کے نزدیک یہ امر غلط ہے یا نہیں کیا ہر اونے و اعلیٰ اس امر کو نہیں جانتا کہ زبانی شہادت وہی وقعت رکھتی ہے جو تحریری رکھتی ہے بلکہ تحریری شہادت زبانی شہادت کی محتاج ہے کیونکہ اگر گواہی کے وقت وہ گواہ خود موجود ہے تو تحریر کی حاجت نہیں اور اگر موجود نہیں ہے تو اس تحریر کا کوئی گواہ ہونا چاہئے جسکے سامنے یہ تحریر ہوئی ہو ورنہ وہ تحریر بیکار ہے مدعی اُسے شہد لگا کر چاٹا کرے۔ حاصل اسکا یہ ہوگا کہ اگر زبانی شہادت کا اعتبار نہ ہوگا تو تحریری شہادت بالضرور غیر معتبر ٹھہرے گی یہاں سے ثابت ہوا کہ پادری صاحب جو عیسوی معجزات کے ثابت کرنے کے لئے تحریر لئے پھرتے ہیں وہ بیکار اور غیر معتبر ہے کیونکہ اُس تحریر کا کوئی گواہ نہیں ہو جیسا کہ آئندہ انجیل کی سند کے ذکر میں ناظرین پر

بخوبی واضح ہو جائیگا پس پادری صاحب کا یہ کہنا کہ عیسائی دین کے یقینیات معتبر گواہوں کی مدد
دشمنید اور اُن کی تحریرات سے اعلیٰ درجہ کو پہنچ گئے ہیں اور عین یقین بخشے ہیں محض زطل ہی۔ البتہ
محمدی دین کے یقینیات اعلیٰ درجہ کو پہنچ گئے ہیں اور عین یقین بخشے ہیں۔

دوم یعنی قسم دوم احادیث کی وہ اخبار احاد ہیں جن میں ایک قدر مشترک متواتر نکلتا ہے۔ اس صورت
میں اگرچہ ہر ایک علیحدہ علیحدہ خبر یقین کا فائدہ نہیں بخشتی مگر اُس مجموعہ سے جو ایک قدر مشترک متواتر
نکلتی ہے وہ بلاشبہ یقین کا فائدہ بخشتی ہے۔ اس قسم کے مضامین جو احادیث سے ثابت ہیں اُن پر
بھی پادری صاحب کے شبہات وارد نہیں ہو سکتے جیسے قسم اول پر نہیں ہوتے اس قدر مشترک
کی مثال یہ ہے کہ کسی بادشاہ یا امیر کے حالات اس طرح لوگ بیان کریں کہ اُس امیر نے فلاں و
سنو روپیہ محتاجوں کو تقسیم کئے اور دوسرا کہ فلاں دن ہزار روپیہ تقسیم کئے اور تیسرا کہ اُس نے
لاوارثوں کی اُسے پرورش کی اور چوتھا کہ اُس نے بیوہ عورتوں کے وظیفے مقرر کر دیئے۔ ہر ایک
اسی طرح بکثرت لوگ اُسکی داود و ہش کا ایک ایک واقعہ بیان کریں تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں
اگرچہ وہ ہر ایک واقعہ خاص مثلاً ایک دن ہزار روپیہ دیدینا بالیقین ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ
اُسکے راوی اتنے کثیر نہیں ہیں کہ اُن کے قول پر یقین ہو سکے مگر ان تمام واقعات میں ایک قدر مشترک
جو ان تمام راویوں کی روایت سے ثابت ہوتی ہے وہ بیشک یقینی ہے یعنی اُس امیر کا سنی ہونا کیونکہ
جس راوی نے جو واقعہ بیان کیا اُس سے اُسکی سخاوت ثابت ہوتی ہے پس جب اس قدر کثیر
راویوں نے اُسکی سخاوت کو بیان کیا تو بیشک اس مہل امر کا ہم یقین ہو جائیگا کہ وہ امیر سنی تھا
اب رہی اُس کی سخاوت کی تفصیل وہ جداگانہ امر ہے اُسکا یقینی ہونا کچھ ضرور نہیں۔ اسی قبیل
سے حضرت محمد رسول اللہ کا صاحبِ حجرات ہونا مثلاً پانچ سات راوی روایت کرتے ہیں کہ
حضرت نے ہمارے روبرو شق قمر کیا اور متعدد دیکھنے والے کہہ رہے ہیں کہ حضرت نے ایک
لوٹے پانی سے چوہ سو آدمی کو سیراب کر دیا یہاں تک کہ لوگوں نے وضو بھی کیا اور نہائے بھی اور
اپنی سواریوں کو پانی پلایا اسی طرح اور بہت سے واقعات جو جدا جدا راویوں نے بیان کئے ہیں

یہ ہر ایک واقعہ بالفرض گرجیقین کا قائدہ نہ بننے لگا اس میں جو قدر مشترک ہو کہ حضرت کا صاحب حجرہ ہونا وہ امر یقینی ہے کیونکہ جتنے راوی یہ مختلف واقعات بیان کر رہے ہیں وہ بالاتفاق یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ نبی صاحب معجزات ہے پس صاحب حجرہ ہونا حضرت کا بتواتر ثابت ہے بخلاف سچی معجزات کے کہ وہاں نہ ہر ایک حجرہ کا بتواتر ثابت ہے اور نہ قدر مشترک کا کیونکہ مسیح کے معجزات اس مروجہ انجیل سے ثابت کئے جاتے ہیں اس لئے اس امر کی سند ہونا ضرور ہے کہ یہ انجیل انجیل گواہوں کی لکھی ہوئی ہے جنہوں نے معجزات خود دیکھے ہیں یا بلا واسطہ سنے ہیں مگر عیسائیوں کے پاس کوئی سند اس کی نہیں ہے جس سے طالب تحقیق کو تسلی ہو سکے پس جب اس تحریر یہی کی سند نہ ہوئی جس میں معجزات کا ذکر تھا تو معجزات کا کیونکر اعتبار ہو سکتا ہے جب اس کا اعتبار ہی نہیں ہو سکتا تو بتواتر علم یقین کا مرتبہ تو بہت دور ہے اور اگر فرض کر لیں کہ یہ تحریر انجیل کی ہے تو کسی حجرے کا ایک کسی کا دوسری کا تین کسی کے چار تک گواہ ہونگے پھر ایک یا دو یا چار گواہوں سے بتواتر ثابت نہیں ہوتا پس ثابت ہو کہ اول تو عیسائی معجزات لایق اعتبار ہی نہیں ہو سکتے کیونکہ بے سند ہیں اور اگر اعتبار کیا جائیگا تو اس سے امور اہم ثابت نہیں ہو سکتے جسکے لئے علم یقینی ضرور ہے۔ سوم یعنی قسم سوم کی وہ احادیث ہیں جو چند طریقوں سے روایت کی گئی ہیں مثلاً ایک محدث مکہ میں احمد سے ایک روایت کرتا ہے دوسرا مدینہ میں محمد سے اسی کو روایت کرتا ہے تیسرے میں محمود سے اسی کو روایت کرتا ہے علی ہذا القیاس اور راوی بھی اسی طرح روایت کرتے ہیں اس روایت میں بھی جھوٹ کا احتمال باطل ہوتا ہے چنانچہ منشی صاحب لکھتے ہیں کہ ہم کہتے ہیں کہ سلسلہ اسناد کا وضع کر لینے اور جھوٹ بنالینے کا شبہ تعدد طرق سے بھی باطل ہوتا ہے یہی مختلف اسناد اور تفرق ماخذ سے جدا جدا محدثوں نے جو روایتیں ایک ہی الفاظ سے یا متحد الہنی نقل کیں جسکے بیچ کے واسطے دوسری سند کی اسناد سے بے نیاز اور غیر متعلق بلکہ جدا جدا مکان اور زمان کے پہنچنے والے ہوں تو ان میں یہ شبہ نہ ہو گا کہ راویوں کے نام جھوٹ بنائے گئے۔

اب پادری صاحب کا جواب سنئے صفحہ ۲۹ میں لکھتے ہیں کہ یہ بات سچی ہو مگر میں نے نہیں کہا کہ

اسناد کا طریقہ مطلق باطل ہے پر اہل حدیث کے استاد کے طریقے پر میرا اعتراض یہی میں جانتا ہوں کہ وہ شنیدہ ہی بالواسطہ اور احتمال صدق و کذب کا جاتا نہیں رہتا انتہے میں کہتا ہوں کہ جب منشی صاحب کی بات کو آپ خود سچ کہتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ سلسلہ اسناد بنایا نہیں گیا بلکہ صحیح اور واقعی ہے پھر اگر مگر کیسی اسے صاحب جب سلسلہ اسناد صحیح ہی تو تاریخ محمدی میں جو اسناد پر آپ کلام کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سلسلہ اسناد بھی انھیں محدثین نے سنا دیا (جس سے صاف یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ محدثین نے اپنی طرف سے بنالیا) بالکل لغو و غلط ہے اور یہ جو کہا کہ وہ بالواسطہ شنیدہ ہی اور احتمال صدق و کذب کا جاتا نہیں رہتا اچھا جناب حدیث تو بالواسطہ شنیدہ ہی مگر انجیل کو تو کہتے کہ وہ دیدہ ہے نہ شنیدہ نہ بالواسطہ نہ بلا واسطہ اسکی کوئی کتابی سند پیش کیجے جس میں تصریح لکھا ہو کہ یہ انجیل متی نے لکھی اور پھر اُس تحریر کی سند پیش کیجے کہ واقعی یہ تحریر فلاں شخص کی ہے جو حواری کا دیکھنے والا ہے۔ مگر ناظرین اسکو یقینی جان رکھیں کہ پادری صاحب سے یہ امر غیر ممکن ہے کیونکہ انجیل کی کوئی ایسی سند ہی نہیں اور جو کوعیسائیوں نے سند قرار دے رکھا ہے وہ بالکل ایک لغو و مضل بات ہے جس سے کچھ بھی ثبوت ان اناجیل کا نہیں ہوتا چنانچہ آئندہ اسکا ذکر آئیگا۔ پھر پادری صاحب اُسے تو تسلیم کر رہے ہیں اور یہاں شنیدہ بنا کر لاتے ہیں سبحان اللہ کیا الفصاحت ہی تعلیق ۱۰ صفحہ ۲۲ عماد الدین نے صفحہ ۱۵۷ تک احادیث کے مضمون کو جو معجزات کی نسبت ہے بے اعتبار ٹھہرایا ہے۔

اس تعلیق کا خلاصہ سوا اُس نقص اجمالی کے جو شروع میں جناب منشی صاحب نے کیا ہے یہ ہے کہ حضرت کے معجزات کی تصدیق تین طرح پر ہو سکتی ہے اول اُن آیات قرآن مجید سے جنہیں ذکر اجمالی معجزات کا آیا ہے۔ دوسرے اُن روایات سے جو خاص معجزوں میں اُنکے دیکھنے والوں نے اس کثرت سے روایت کیا ہے کہ وہ قریب بتواتر ہیں تیسرے روایات معجزات کے اُس قدر مشترک سے کہ وہ بنفسہ قوت متواتر ہی مگر اسکی تفائیل احادیث میں۔ پادری عماد الدین نے جو اس تعلیق کا خلاصہ کیا ہے وہ سراسر غلط ہے تیسری قسم کو بالکل بدل دیا ہے اُن کے خلاصہ کی عبارت یہ ہے۔ محمد صاحب کے معجزے تین قسم

کے میں قرآنی جو قرآن سے ثابت ہیں تو اتنی جو احادیث متواترہ سے ثابت ہیں احادیث جو روایات احاد سے ثابت ہیں انتہے۔

قسم سوم میں منشی صاحب تو قدر مشترک متواتر سے ثبوت بیان کر رہے ہیں اور پادری صاحب خبر احاد سے ثبوت بتلا رہے ہیں۔ پھر اب اسے کیا کہا جائے آیا اردو عبارت نہیں سمجھتے یا جان بوجھ کر عوام کو بہکاتے ہیں۔ اب میں جناب منشی صاحب کے قول کی تفصیل کیسے کر دیا چاہتا ہوں اور تینوں قسم کے معجزات کی تصدیق کو بیان کرتا ہوں۔ مگر طرزا استدلال اور بیان ثبوت میں وہ امپیش کے جائینگے جو مخالف کے مسلمات میں سے ہیں اور جن باتوں سے مخالف اپنا دعویٰ ثابت کرتا ہوں اس سے ہم بھی ثابت کریں گے اُس سے زیادہ ہمیں اپنے ذمہ بار لینے کی کوئی ضرورت نہیں اگر اُس طرز بیان میں ہمارے اصول مسئلہ کے خلاف ہو تو مخالف اُس سے ہمو الزام نہ دے سکیگا کیونکہ ثبوت ہے بموجب اُسکے مسلمات کے کوئی امر ثابت کر دیا پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ زیادہ گفتگو کرے ہمارے قواعد و ضوابط کو وہ کتب لیم کرتا ہے جو ہم بموجب اپنے قواعد کے ثابت کریں بالفرض اگر کہنے کی امر کو حسب قواعد اہل اسلام ثابت بھی کیا تو مخالف یہ کہہ سکتا کہ یہ قاعدہ اہل اسلام کا بنایا ہوا ہے ہم نہیں مانتے چنانچہ پادری صاحب کا یہی دستور ہے اور انکا تو عجیب حال ہے کہ کہیں تو بطر اہل اسلام ثبوت چاہتے ہیں اور جب ثبوت دیا جائے تو اُس طرز کو اہل اسلام کی گڑھنت بتاتے ہیں اور جب مطابق اصول دین عیسوی کوئی امر بیان کیا جائے تو مسلمات اہل اسلام سے اُسے نقض کرتے ہیں غرض کہ کہیں پر انھیں قرار نہیں دے انکا مدعا ہے اس قدر ہی کہ لائی سیدھی تقریر کر کے عوام کو فریب دینے اور انکا ترغیب دینے میان قسم اول۔ قرآن مجید میں حضرت کے معجزات تفصیلی (یعنی خاص معجزے) اور اجمالی دونوں ذکر ہوئے ذکر اجمالی کے یہ معنی کہ صرف اس قدر بیان کیا گیا کہ حضرت نے معجزہ دکھایا یہ تفصیل وہاں نہیں کہ کونسا معجزہ اور کس طرح دکھایا اور ظاہر ہے کہ جس طرح بیان تفصیلی سے مفصل امر کا یقین ہو جاتا ہے اسی طرح بیان اجمالی سے بھی امر کا یقین ہو کر تاہی اسکی مثال یہ ہے کہ تھوڑا عرصہ ہوا کہ روم و روس میں لڑائی ہوئی تھی اُس لڑائی کی خبریں بالا جمال اکثر آتی رہیں اور مفصل کم آئیں اب اس بات کا یقین ہونا کہ

لڑائی بیشک ہوئی اسپر موقوف نہیں ہے کہ ہم بفضل لڑائی کے حالات معلوم ہو جائیں اور ہم جانیں کہ فلاں روز فلاں مقام پر اسقدر فوج سے مقابلہ ہوا اور اسقدر لوگ مارے گئے اور اتنے زخمی ہوئے و کیوں اس وقت اتنی بات کا ہر شخص یقین کرتا ہے کہ ششہ عرس میں روم و روس میں لڑائی ہوئی اگرچہ اسکی تفصیل سے مطلق آگاہ نہویں معلوم ہوا کہ مختصر اور مجمل امر کے یقین کے لئے اسکی تفصیل کا معلوم ہونا ضرور نہیں ہے اسی پر معجزات کو قیاس کرنا چاہئے کیونکہ وہ بھی واقعات ہیں انکا ثبوت بھی اسی طرح ہو سکتا ہے جس طرح واقعات کا ہونا چاہئے اسکے سوا اور کوئی طرز ہی ثبوت کا نہیں ہے خواہ وہ سچی معجزے ہوں یا محمدی۔ لہذا جس مقام پر معجزات کا بیان اجمالی طور پر ہے وہاں بلاشبہ اس بات کا یقین ہونا چاہئے کہ حضرت سے معجزات ہوئے اب یہ امر کہ کیا ہوئے اور کیونکر ہوئے دوسری بات ہے اگر کسی معجزے کی تفصیل ہو یقینی طور پر ثابت ہو جائیگی تو ہم اس تفصیل کو بھی یقین کریں گے کیونکہ اجمالی تفصیل دو امر ہیں ہر ایک کا حکم علیحدہ علیحدہ ہے۔ اب میں مختصر طور سے معجزات کا ذکر کرتا ہوں۔

قرآن مجید کے وہ مقامات جہاں معجزات کا بیان اجمالی ہے ان میں سے چند مقامات کا حوالہ جناب منشی صاحب نے اپنی کتاب کے حاشیہ پر دیا ہے میں ان میں سے صرف تین مقام کی تفصیل کروں گا سب کی تفصیل میں بہت طول ہو جائیگا۔

مقام اول کیف یتدبى اللہ تو ما کفرًا و ابغیایا ذہم و شہدًا اَن الرَّسُولَ حَقٌّ قَا
جاءہم البیِّنات کیونکہ مہدایت کر گیا اللہ ایسی قوم کو جو ایمان لا کر کافر ہو گئی اور گواہی دے چکے تھے کہ رسول حق ہوا اور پہنچ چکے تھے انھیں صریح معجزات۔ مفسرین یہاں بینات سے مراد قرآن و معجزات لیتے ہیں کیونکہ انہی معنی اس کے کھلی نشانوں کے ہیں اور ظاہر ہے کہ جو مدعی نبوت ہو اسکی نشانیاں معجزات کے سوا اور کچھ نہیں ہوتیں لہذا قرآن مجید (جو حضرت کے رسول خدا کہتا ہے) جہاں یہ بیان کر گیا کہ حضرت نے نشانیاں دکھائیں اس سے ضرور معجزات ہی مراد ہوں گے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا خصوصاً ایسے مقام پر جیسا کہ اس آیت میں ہے کہ بعد دیکھنے ان نشانوں کے کافر مہرجانا تعجب بتاتا ہے کیونکہ تعجب تک کوئی نبوت کی دلیل نہ دیکھے تو اس سے انکار کرنا تعجب نہیں ہے قرآن مجید

اُسکا اطلاق بھی اسی وجہ سے ہے کہ وہ بھی بڑا معجزہ ہے اُسکی تعلیم اُسکی باغت حبش ہو کوئی اُسکے مثل نہیں لاسکتا اور جنہوں نے اسکے معنی یہ لکھے ہیں انجج الظاہرات یعنی کھلی دلیلیں انھوں نے صرف لغوی معنی بیان کئے ہیں اس سے یہ خیال کرنا کہ بنیات سے مراد سو اُمعجزہ کے اور کچھ ہے محض جہالت ہے کیونکہ اس مفسر کی عرض یہ ہے کہ واضح لفظ سے بنیات کی تفسیر فظی کروے اور وہ حج ظاہرات ہے اب یہ امر کہ حج ظاہرات سے کیا مراد ہے سو وہ قرینہ سے نہایت ظاہری کہ معجزات مراد ہیں کیونکہ اول رسول کی طرف منسوب کیا ہے اور جب کھلی دلیلیں رسول کی طرف منسوب ہوئیں اور یہ کہا گیا کہ یہ روشن دلیلیں رسول لایا ہی تو وہ سو اُمعجزات کے اور کیا ہونگی باقی رہا یا اور حبشہ کا یہ اعتراض کہ اُن معجزات کی تفصیل نہیں ہوئی کیونکہ یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ کیا معجزات تھے اور کیوں مکر و قوع میں آئے اُسکا جواب ہم پہلے ہی دے چکے ہیں کہ جہالت کی قطعیت کے لئے کچھ تفصیل کی حاجت نہیں اور یہ امر ایسا ظاہر ہے کہ عام لوگ بھی اسکا انکار نہیں کر سکتے بہت سی باتوں کو جو محمل طور پر بخوبی جانتے ہیں اور تفصیل سے اُنھیں کچھ خبر نہیں ہے بائیں ہمہ پادری صاحب انکار ہی کرتے ہیں۔ سچ ہے۔

کیفۃ یدعی اللہ قوماً کفروا بعد ان یأثموا۔

مقام دوم۔ اذ قال عیسیٰ ابن مریم یا بنی اسرائیل اِنِّی رَسُوْلُ اللہِ الَیْکُمْ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرَہِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلِ یَا تِی مِنْ بَعْدِی اِسْمُہُ اَحْمَدٌ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَیِّنَاتِ قَالُوْا هٰذَا صَعْرٌ مُّبْدِیْنَ ۝ یا درو جو وقت کہا مریم کے بیٹے عیسیٰ نے اے بنی اسرائیل میں اللہ کا بھیجا ہوا ہوں تمہاری طرف سچ بتاتا تو ریت کو جو پہلے مجھ سے ہو اور خوشخبری دیتا ایک رسول کی جو میرے بعد آئیوا لاہے کہ نام اُس کا احمد ہے پس جب وہ آیا اُن کے پاس کھلے معجزے لیکر تو کہا اُنھوں نے کہ یہ (معجزے) صریح جادو ہیں یا بنیات سے مراد معجزات ہیں اسپر پادری صاحب صفحہ ۷۳ میں دو طرح سے شبہ کرتے ہیں اول یہ کہ بیانات عام ہر کہ قرآن کے فقرات کو کہیں یا اُن دلیلوں کو جن میں سے ایک کا ذکر اوپر ہوا کہ حضرت عیسیٰ نے نبی شات ہوی تھی حالانکہ محض غلط ہے۔ انتہی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بینات کا لفظ عام سی مگر اس کا عام ہونا ہمارے کیا مضری عام کا یہ خاصہ ہے کہ جمیع افراد کو شامل ہوتا ہے آپ نے بھی کسی سے سنا ہو گا اس کا ایک فرد معجزہ بھی ہو اسکے تو آپ بھی قائل ہیں پھر اس فرد کے خارج کرنے کے کیا معنی۔

علاوہ اسکے اُن بینات کی نسبت یہ کہا گیا کہ کفار قریش انھیں سحر کہتے تھے اور تم بلیسیات عداویہ میں بیان کریں گے کہ قریش جو حضرت کو سحر کہتے تھے تو اُن کی مراد جادو گر تھی اُن کے گمان میں تھا کہ بابل سے جادو گر حضرت کو پہنچی ہے پس یہ بھی قرینہ ہے اس بات کا کہ بینات سے مراد معجزات ہی ہیں اور صفحہ ۸۳ میں یہ جو کہا کہ ظاہر اسکے (یعنی ساحرین) کے معنی یہ ہیں کہ اُسکی باتیں صاف مکاری کی ہیں محض خبیث باطن ہی کیسی کور باطنی ہے کہ اپنا قول بھی یا و نہیں رہتا ابھی تو کہہ چکے ہیں کہ بینات سے مراد قرآن کے فقرے یا سچ کی بشارت ہے اور یہاں سحر کے معنی مکاری کے بتاتے ہیں حالانکہ عربی کے طفل مکتب بھی جان سکتے ہیں کہ اس آیت میں خاصیت بینات کو سحر کہا ہے اور ظاہر ہے کہ قرآن کی آیتوں یا سچ کی بشارت کو مکاری کہنے کے کچھ معنی نہیں ہیں۔ علاوہ اسکے قریش کا آنحضرت کو ساحر یعنی مکار کہنا ہرگز ثابت نہیں ہے تمام عرب آپ کو نہایت سچا اور امین جانتے تھے البتہ دین کی مخالفت سے دشمن ہو گئے تھے اور اگر پادری صاحب مدعی ہیں تو ثابت کریں بغیر ثبوت کے ایسی تہمت خدا کے کسی رسول پر لگانا ملحدوں کا کام ہی یہ گروہ ہر ایک نبی کی نسبت ایسی بدگمانی کیا کرتا ہے پھر کیا اُٹکی بدگمانیوں سے اُنکی شانیں بٹلگ سکتا ہے ہرگز نہیں یہ بھی یاد رہے کہ سحر کا لفظ اگرچہ بجا ظالغوی معنی کے مکاری کو شامل ہو مگر عرف میں یہ معنی متروک ہیں اب جب تک اس معنی کا عرف ثابت نہوے اُس وقت تک یہ معنی لینے ہرگز جائز نہوں گے۔

دوسرا شبہ اُن کا یہ ہے کہ اگر معجزات ہیں تو بھی بقول منشی صاحب مالمعلوم اور گول گول معجزے ہونگے جنہر لفظ بینات صادق نہیں آتا یہ تو اعتراض پادری صاحب نے ایسا کیا کہ معلم الملکوت بھی ہتے ہوں گے بینات اگر کھلی اور ظاہر چیز کو کہتے ہیں تو اس کا مصداق جو خارج میں ہے وہ ظاہر ہونا چاہئے۔ نہ یہ کہ اُسکے مصداق کا بیان ظاہر ہونا چاہئے۔ اسی جناب منشی صاحب

بیان معجزات کو مبہم کہتے ہیں نہ کہ خود معجزات کو منشی صاحب کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ وہ معجزات
 جو حضرت مٹے دکھائے (جنگاؤ کرکچ آئیوا لاسے) اُن کا ذکر قرآن میں بعض جگہ بالا اجال ہے مثلاً
 یوں کہا گیا فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ جَبَلَا اُنْكَاسَ بِاسْ حَجْرَاتٍ یہاں صرف یہ کہدینا کہ معجزات
 لایا اور اس جگہ یہ بیان نہ کرنا کہ سنا معجزہ لایا اجالی بیان ہے اب پادری صاحب کی جہالت دیکھئے
 کہ اس بیان کو بینات کا مصداق ٹھہرتے ہیں حالانکہ یہ اُسکا بیان ہے نہ کہ اُسکا مصداق
 بہر حال بینات سے مراد معجزات ہیں اور انھیں معجزات کی طرف اشارہ کر کے کہا گیا کہ ہذا آیتیں
 یہ صریح جادو ہے۔ پس معلوم ہوا کہ کفار اُنھیں معجزات کو سحر کہتے تھے جیسے مسیح کے جوت وغیرہ
 نکالنے کو کفار کہتے تھے کہ یہ شیطان اور روح خبیث کے ذریعے سے انکو نکالتا ہے۔ معاندین کا
 دستور ہے کہ کیسا ہی اُن کو معجزہ دکھایا جائے ضرور کچھ نہ کچھ بات بنا دینگے کہیں فریب کہیں
 شعبہ بازی وغیرہ کی سرشت جیسی ہوگی وہ اُس طرف لیجائیں گے چنانچہ پادری صاحب اکثر
 معجزات محمدی کو اور آپ کے حالات کو مکاری کی طرف کھینچ لیجاتے ہیں سچ و المریض علی نفسہ
 مقام سوم وَاِذَا دُكِرْدُ كَايْدُ كُوْنَهْ وَاِذَا رَوَّاهُ اَيُّهْ كَيْفَتُهُ وَهَلْ خَلَّجَتْ جِب اُن كُوْنِصِيحْتِ كِي جَانُ
 تو قبول نہیں کرتے اور جب وہ کوئی معجزہ دیکھیں تو منہی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بلاشبہ یہ صریح
 جادو ہے۔ دیکھئے یہاں مراد آیت سے سوائے معجزے کے اور کچھ نہیں ہو سکتا اسی واسطے
 مفسرین اسکے معنی لکھتے ہیں کہ رَاوَا يَه اَي مَعْجَزَةٍ مِّنْ مَّعْجَزَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یعنی آیت
 سے مراد معجزہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پس اُسی معجزہ کو کفار نے کہا کہ ہذا سحر و جادو
 یہ صریح جادو ہے اصل ثبوت معجزے کا لفظ آیت سے ہے کہ اس مقام پر اُسکے معنی سوا معجزے
 کے اور کچھ نہیں ہو سکتے کیونکہ پادری صاحب نے آیت کے دوسری بیان کئے ہیں ایک تو
 قرآن مجید کا فقرہ دوسرے معجزہ اس مقام پر آیت سے مراد قرآن مجید کا فقرہ نہیں ہو سکتا
 اسلئے کہ یہاں آیت کی نسبت یہ اشارہ ہوا ہے کہ جب وہ دیکھتے ہیں تو ٹھٹھا کرتے ہیں اور
 کلمات قرآن مجید اُسوقت کہی جاتی ہیں اسی شائع نہ تھیں کہ مکرین اُنھیں دیکھا کرتے البتہ نہ کرتے

ہیں۔ مخفی نہ رہے کہ علمائے مسیحیہ معجزات حضرت عیسیٰ کا ثبوت صرف دو باتیں گواہوں سے کرتے ہیں اور اُسکو یقینی بلکہ اُس سے بھی زیادہ سمجھتے ہیں تو اب اگر ہم بھی صرف دو تین شہادتوں سے معجزات محمدی ثابت کریں تو عیسائیوں کو بالضرور ماننا پڑیگا ورنہ معجزات مسیحی سے بھی ہاتھ اٹھانا ہوگا اس مقام پر علمائے مسیحیہ یہ کہا کرتے ہیں کہ معجزات مسیحی الہام سے دیکھنے والوں نے لکھے ہیں اسلئے وہ قطعی ہیں مگر یہ بالکل فریب ہے کیونکہ اقل تو اسکا ثبوت نہیں کہ مسیحی معجزات جن کتابوں میں لکھے ہیں وہ کتابیں ان کی تصنیف میں جنہوں نے وہ معجزات دیکھے تھے دوسرے یہ کہ ان کتابوں کا الہام سے لکھنا ثابت نہیں بلکہ یقیناً وہ کتابیں غیر الہامی ہیں چنانچہ پیغام محمدی میں اس کا ثبوت دیا گیا ہے اور اس میں بھی دیا جائیگا لہذا علمائے مسیحیہ کا یہ قول محض بے اصل ہی ہاں سے پاورسٹا کی وہ لٹرنیاں جو انھوں نے تعلق نعم میں کی ہیں کہ معجزات مسیحی کا ثبوت تاریخی واقعات کے ثبوت سے کہیں زیادہ ہے بالکل باطل ہو گئیں اب اگر خاطر آہ اتمرلیم کر لیا جائے کہ مسیحی معجزات دیکھنے والوں نے لکھے ہیں تو ظاہر ہے کہ وہ لکھنے والے صرف دو ہی شخص ہیں یعنی متی اور یوحنا کیونکہ مسیح کے حالات لکھنے والوں میں عیسائیوں کے نزدیک یہی دو شخص حواری ہیں اور مرقس وغیرہ نے تو سنی سنائی باتیں لکھی ہیں۔ اور یہ کہنا کہ پطرس اور پولوس نے ان کی انجیلوں کو دیکھا تھا اول تو کوئی کافی دلیل اسکی نہیں ہے اور بالفرض ہم نے مانا کہ انھوں نے دیکھا مگر پولوس تو حواری نہیں نہ اُسے معجزات کو دیکھا اور اُسکو زبردستی حواری بتانا اُنہی خیال پرستوں کا کام ہے جو خواب و خیال پر یقین رکھ کر اپنا ایمان برباد کرتے ہیں اب پطرس کی گواہی رہی وہ اگر ان لچاری تو کلمہ تین گواہ ہوئے پاورسٹا صاحب تو خوش ہوں گے کہ یہاں بھی تین کا عدد ہاتھ سے نہ گیا۔ الغرض ان تین کی گواہی سے عیسائیوں کے نزدیک معجزات کا ثبوت یقینی ہو جاتا ہے اب ہم سے پاورسٹا صاحب معجزات محمدی پر چار چار کی گواہی نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ کی۔

پہلا معجزہ شق القمر۔ اس معجزہ کا ذکر اول تو قرآن میں آیا اور یوں ارشاد ہوا اَقْرَبَتْ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَلَا تَرَىٰ فِيهَا نُجُومًا وَتَافِقُ لُحُومُ مُسْتَمِرَّةٌ ۝ قریب ہوئی قیامت اور بلا شک

و دیکھتے ہو گیا چاند اور جب وہ کفار دیکھتے ہیں کوئی معجزہ تو منہ پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ نہر و
جادو ہے تمام محققین مفسرین بیان کرتے ہیں کہ یہ واقعہ گذشتہ کی خبر ہے تفسیر کبیر میں ہے۔

والمفسرون باسراجم علی ان المراد ان القمر انشق وحصل فیہ الالتحاق دولت الاجار علی حدیث الانشقاق
وفی الصحیح خبر مشہور رواہ جمع من الصحابة وقال بعض المفسرین والمراد انشقاق وهو بعبید ولا معنی له۔

ماصل یہ کہ تمام مفسرین (جو لایق اعتبار ہیں) کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہی ہے کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا
اور مشہور اور صحیح خبریں اس پر دلالت کرتے ہیں جسکو جماعت صحابہ نے روایت کیا ہے اور بعض مفسرین نے
(جو غیر متبر ہیں) کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آئینہ پھٹ جائیگا اور یہ قول نہایت بعید ہے
اور کچھ معنی اسکے نہیں ہیں۔ اور تفسیر فتح البیان میں ہے کہ ابن کثیر نے کہا کہ شق القمر رسول اللہ صلی
علیہ وسلم کے زمانے میں واقع ہوا جیسا کہ متواتر اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے اور پھر صاحب فتح البیان
لکھتے ہیں۔ والاصل انا اذا نظرنا لی کتاب اللہ فقد اخبرنا بانہ انشق ولم یخبرنا بانہ سینشق وان نظرنا لی

سنة رسول اللہ فقد ثبت فی الصحیح وغیرہ من طرق متواتر انہ قد کان ذلک فی ایام النبوة وان نظرنا لی
اقوال اہل العلم فقد اتفقوا علی ہذا ولا یلتفت الی شد وواستبعاد من استبعد۔ چاہل یہ کہ جب ہم دیکھتے
ہیں کتاب اللہ کی طرف تو وہ خبر دیتی ہے ہلکہ کہ شق القمر ہو گیا اور جب ہم دیکھتے ہیں احادیث کی طرف
تو احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت کے زمانے میں ہوا۔ اور جب ہم نظر کرتے
ہیں اہل علم کے قولوں کی طرف تو انھوں نے بھی اس پر اتفاق کیا ہے کہ لامحالہ شق القمر بلاشبہ ثابت ہے
اسوجہ سے) التباہات نہ کیا جائیگا اس شخص کی طرف جو ان سبب الگ ہو گیا اور اسے مستبعد جانے
اسکو۔ اس روشن و بدیہی ثبوت کو جو مثل آفتاب کے درخشاں ہے پادری صاحب اپنی تیرہ درونی اور
غریب کی کالی گھٹا سے چھپایا چاہتے ہیں اور اس سچی اور واقعی بات کو اس طرح جھٹلاتے ہیں۔

قولہ صفحہ ۳۴۔ مرسر قدیمی جادو یعنی وہ جادو جو ہمیشہ سے چلا آتا ہے یعنی کوئی خرق عادت نہیں ہے
اسی قسم کے کام ہیں جو ہم عرب کے لوگ ہمیشہ مکاروں میں دیکھتے ہیں انتہا۔

پادری صاحب نے یہاں یعنی لگا کر اپنی حالت کو خوب ظاہر کیا چونکہ انکے رگ و پے میں کوفہ

سایا ہوا ہے اسلئے انھیں ہر جگہ وہی سوچتا ہے آیت کے معنی تو میں بیان کر چکا ہوں مگر اس مقام پر بیان دونوں لفظوں کی تفصیل کرنا مدنظر ہے واضح ہو کہ لفظ سحر اور سحر دونوں مشترک المعنی ہیں سحر کے معنی جادو اور جادوگری اور فریب دینا وغیرہ ہیں (دیکھو غیاث و صراح وغیرہ) یہ امر ظاہر ہے کہ یہ تین معنی جو میں نے بیان کئے ہیں علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں جادو اور چیز ہے اور جادوگری اور شے اور فریب دینا اور بات ہے اسی واسطے ہر ایک مکار اور فریبی کو جادوگر نہیں کہتے اس طرح ہر ایک جادوگر کو فریبی نہیں کہا جاتا غرض کہ یہ دونوں صفتیں جدا جدا ہیں۔ یہاں سے پادری صاحب کا فریب کئی طور سے ظاہر ہوتا ہے اول یہ کہ پہلے تو سحر کے معنی جادو کے بیان کئے اور پھر دوسرے معنی یعنی کر کے جادو سے مراد عام دغا بازی کی قدرت بتائی بھلا کہاں جادو اور کہاں دغا بازی کی قدرت۔ تمام خاص و عام اسکو جانتے ہیں کہ یہ دونوں ایک شے نہیں ہیں مگر پادری صاحب تو یہاں کو ایک کرتے ہیں پھر یہ فریب نہیں تو کیا ہے کیا دوسری چیز یعنی کرنے سے لفظ کی ماہیت بدل جائیگی ہرگز نہیں۔ دوسرے یہ کہ لغت میں سحر کے معنی تو فریب دینے کے لکھے ہیں مگر ان معنی کا پتہ نہیں لگتا جو پادری صاحب نے یہاں بیان کئے ہیں یعنی عام دغا بازی کی قدرت انھیں چاہیے کہ اس معنی کو کسی معتبر لغت کی کتاب سے ثابت کریں۔ اہل علم خوب جانتے ہیں کہ فریب دینا اور امر و اور عام دغا بازی کی قدرت اور چیز ہے تیسرے یہ کہ قرآن مجید میں لفظ سحر ایسے محل پر فریب دینے کے معنوں میں نہیں متعل کیا گیا جو کوئی مدعی ہو ثابت کرے کفار عرب نے آنحضرتؐ کو کبھی مکار اور فریبی نہیں کہا البتہ حضرت مسیحؑ کو ان کے مخالفین نے ایسے الفاظ کہے ہیں دیکھو متی کا باب ۲۷ ورس ۶ وغیرہ۔ غرض کہ سحر کے معنی عام دغا بازی کی قدرت قرار دینا محض دغا ہے بلکہ اُس کے معنی جادو کے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ منکرین انبیاء کی خرق عادت کو جادو کہا کرتے ہیں۔ اور تیسرے لغوی معنی بھی کئی ہیں۔ زبردست۔ بے درپے۔ گدڑ جانیوالا۔ تلخ۔ گرچہ بعض مفسرین نے ان چاروں معنی کو یہاں چسپاں کیا ہے مگر حقیقت میں یہاں صرف اول ہی معنی ملاؤں جن میں کسی طرح کا تکلف نہیں ہے۔ اور دوسرے معنی کو یہاں چسپاں کرنا تکلف سے خالی نہیں ہے اسی وجہ سے بعض محققین نے جو

قرآن مجید کے لغات لکھے ہیں انھوں نے صرف یہی ایک معنی بیان کئے ہیں چنانچہ امام ابو بکر جتانی نے نزہۃ القلوب میں (جس میں خاص قرآن مجید کے لغات بیان کئے ہیں) لکھا ہے قول غوہل مستمر ای قومی شدید و یقال مستحکم یعنی مستمر کے معنی زبردست سخت اور مستحکم کے ہیں لغات القرآن فارسی میں جو بعض مطبوعہ قرآن کے حاشیہ پر چھپا ہوا ہیں بھی صرف یہی ایک معنی بیان کئے ہیں بعض مفسرین نے دو معنی بیان کئے ہیں اول تو وہی زبردست اور قوی کے معنی دوسرے دائم کے مگر دائم سے مراد وہ نہیں ہے جو پادری صاحب ازراہ فریب وہی بیان کر رہے ہیں بلکہ اُس کا ٹھیک ترجمہ پے درپے اس معنی کے لحاظ سے آیت کا مطلب یہ ہے کہ کفار عرب نے معجزہ شق القمر دیکھ کر کہا کہ یہ دوائی جادو ہے یعنی اُس قسم کی عجب اور خرق عادت ہے جو پے درپے اور ہمیشہ سے (یعنی آنحضرت سے) ہوتی رہتی ہیں۔ اس معنی کے لحاظ سے یہ آیت نص ہے اس بات پر کہ آنحضرت سے بہت سے معجزے صادر ہوئے مگر چونکہ معاندین خرق عادت کو معجزہ نہیں مانتے بلکہ جادو کہتے ہیں جیسا کہ فرعون اور اُسکے لوگوں نے حضرت موسیٰ کے معجزوں کو کہا تھا اور جادو گروں کو اُنکے مقابلہ میں بلایا تھا اسی طرح کفار عرب نے معجزہ شق القمر دیکھ کر یہ کہہ دیا کہ یہ ہمیشہ کا جادو ہے یعنی یہ فعل جو اس وقت انھوں نے کر دکھایا کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ اس قسم کے افعال یہ ہمیشہ کیا کرتے ہیں۔ اب پادری صاحب کی تلبیس لائق ملاحظہ ہے کہ اول تو اُن معنی کا ذکر ہی نہیں کیا جو خاص اس مقام پر محققین نے بیان کئے ہیں یعنی زبردست اور مستحکم کے دوسرے یہ کہ جو معنی بیان کئے اُس میں اصلی مطلب کو بالکل اڑا کر ایک جھوٹا مطلب اپنی طرف سے بیان کر کے کہہ دیا کہ یہ آیت نص ہے اس بات پر کہ جو کام انھوں نے دیکھا تھا وہ خرق عادت نہ تھی بلکہ کوئی شعبہ بازی تھی ناظرین بیان سابق کو ملاحظہ کر کے خود انصاف کر سکتے ہیں کہ آیت مذکورہ کس مدعا پر نص ہے ہر ایک منصف بے تامل یہی کہیگا کہ اس آیت سے صرف معجزہ شق القمر ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرت نے بہت سے معجزات دکھائے ہیں تحریر سابق کے علاوہ پادری صاحب کا مدعا تو خود انھیں کی تحریر سے باطل ہوتا ہے کیونکہ لفظ سحر مذکور دونوں شریک معنی

ہیں (جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا) اور چند سطر پہلے صفحہ ۸۶ میں لکھ چکے ہیں کہ لفظ مشترک المعنی کو مطلب صاحب پر دلیل قطعی بنانا جائز نہیں ہے پھر یہاں الفاظ مذکورہ کے ایک معنی لیکر اپنے مدعا پر دلیل قطعی سمجھنا کیسے جائز ہو گیا کیا غیروں ہی کے لئے شرعی اور عقلی قاعدے پیش ہوتے ہیں اور اپنے لئے کسی قاعدہ کی پابندی نہیں ہے سبحان اللہ کیا انصاف ہے ناظرین پادری صاحب کی حق جوئی کو ملاحظہ کریں۔

واضح ہو کہ پادری صاحب جب آیت کے بیان معنی میں خاطر خواہ تلبیس کر چکے تو انھیں خیال آیا ہو گا کہ اس آیت کے شروع کا جملہ تو ہماری تزویر کی پوری قلعی کھولتا ہے اور ہمارے مطلب کو صاف صاف غلط بتاتا ہے کیونکہ وہاں یہ بیان ہے کہ قیامت قریب ہوئی اور چاند پھٹ گیا اور کفار عرب جب کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو نہیں مانتے اور کہہ دیتے ہیں کہ یہ زبردست جادو ہے یہاں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کفار عرب نے جس فعل کو دیکھ کر سحر سحر کہا تھا وہ شق القمر تھا پھر اسے معجزہ ہونے میں کس منصف کو کلام ہو سکتا ہے۔ اس لئے پادری صاحب اس سچی بات کے چھپانے کو اس طرح روغن قاز ملتے ہیں (جیسا کہ معاندوں اور منکروں کا دستور ہے) قول صفحہ ۸۶ اگر کہا جائے کہ اوپر لفظ شق القمر کا موجود ہے سو جاننا چاہئے کہ انشق بمعنی سنیشق ہے یعنی قیامت کو پھیلنا کیونکہ الف لام الساعۃ کا بتاتا ہے کہ عین دن قیامت مراد ہے اور وفضل ماضی کے ملکر استقبال کا ذکر کرتے ہیں انتہے۔ اب میں اہل علم کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ بڑے خدا پادری صاحب کی تلبیس کو ملاحظہ کریں کہ کیسے زلل قافیہ اڑا کر عوام کو فریب دیتے ہیں۔ بھلا فرمائیے تو کہ یہ کونسا قاعدہ ہے اور کس کتاب میں لکھا ہے کہ لفظ الساعۃ سے مراد اگر عین دن قیامت ہو تو انشق بمعنی سنیشق ہو جائے یا وفضل ماضی ملکر استقبال کا ذکر کریں دنیا کی موجودہ کتابوں میں تو کوئی قاعدہ ایسا ہو نہیں سکتا ہاں اگر پادری صاحب کی خائلی کتاب روغن الکج میں لکھا ہو تو میں نہیں کہہ سکتا حق تو یہ ہے کہ پادری صاحب کو نہ خوف خدا ہی نہ کچھ شرم و حیا ہے یہ خیال نہیں کرتے کہ اگر میری تحریر کسی ذی علم کے پاس جائیگی تو وہ کیا کہیگا۔

اس مقام پر الساعۃ سے مراد عین دن قیامت ہے اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ قیامت کا دن

قریب ہوا اور (اُسکی علامت معجزہ کے وسیلے سے یہ ظاہر ہوئی کہ) چاند بھٹ گیا یعنی صاحب
 الساعۃ سے مراد عین دن قیامت ہوا وانشق اپنے معنی میں ہے بمعنی سبقت نہیں ہوا آپ کیوں
 آیت قرآنی میں تخلیق کر کے عوام کو قریب دیتے ہیں۔ ایجناب یہ حاکم کی بیٹی زندہ کر نیکا معجزہ نہیں
 ہر جہاں ثبوت انجیل کی عبارت سے نہیں ہوتا۔ عجب بات ہو کہ حضرت مسیح تو خود کہہ رہے ہیں کہ لڑکی
 مری نہیں مگر پادری صاحب زبردستی اُسے مار کر معجزہ ثابت کیا چاہتے ہیں اور یہ خیال نہیں کرتے
 کہ حضرت مسیح کا قول جھوٹا ہوا جاتا ہے۔ الغرض یہاں تک تو اس معجزے کے ثبوت میں قرآنی شہاد
 کا بیان کیا گیا اب ان گواہوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو صاحب معجزہ کے ہم صحبت اور ان کے اقوال
 اور افعال کے روایت کرنے والے اس واقعہ پر شہادت دیتے ہیں وہ یہ ہیں۔ عبداللہ بن مسعود
 اور عبداللہ بن عمر اور مطعم اور عبداللہ بن عباس اور حذیفہ بن الیمان اور انس وغیرہم یہ اصحاب
 بیان کرتے ہیں کہ ایک بار جماعت قریش کے سامنے مکہ میں آنحضرت نے شب کو اٹھکلی کے اشارہ پر
 چاند کو دو ٹکڑے کر دیا مطعم کہتے ہیں کہ کفار نے کہا کہ سحرنا محمد یعنی محمد نے ہم پر جادو کیا۔ بہر حال جب
 اتنی جماعت نے اس معجزے کو روایت کیا اور پھر ہر ایک دیکھنے والے سے متعدد لوگ روایت
 کرتے ہیں اور ان سبوں کے نام بخاری اور سلم وغیرہ جہاں اپنی کتابوں میں لکھے ہیں جسکا جی چاہے
 دیکھ لے پھر کوئی وجہ اس میں شک کرنے کی نہیں ہے کیا وجہ ہے کہ یہ سبھی معجزے تو وہ شخص غایت
 بین شخص کی گواہی سے قبول کئے جائیں اور محمدی معجزے چھ سات شخصوں کی گواہی سے بھی
 قبول نہ کئے جائیں اگر یہ کہا جائے کہ مسیحی گواہوں کی تحریر موجود ہے اور محمدی گواہوں کی کوئی
 تحریر نہیں ہے تو اسکا جواب ہم بخوبی تعلیق نعم کے جواب میں دیکھتے ہیں کہ تحریری شہادت اور
 زبانی شہادت کا ایک حال ہے بلکہ زبانی شہادت کا مرتبہ زائد ہے کیونکہ تحریری شہاد
 ہرگز تمام نہیں ہوتی بغیر زبانی شہادت کے اور قطع نظر اس کے ہمارے پاس زبانی شہادت کا

۱۔ کفار عرب کے اس قول سے بھی پادری صاحب کا وہ مطلب مردود ہوتا ہے جو انہوں نے
 صفحہ ۶ میں سحر سحر کے تحت میں بیان کیا ہے یعنی سحر کے معنی قریب دینے کے نہیں ہیں ۱۱

ثبوت بخوبی موجود ہے بخلاف اُس تحریری شہادت کے جسے سچی پیش کرتے ہیں کہ اُس کا ثبوت اُنکے پاس ہرگز نہیں ہے چنانچہ اُس کا ذکر تھوڑا سا گزرا اور آئندہ آئیگا۔

پادری عماد الدین نے اس طور کے ثبوت کو صرف یہ لکھ کر ٹال دیا ہے کہ حدیث شتیٰ القمر کی متواتر نہیں بلکہ قول آحاد میں ہے اور دلیل اُسکے عدم تواتر کی یہ عبارت مدارک کی پیش ہے۔

لو علم غنیمتہم لنقلوا متواتر الان الطباع سبلت علی نشر العجائب لانه یجوز ان عجیب عنہم انہ۔ میں کہتا ہوں کہ جب ہم نے ثابت کیا اور دکھا دیا کہ متعدد راویوں نے اسے روایت کیا اور پھر بکثرت اسکا شیوع ہوا ایسا واسطے محققین اسکو متواتر کہتے ہیں تو اسکو خبر احاد کہنا غلط ہو گیا جانبِ حجرات کی سب سے اس کا تواتر زیادہ ہے ذرا ہوش کیجئے اور وہ جو آپ نے مدارک کی عبارت سے یہ دلیل پکڑی ہے کہ یہ معجزہ متواتر نہیں ہے وہ محض آپ کی جہالت یا دھوکے بازی ہے کیونکہ تواتر کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ تمام جہان یا اکثر ملکوں میں ایک امر پھیل جاوے اور سب اُسکو بیان کریں۔ یہ تواتر کچھ ثبوت قطعیت کے لئے شرط نہیں ہے ورنہ کسی نبی کا کوئی معجزہ قطعی نہ ہو گا مثلاً وقتِ صلیب

مسیح مسیحیوں کا قول ہے کہ آسمان تاریک ہو گیا اور یہ ہوا اور وہ ہوا سو اسمیچوں کے اور کوئی جہان میں اسکی تصدیق نہیں کرتا کیا یہ معجزہ بھی کسی مکان کے کونے میں یا پہاڑ کے کھوٹے میں ہوا تھا جیسے پادری صاحب شتیٰ القمر کو کونے میں چپکے سے ہونا بیان کرتے ہیں صاحب تفسیر مدارک نفی تواتر کی توجیہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسا تواتر ہونا کچھ ضرور نہیں ہے اور دوسری قسم کا تواتر جو اکثر امور مذہبی میں ہوتا ہے جسکے سبب قطعیت ہو جاتی ہے اُسکی نفی صاحب مدارک کی عبارت سے ہرگز نہیں نکلتی پادری صاحب دونوں تواتر کو غلط کر کے عوام کو فریب دیا چاہتے ہیں۔ او

علاوہ اسکے پادری صاحب کو ہماری اصطلاح سے کیا بحث ہے ہماری اصطلاح میں وہ متواتر ہوا یا نہ ہو اُسکے ثبوت میں اُس سے زیادہ گواہ لاتے ہیں جبکہ آپ سبھی معجزات کے ثبوت میں پھر آپ کو اُسکے قبول کرنے میں کیا عذر ہے جب آپ نے سچی معجزے قبول کرنے باوجود کہ انکی شہادت دینے والے اسقدر نہیں ہیں جبکہ محمدی معجزات کی شہادت دینے والے ہیں تو محمدی

معجزات کو قبول نہ کرنا بجز مقصد اور عناد کے اور کیا کہا جائے۔ ناظرین کو اگر اس معجزے کے ثبوت میں زیادہ تفصیل دیکھنا منظور ہے تو رسالہ شمس القمر المعجزۃ خیر البشر مولفہ جناب مولوی محمد عبدالحق صاحب ملاحظہ فرمائیں اس میں نہایت تفصیل سے اس معجزہ کا اثبات ہوا اور ہر ایک مخالفت کا جواب عمدہ طور سے دیا ہے۔

دوسرا معجزہ۔ انگلیوں سے بکثرت پانی کا جاری ہونا یہ معجزہ حضرت کوئی مرتبہ ہوا ہی۔ اور متواتر دیکھنے والے اسے بیان کرتے ہیں اس معجزے کو دیکھ کر روایت کرنے والوں میں اس بن مالک جابر بن عبد اللہ عبد اللہ بن مسعود عمران بن حصین ہیں یہ لوگ چشم دید اس معجزے کو بیان کرتے ہیں اور پھر ہر ایک ان دیکھنے والوں سے اشخاص کثیر روایت کرتے ہیں مثلاً انس سے قتادہ اسحق بن عبد اللہ ابن ابی طلحہ حسن بصری۔ حمید۔ ثابت وغیرہم ستر آدمی روایت کرتے ہیں۔ غرض کہ اسی طرح سلسلہ راویوں کا برابر چلا آیا اور ہر ایک راوی نہایت ثقہ اور معتبر اور اسی معجزے کو اسحق بن عبد اللہ نے امام مالک سے بیان کیا اور امام مالک نے اپنی کتاب موطا میں لکھا چونکہ یہ معجزہ کئی مرتبہ ہوا ہے تو جو وقت جس طرح پر ہوا ہے دیکھنے والے نے اُس طرح بیان کیا ہے ایک مرتبہ کی صورت یہ ہے کہ حدیبیہ کے دن لوگ پیاسے بھنے اور حضرت کے پاس ایک لونے میں پانی تھا اُس سے حضرت نے وضو کیا تمام لوگ آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے ہمارے پاس سوا اس پانی کے جو آپ کے لونے میں ہے کچھ پانی نہیں ہے آنحضرت نے اُس میں ہاتھ رکھ دیا اسی وقت انگلیوں کے درمیان سے مثل چشمہ کے پانی جوش مارنے لگا اس خاص قصہ کو جابر صحابی نے روایت کیا ہے ان کے شاگرد نے ان سے دریافت کیا کہ تم سب یعنی جو وہاں موجود تھے کتنے آدمی تھے جابر نے جواب دیا کہ ہم پندرہ سو آدمی تھے مگر پانی کی یہ حالت تھی کہ اگر لاکھ آدمی ہوتے تو وہ پانی کفایت کرتا۔ جس طرح ہم معجزات محمدی کی سند بتواتر سلسلہ وار پیش کرتے ہیں کوئی معجزات مسیحی کی پیش کئے

۱۔ یہ رسالہ طبع مفید عام آگرہ میں حسبلہ ہای مبین الدولۃ زیر الملک اب محمد طیحاں صاحب بہادر مولفہ جنگ میرٹھ لکھی ہے ۱۱

تو ہم جانیں۔ اسے صاحب یہ تو کہہ دیا گیا کہ فلاں معجزہ مٹی نے اپنی انجیل میں لکھا یہ تو کہنے کے لیے
 کیا سند ہے کہ مٹی نے فلاں معجزہ بیان کیا کوئی مٹی کا شاگرد کوئی انکا دیکھنے والا تو اسکی شہادت
 دے کہ ہمارے روبرو مٹی نے یہ معجزہ لکھایا اپنا لکھا ہوا بیان کیا انکل پچو پی کہا جاتا ہے کہ مٹی نے
 اس کی تصدیق کی۔

تیسرا معجزہ حضرت سے بارہا دفتوں وغیرہ نے کلام کیا چنانچہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہی ہے
 قبیل سے یہ مرتھا کہ ایک ستون حضرت کی سجدہ کا کہ حضرت سر راہ بنیائے پاس کھڑے ہو کر اوجھیں بستے لکھا
 انکا کو عطا فرمایا کرتے تھے اور جب منبر بنگیا تو اس سے علیحدہ ہو کر منبر پر کھڑے ہوئے وہ ستون نے لکھا
 اور اس زور سے اس سے آواز آتی تھی کہ سجدہ گونج اٹھی حضرت منبر سے اُتے اور آکر اس پر ہاتھ دھر دے اور اُٹھ
 ہو گیا یہ معجزہ بھی بہت دیکھنے والوں نے بیان کیا ہے چنانچہ قاضی عیاض اسکو لکھتے ہیں۔ وہو فی نفسہ مشہور
 منتشر و خبر بہ متواتر و خارج بل الصبح اور بخاری کی شرح تفسطانی میں بھی اسکو متواتر لکھا ہے جن لوگوں نے اسکو
 دیکھا کہ روایت کیا ہے انہیں سے بعض یہ ہیں۔ ابی بن کعب اور جابر بن عبد اللہ۔ انس بن مالک عبد اللہ
 ابن عمر اور عبد اللہ بن عباس اور سہیل بن سعد اور ابو سعید خدری اور بریدہ اور مطلب بن ابی وداعہ
 اتنے لوگ جو حضرت کے صحابی ہیں اس معجزے کی شہادت دیتے ہیں اور پھر ہر ایک
 راوی نے بہت لوگوں سے یہ معجزہ بیان کیا ہے اور وہ اس بیان کی شہادت دیتے ہیں
 اور اسی طرح برابر سلسلہ وار روایت کرتے چلے آتے ہیں چنانچہ صحاح ستہ میں مذکور ہے جکی شہاد
 میں کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ بھلا کوئی مسیحی حضرت مسیح کے کسی معجزے پر اسقدر گواہ لاوے
 تو ہم جانیں زبانی زلل اڑا دینا کہ مسیحی معجزات کا ثبوت یقیناً سے بھی زیادہ ہے دوسری
 بات ہذا و ثبوت دینا دوسری بات ہے ناظرین خوب یاد رکھیں کہ اگر کوئی پادری یہاں یہ کہے
 کہ حواریوں نے الہام سے بیان کیا ہے اسکا جواب پہلے تو یہ دینا چاہئے کہ اسکا ثبوت دو
 کہ اناجیل حواریوں کی لکھی ہوئی ہے یہی اس کا ثبوت ہرگز نہیں دیکھ سکتے پھر کہنا چاہئے کہ اسے ثابت کرو
 کہ انھوں نے الہام سے لکھا یقین علماء مسیحیہ خود اس بات کے قائل ہیں کہ اناجیل الہام سے

نہیں لکھی گئیں جیسا کہ آئندہ ذکر کیا جائیگا اور پیغام محمدی میں ہم بیان کر چکے ہیں۔

علاوہ اسکے ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ بطرح کے صاحب لہام حواری تھے ویسے ہی صاحب لہام آنحضرت کے صحابہ بھی تھے کوئی فرق نہ تھا سو اسکے مسیح تابجیات حواریوں کی شکایت کرتے ہے اور انکو بے ایمان اور ضعیف الاعتقاد کہتے رہے اور حضرت کے صحابی دیانت و امانت اور

قوت ایمان میں ہمیشہ قابل مدح رہے چنانچہ خدا تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں جابجا تعریف کی اور سیور صاحب نے بھی اپنی تاریخ میں اسکی تصدیق کی ہے یہ کہدینا کہ مسیح کے معجزات الہامی شخصوں کے لکھے ہیں اور محمد صاحب کے معجزات ایسے شخصوں نے روایت نہیں کئے جنھن

فریب ہر سبب سچی و دو تین شخصوں کی گواہی سے حضرت مسیح کے معجزات کو یقینی جانتے ہیں تو کیا چہ ہر کہ محمدی معجزات کو چار پانچ بلکہ اُس سے بھی زیادہ شخصوں کی گواہی سے یقینی نہیں جانتے یہ تعصب بہت دھرمی نہیں تو کیا ہر تین معجزے تو دوسری قسم کے بیان کئے گئے اب قسم سوم کا کچھ ذکر کیا جاتا ہے بیان قسم سوم۔ وہ معجزات کہ قدر مشترک اُن میں متواتر ہے اور معجزات سچی سے بدرجہا اسکا ثبوت

زائد ہے کہ ہر فرداً فرداً متواتر ہوں مثلاً حضرت کی برکت و دعا سے کھانیکا زیادہ ہو جانا حضرت جابر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ سرور انبیاء نے خندق کے دن دوسیر خبثت ہزار آدمیوں کو سیر کر دیا تھا حضرت جابر قسم کھا کر کہتے ہیں کہ سب کھایا اور چھوڑ دیا۔ اور جابر سے سعید بن مسینا اور ائمن روایت کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرا واقعہ ابو طلحہ کا مشہور ہے اُسے انس بن مالک

نے روایت کیا ہے کہ ایک روز حضرت نے شتر یا اتنی آدمیوں کو جو کی چند روٹیوں سے سیر کر دیا اس معجزے کو امام مالک نے جو صحابہ کے دیکھنے والے تھے اپنی کتاب موطن میں روایت کیا ہے اور اسی قبیل سے حدیث ابو ایوب انصاری کی ہے کہ ایک روز انھوں نے فقط اس قدر کھانا پکایا کہ حضرت کو اور ابو بکر صدیق کو کافی ہو حضرت جب تشریف لائے تو فرمایا کہ بیٹے آدمیوں کو اشراف

قریش سے بلاؤ انھوں نے بلایا وہ آئے اور کھا کر سیر ہو گئے اور کھانا بچ رہا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اور ساٹھ آدمیوں کو بلا لو وہ بھی بلائے گئے اور کھا کر سیر ہو گئے

اور کھانا بیچ رہا حضرت نے اور شتر آدمیوں کو بلوایا اور وہ بھی کھا کر سیر ہو گئے اور کھانا بیچ رہا
 ابُو اَیُّوبؓ کہتے ہیں کہ وہ دو آدمیوں کا کھانا ایک نسواری آدمیوں نے کھایا اور بیچ رہا۔
 اور اسی طرح عمرؓ اور ابو ہریرہؓ اور سلمۃ بن الاکوعؓ اور ابو عمر انصاریؓ چاروں صحابی بیان کرتے
 ہیں کہ ایک محلہ میں لوگ بھوکے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچا بچایا کھانا منگایا
 ایک شخص تھوڑا سا کھانا لایا اور ساڑھے تین سیر چھوڑے تھے حضرت نے ان کو ایک تھوڑا
 پر جمع کیا سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے اندازہ کیا تو اتنا ڈھیر معلوم ہوا جتنا بکری کا جثہ ہوتا ہے پھر
 حضرت نے لوگوں کو کھلا بھیجا کہ اپنے اپنے برتن لیکر آویں تمام لشکر کے لوگ برتن لیکر آئے
 اور ہر ایک کا برتن بھر گیا اور کھانا بیچ رہا۔ اس حاصل اسی طرح بہت مرتبہ کھانے کا زیادہ
 ہو جانا جو ان روایتوں میں قدر مشترک ہے بہت دیکھنے والوں نے روایت کیا چنانچہ ان
 میں سے یہاں چار واقعے بیان کئے گئے جنہیں سات آدمیوں نے روایت کیا ہے پس
 حضرت کا یہ معجزہ کہ اپنے تھوڑے سے کھانے سے بہت آدمیوں کو سیر کر دیا متواتر یقینی
 ہی پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت مسیحؑ کا وہ معجزہ کہ پانچ روٹیوں سے بہت سے لوگوں کو سیر کر دیا
 دو شخصوں کی روایت سے یقینی ہو جائے اور حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ
 یقینی اور لائق قبول نہو اور لطفت یہ کہ مسیحؑ کا یہ معجزہ خود یوحنا راوی کی روایت سے لائق اعتبار
 نہیں رہتا کیونکہ یوحنا نے اپنی تاریخ کے باب ۶ میں اس معجزے کو نقل کیا ہی اور بعد نقل معجزہ کے
 لکھا ہی وہ تمام بھیڑ آدمیوں کی جنہوں نے یہ معجزہ دیکھا اور معجزہ کی روٹیاں کھائی تھیں مسیحؑ کے
 پاس گئے اور انہوں نے کہا کہ ہم کیا کریں تاکہ خدا کے کام بجالا دیں یسوع نے جواب میں انہیں کہا
 خدا کا کام یہ ہے کہ تم اُسے بھیجا ہے ایمان لاؤ تب انہوں نے اُس سے کہا پس تو کون
 نشان دکھاتا ہے تاکہ ہم دیکھ کے تجھ پر ایمان لا دیں تو کیا کرتا ہے ہمارے باپ اداؤں نے تو
 بیابان میں من کھایا۔ یہ مضمون ورس ۲۸ سے ۳۱ تک ہے حضرت مسیحؑ نے اس کے جواب میں
 کچھ نہیں کہا سوا اس کے کہ اپنے آپ کو زندگی کی روٹی بتایا اور کہا جو مجھ پر ایمان لایا وہ بھی بھوکا اور پیاسا

نہوگا۔ اب مقام غور ہے کہ اگر وہ اتنا بڑا معجزہ دیکھ چکے ہوتے کہ پانچ روٹیوں سے پانچرا
 آدمی سیر ہو گئے اور بارہ ٹوکریاں روٹیوں کے ٹکڑے بیچ رہے تو وہ کیوں کہتے کہ تو کونسا
 نشان دکھاتا ہوا اور اگر انھوں نے کہا بھی تھا تو حضرت مسیح صاف اُن کے جواب میں کہتے کہ تم
 ابھی اتنا بڑا نشان دیکھ چکے ہو اور پھر کہتے ہو کہ تو کونسا نشان دکھاتا ہے مسیح نے اسکا اشارہ
 بھی نہیں کیا پھر کیونکر یہ کہا جائے کہ یہ واقعہ کوئی معجزہ تھا ذرا انصاف کرو کہ اُن تمام حاضرین کا
 ایسا سوال کرنا اور پھر حضرت مسیح کا مطلقاً اس طرف اشارہ نہ کرنا کیسی صاف شہادت دیتا ہے
 کہ وہ کوئی معجزہ نہ تھا اور جو کچھ کہا گیا ہے وہ یاروں کی بناوٹ یا غلط فہمی ہے۔ مخفی نہ ہے
 کہ یہ قدر مشترک متواتر جو چھ قسم سوم میں یہاں تک بیان کی ہے ایک امر خاص میں تھی یعنی
 صرف کھانے کے زیادہ ہونے میں اور ایک قدر مشترک یہ ہے کہ حضرت سرور انبیاء سے معجزات
 ہوئے یعنی اُن سب روایات صحیحہ کے ملانے سے جو فرداً فرداً معجزات کے بابے میں منقول
 ہیں یہ قدر مشترک نکلتی ہے کہ حضرت سے معجزات صادر ہوئے مثلاً پندارہ بین دیکھنے والوں نے
 یہ معجزہ بیان کیا کہ حضرت نے تھوڑے کھانے سے بہت سے لوگوں کو سیر کر دیا اور دس بارہ
 دیکھنے والوں نے لکڑی کے ستون کا رونا اور پھر حضرت کے ہاتھ دھرنے سے تھم جانا روایات
 کیا اور پانچ سات صحابہ نے شق لقمہ کا معجزہ نقل کیا اور چار پانچ معائنہ کرنے والوں نے
 انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا بیان کیا تو اب ان میں چالیس دیکھنے والوں کی گواہی سے یہ
 بات بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت سے معجزہ ہوا پس اس قدر ثبوت تصدیق نبوت کیلئے کافی
 ہے حضرت مسیح کے معجزات کا ہرگز ایسا ثبوت نہیں ہے کیونکہ وہاں نہ کوئی خاص معجزہ اور نہ
 قدر مشترک کوئی ایسی ہے کہ تین چار شخصوں کے سوا اور کوئی روایت کرتا ہو پھر یہ عناد و تعصب
 نہیں تو کیا ہے کہ تین چار شخصوں کی گواہی سے تو تصدیق معجزات سچی کی جائے اور تین چالیس
 شخصوں کی شہادت سے عجاز محمدی نہ مانا جائے یہ مختصر بیان تھا تینوں قسم کے معجزات کا
 جسکی طرف جناب منشی صاحب نے اشارہ کیا ہے بعض کم فہموں کو یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ بہت سے

عمرہ عہدہ اور بڑے بڑے معجزے جو احادیث میں مذکور ہیں قرآن مجید میں کیوں نہیں بیان کئے گئے چونکہ معجزہ نبوت کی بڑی دلیل ہے اسلئے ضرور تھا کہ قرآن مجید میں معجزات محمدی مفصل مذکور ہوتے تاکہ کسی مخالف کو گفتگو کی گنجائش نہ رہتی اسکا جواب کئی طور پر ہے اگر اہل حق نظر انصاف غور فرمائیں گے تو میا ختم کلمہ ٹھیکے کہ بیشک قرآن مجید میں کل معجزات کا ذکر نہ تو ایک بڑی مصلحت پر مبنی ہے اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ اس کلام کا متکلم بڑا توانا دور علام الغیوب ہے۔ اول اس امر میں غور کرنا چاہئے کہ جتنے منکرین و مخالفین ہیں ان سب کا یہی گمان ہے بلکہ یقین رکھتے ہیں کہ قرآن مجید خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے اور اس کتاب مقدس کے مصنف آپ ہی ہیں۔ پھر جب ان لوگوں کا گمان ایسا ہو تو کیونکر قرن مصلحت یہ بات ہو سکتی ہے کہ مفصل معجزات آنحضرت کے قرآن مجید میں ذکر کئے جاتے کیونکہ اس حالت میں مخالفین کو زیادہ موجب انکار ہوتا ظاہر ہے کہ اگر کوئی مدعی صرف اپنی زبان سے دعوے کی تصدیق کرے اور اپنی سچائی ظاہر کرے تو کسی طرح مخالف کے نزدیک وہ قابل تسلیم نہیں ہو سکتا اسلئے قرآن مجید میں بہت سے تفصیلی معجزات محمدی بیان نہیں ہوئے۔ دوسرے یہ کہ معجزہ ایک ایسا امر ہے کہ شعبہ بازی وغیرہ سے بہت مشابہ ہو جاتا ہے اسلئے حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھیں گے اور نشانیاں اور کرامات دکھلائیں گے کہ اگر ہو سکتا تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرتے (مرقس ۱۳) آخر سچے اور جھوٹے معجزوں میں تمیز کرنا نہایت دشوار ہے۔ پادری صاحب نے ہدایت المسلمین میں بہت کچھ خاک چھانی ہے گرد و لہجہ کے معجزوں میں کچھ فرق نہیں بیان کر سکے ناظرین صفحہ ۱۶ کتاب مذکور کو ملاحظہ کریں صرف اتنا کہدینا کافی نہیں ہے کہ جادو گروں کے کام طاقت بشری سے خارج نہیں ہوتے اور معجزات انبیاء انسان کی طاقت سے خارج ہوتے ہیں کیونکہ یہ فرق آپکا اعتقادی اور ذہنی امر ہے اس سے کوئی ظاہری اور بدیہی فرق ان دونوں میں نہیں پایا جاتا جسکی وجہ سے طالب حق و دونوں کو دیکھ کر تمیز کر سکے ہر ایک پابند ملت اپنے معتقد علیہ اور نبی کی

کرامات کو ایسا ہی اعتقاد کرتا ہے کہ وہ خدا ہی کی طاقت سے ہیں اور انسان کی طاقت سے خارج ہیں اور منکرین بڑے بڑے معجزوں کو شیطان کی طاقت سے سمجھتے ہیں چنانچہ حضرت مسیحؑ کی نسبت منکرین یہی کہتے تھے کہ روح خبیث کے ذریعے سے یہ کڑے دکھاتے ہیں یہی وجہ تھی کہ یہودی مسیحی معجزات کو نہیں مانتے تھے علاوہ اسکے بھوت پلیدوں کا نکالنا اور بیماروں کو اچھا کرنا جنکو پارسی صاحب مسیحی معجزے کہتے ہیں کسی طرح طاقت بشری سے خارج نہیں اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو بڑی قوت اور زور سے بھوت پلید کو نکال دیتے ہیں پھونک دیتے ہیں جلادیتے ہیں اور بیمار کو بھی چنگا کرتے ہیں اور اس قبیل کے منتر حضرت مسیح علیہ السلام کے بہت پیشتر سے رائج تھے چنانچہ یوسفؑ اپنی تاریخ کے کتاب آٹھویں کے باب میں لکھتا ہے کہ سلیمان نے بہت سے منتر بنائے تھے کہ جن سے بیماروں کو تخفیف ہو اور اسی طرح ایسے عمل جن سے جنون اور دیوؤں کو نکالا جاوے اور وہ عمل آج تک خوب جاری ہیں اسلئے میں نے دیکھا ہے کہ میرے ہموطنی الیغاز نے دس پی سین بادشاہ اور اُسکے بیٹوں اور اُسکے سرداروں اور تمام سپاہیوں کے حضور میں لوگوں سے جنون اور دیوؤں کو نکالا اور طور اُسکے نکالنے کا یہ تھا کہ شخص دیوزدہ کی ناک میں ایک چھلار لٹکھ کر دیوؤں کو تختوں کی راہ سے نکال لیتا تھا اور جیسی وہ دیوزدہ گر جاتا تھا بعد اُسکے اُس جن سے اقرار لیتا تھا کہ پھر نہ آوے اور اس وقت منتر پڑھتا اور نام سلیمانؑ کا لیتا جاتا تھا اور لوگوں کے یقین کرانے کے لئے ایک برتن پانی کا بھرا ہوا تھوڑی زور پر رکھوا دیتا تھا کہ بعد نکالنے جن کے اُسکو حکم کرتا تھا کہ اُس برتن کو الٹ دیوے اور وہ جن الٹ دیتا تھا انتے (اعجاز عیسوی)۔

لیجئے صاحب بہت سے مسیحی معجزے اس موترخ کے قول سے اُڑ گئے باقی کا بھی یہی حال ہے بڑا معجزہ حضرت مسیحؑ کا مردے کو زندہ کرنا تھا مگر وہ بھی مشکوک ہے اسکی تفصیل خود اہل یورپ نے اپنی

۱۵ چنانچہ مئی کے باب ۹ میں ہے فریسیوں نے کہا کہ وہ دیوؤں کے سردار کی مدد سے دیوؤں کو نکالنا ہی اور یہی منمون مرث ۳۳ اور لوقا ۱۱ اور یوحنا ۴ و ۵ و ۸ و ۹ میں ہے ۱۲
چودھری مولابخش معنی عشرہ

تصانیف میں کی ہر بشرط زندگی ہم بھی کسی موقع پر سنا دیں گے غرض کہ پادری صاحب نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ سب ڈھکوسلا ہے حق بات یہ ہے کہ معجزات حق و باطل میں تمیز کرنا نہایت دشوار ہے لہذا اصل جو کوئی انصاف دلی سے غور کرے گا وہ جان لے گا کہ قرآن مجید میں معجزات محمدی کے بیان پر زور نہ دینا بڑے عمدہ مصلح پر مبنی ہے اس بیان سے تعلیق و ہم کی عمدگی اور خوبی ظہور میں ہو گئی لہذا صفحہ ۳۰ میں پادری صاحب کا یہ لکھنا کہ اس تعلیق کا سارا بیان ناکارہ ہے اُن کے دل و دماغ کے فساد پر مبنی ہے اس کے بعد اُنھوں نے ایک صاف و صیح خلاف واقع امر لکھا ہے وہ یہ کہ یہاں سے خوب ثابت ہو گیا کہ اُن چھ دلیلوں کے جواب اہل اسلام کے پاس کچھ نہیں ہیں آخر واضح ہو کہ منشی صاحب نے حسب عادت اپنے اُن سچ اور مردود دلیلوں کے میں تفصیلی طور پر توجہ نہیں کی بلکہ محل طور پر اُن کا قلع اور قمع کر دیا ہے مگر پادری صاحب ایسے نجیب کہاں تھے کہ اشارہ سے چل نکلتے اُن کے لئے تو سخت ایڑ درکار ہے مگر غضب یہ ہے کہ اگر اشارہ پر کفایت کی جائے تو ممتہ زوریاں کرتے ہیں اور اگر زور سے ایڑ دی جائے تو پھس پھسا کر بیٹھ جاتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ان سے کچھ نہیں ہو سکا ایسا صاحب اگر فحشی حسب نے محل طور پر بیان کیا تھا تو آپ نے اپنے شفیق مولوی حافظ ولی اللہ صاحب کی کتاب صیانتہ الانسان کو تو ملاحظہ کیا ہوتا اُنھوں نے تو آپ کے دلائل کو ایسا رو کیا ہے کہ آپ پانچ برس کے بعد تعلیقات لکھنے بیٹھے ہیں مگر اُن کے جواب البجواب میں ایک حرف بھی نہ لکھ سکے اور محض جھوٹ بول کر دفع الوقتی کر گئے ناظرین صیانتہ الانسان کے صفحہ ۴۴ سے صفحہ ۶۶ تک ملاحظہ کر کے پادری صاحب کی میباکی و سچائی کو خیال فرمائیں خیر اگلے جوابوں کو جاننے دیجئے اب اور سنئے اگر پادری صاحب کا نوں میں تیل ڈال کر آنکھوں پر پٹی باندھ لیتے تو بہت اللہ کے بندے حق بین اور حق شناس ہیں وہ تو انصاف کریں گے۔

دلیل اول۔ قرآن میں محمد صاحب کا کوئی معجزہ مذکور نہیں ہے بلکہ بہت سی آیات سے معجزات کی نفی ثابت ہوتی ہے پس جن احادیث میں معجزات کا ذکر ہے وہ مخالف قرآن ہیں اور یہ اہل اسلام کا

اعتقاد ہے کہ حدیث مخالف قرآن مردود ہے لہذا معجزات کی حدیثیں مردود ہوئیں انتہی لطیفاً
(صفحہ ۱۸ وغیرہ)

جواب یہ کہنا کہ قرآن مجید میں معجزات کا ذکر نہیں ہے محض غلط ہے چنانچہ ناظرین نے بیان سابق سے دریافت کیا ہوگا علاوہ اسکے قرآن مجید تو اول سے آخر تک اپنے تین معجزہ کھ رہا ہے جسکا ظہور آنحضرت کی زبان سے ہوا دیکھئے کس زور شور سے نہا ہوئے **فَاتُوا بِسُورَةٍ مِّمَّا مَنَعْتُمْ** **وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِمَّنْ دُونِ اللَّهِ إِنَّ كُنتُمْ صَادِقِينَ** یعنی لے آؤ اسکے مثل ایک سورت اور بلاؤ اپنے مددگاروں کو خدا کے سوا اگر تم سچے ہو اور دوسری جگہ بڑے دعویٰ سے یہ بھی کہہ دیا **قُلْ لِّئِنْ أَجَعَلْتُ الْإِنْسَ وَالْحَيَّاتِ** یعنی اگر جن انسان سب کے سب قرآن کے مثل لانے پر مجتمع ہوں تو نہیں لاسکتینگے اگرچہ ایک دوسرے کی مدد کریں۔ اب فرمائیے کہ یہ معجزے کا ذکر نہیں تو کیا ہے دیکھئے کس زور شور سے معجزے دائمی کی خبر دی جاتی ہے اور صاف و صریح پیشین گوئی بیان کی جاتی ہے اور وہ جو پادری صاحب نے اس اعجاز کے چھپانے میں تحقیق الایمان وغیرہ میں خاک چھانی ہے اوسکا جواب صیانتہ الانسان اور تنزیہ الفرقان اور ساطع البرہان میں عمدہ طور سے دیا گیا ہے جسکے جواب الجواب سے پادری صاحب بالکل عاجز ہیں۔

آب یہاں اوس آیت کا مطلب بھی معلوم کر لینا چاہیے جسے پادری صاحب تابعی محمدی کے صفحہ ۱۹ اور نقلیات کے صفحہ ۳۴ میں نقل کر کے اپنے زعم میں معجزات کی نفی ثابت کرتے ہیں وہ آیت یہ ہے **وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نَنْزِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَنْ كَذَّبَ بِهَا الْأَوَّلُونَ** اس آیت میں لفظ آیات جسکے معنی معجزے کے لیے جاتے ہیں مُعَرَّفٌ بِاللَّامِ واقع ہے اب اس امر میں نزاع ہے کہ یہ الف لام اس مقام پر عہد کے لیے ہے یا استغراق کے لیے ہمارے علمائے بالاتفاق اس الف لام کو عہد کا لکھا ہے اس وجہ سے کہ کلام عرب میں اصل وضع الف لام کی خاص عہد کے لیے ہے اسی واسطے یہ قاعدہ معین ہے کہ جب تک یہ معنی صحیح ہو سکیں دوسرے معنی

لینا جائز نہیں اور ظاہر ہے کہ آیت مذکورہ میں معنی بے تکلف صحیح ہیں کیونکہ اس تقدیر پر ایسی معنی ہوتی ہیں کہ جہاں خاص نشانوں کے صحیح سے کوئی امر مانع نہیں ہوا (جنہیں منکرین طلب کرتے ہیں) مگر یہ کہ ان نشانوں کو اگلوں نے جھٹلایا۔ اس معنی کے صحیح ہونے میں کسی طرح کا شبہ نہیں ہو سکتا۔ اسکے بعد کی آیت بھی اسی طلب کی مؤید ہے کیونکہ میں اس معجز کی طرف اشارہ ہے جو قوم کی طلب حضرت صالح نے دکھلایا تھا اور پھر انھوں نے اس کی تکذیب کی تھی طلب منکرین کے معجزہ کا ظاہر نہ کرنا بڑی عمدت پر مبنی ہے کیونکہ جب موافق ان کی خواہش کے معجزہ ظاہر کر دیا جائے اور منکرین حسب عادت اپنے ایمان نہ لائیں اور اپنے اقرار پر قائم نہیں تو عند اہل اوس احکم الحاکمین کے عذاب کے مستحق ہو جائینگے اسی واسطے عادت آہی جاری رہی کہ جب حسب طلب منکرین کے معجزہ دکھایا گیا اور پھر وہ اپنے اقرار کے خلاف اوسی انکار پر قائم رہی تو سخت عذاب الہی ان پر نازل ہوا چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ایسا ہی ہوا اسی وجہ سے اوس رحم الراحمین نے اپنی رحمت کی فراوانی سے بعد کو وہ نشانیاں بھیجی موقوف کر دیں جنہیں منکرین طلب کرتے تھے تاکہ بہت سی مخلوق تباہ ہونے سے بچی ہے یہ بھی معلوم کر لینا چاہئے کہ یہ موقوفی کچھ حضرت سرور انبیا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے خاص نہیں ہے بلکہ حضرت مسیح کے زمانے میں بھی یہی حال تھا۔ اسی واسطے حضرت مسیح نے منکروں کے مقابلے میں معجزہ دکھانے سے صاف انکار کیا جیسا کہ عنقریب ذکر کیا جائیگا۔ آیت مذکورہ سے اشارۃً یا کنایۃً بھی نہیں سمجھا جاتا کہ ایسے معجزات کا نہ ہیجنا حضرت سرور انبیا کے لیے خاص تھا بلکہ آیت میں ایسے عام طور سے نفی کی گئی ہے کہ حضرت مسیح اور حضرت محمد مصطفیٰ صلوٰۃ اللہ علیہم دونوں شامل ہیں۔ پادری صاحب نے ناحق شوہرچا رکھا ہے کہ اس آیت سے محمدی معجزات کی نفی ہوتی ہے۔ اسے جناب اس آیت سے اگر نفی ثابت ہوگی تو معجزات عیسوی اور محمدی دونوں کی ہوگی۔

پادری صاحب یہ لکھتے ہیں کہ لفظ الآیات پر الف لام استعراق کا ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ

اگر الف لام استغراق کا لیا جائے تو علاوہ مخالف ہونے اوس قاعدہ مقررہ کے جو اوپر بیان کیا گیا آیت کا مطلب کسی طرح صحیح نہوگا کیونکہ اس تقدیر پر آیت کے معنی یہ ہونگے کہ ہمیں کل معجزات سمجھنے سے کوئی امر مانع نہیں ہوا مگر اگلوں کا اون معجزات کو جھٹلانا۔ یعنی آیات کا ترجمہ کل معجزات کیا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ قواعد عربیہ میں یہ بات مقرر ہے کہ الف لام استغراق کا وہی ہو سکتا ہے جسکی جگہ لفظ کل آسکے یعنی لفظ کل اوس الف لام کا ترجمہ سمجھنا چاہئے اس معنی کے لحاظ سے آیت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگلوں کے جھٹلانکی وجہ سے ہم کل معجزات سمجھنے سے باز رہے یعنی جس قدر معجزے وقوع میں آسکتے تھے وہ سبکے سب ہنسنے نہیں بیٹھے۔ اس سے یہ بات نکلی کہ اگر اگلے لوگ معجزات کی تکذیب کرتے تو ہم کل معجزات جنکا وقوع ممکن ہے سبکے سب ظاہر کر دیتے۔ اور اہل علم اس امر کو بخوبی جان سکتے ہیں کہ یہ بات علاوہ فضول ہونے کے غیر ممکن ہے کیونکہ خوارق عادات قدرت الہی کی نظر سے غیر متناہی ہیں۔ اور جو زمانہ اول کے وجود کا اس آیت سے سمجھا جاتا ہے وہ متناہی ہے پر غیر متناہی چیزیں متناہی زمانے میں کیونکر موجود ہو سکتی ہیں لہذا یہ الف لام استغراق کا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ تقریر سابق کے لحاظ سے عہد کا ہیہر لگا اور انہیں خاص معجزات کے ظہور کی نفی ہوگی جنکا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ اور اگر پادری صاحب کی خاطر سے قواعد عربیہ کو چھوڑ دیا جائے اور غیر ممکن کو ممکن مان لیا جائے تو بھی پادری صاحب کا حاصل نہیں ہوتا کیونکہ وہاں کل معجزات کی ہیئت مجموعی نفی یعنی حقیقت معجزات مقدور الہی ہیں وہ سبکے سب ظاہر نہیں کئے گئے ہیں سے بالکل یہ معجزے کی نفی نہیں ہو سکتی یعنی یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ ایک معجزہ بھی ظاہر نہیں ہوا اسکی نظیر بعینہ اسی ہے کہ کوئی امیر کہے کہ میں نے منظر دور اندیشی اپنا کل مال مسکین کو نہیں دیا اس کلام سے کوئی عاقل یہ نہیں سمجھتا کہ اس میر نے مسکینوں کو کچھ نہیں دیا بلکہ اس طرز کلام سے صاف مترشح ہوتا ہے کہ اُس نے کسی قدر مال ضرور دیا ہے۔ اور نہ اس طرح نہ کہتا کہ میں نے اپنا کل مال نہیں دیا بلکہ یہ کہتا کہ میں نے کچھ نہیں دیا۔ یہاں سے ثابت ہوتا

کہ پادری صاحب نے جو تعلیعات کے صفحہ ۴۳ میں آیت مذکورہ کا مطلب اور معنی بیان کئے ہیں وہ محض اونچی تبلیس ہے اوسکے معنی میں یہ کہنا کہ ہمنے محمد کو اسلئے معجزے دیکر نہیں بھیجا الخ سراسر غلط ہے اوس آیت میں خاص آنحضرت کی طرف اشارہ بھی نہیں ہے اور نہ مطلقاً معجزے کی نفی ہے بلکہ اوسکا مطلب وہی ہے جو ہمنے اوپر بیان کیا۔ اسی بیان سے وہ تقریر بھی پادری صاحب کی باطل ہو گئی جو تاریخ محمدی کے صفحہ ۱۹ و ۲۰ میں کی ہے وہ یہ ہے۔

قولہ ہم عیسائی کہتے ہیں کہ الف لام استغراق کا ہے دلیل ہماری یہ ہے کہ سائے قرآن میں کہیں معجزے کا ذکر نہیں ملتا اگر کسی مقام سے کوئی معجزہ ثابت ہو سکتا تو ہم کہہ سکتے کہ الف لام معهود ذہنی ہے۔

اقول یہ امر تو ابھی ثابت ہو گیا کہ الف لام استغراق کا یہاں نہیں ہو سکتا پیر پادری صاحب کی یہ سب تقریر فضول ہے اور یہ جو استغراق کے معنی کی دلیل بیان کی ہے وہ بھی محض بے تک ہے استغراقی معنی کے لئے اس امر کو کچھ دخل نہیں ہے کہ قرآن مجید میں معجزہ کا ذکر ہے یا نہیں اگر استغراقی معنی صحیح ہوتے تو قرآن مجید میں معجزے کا ذکر ہرگز منافی نہ ہوتا کیونکہ بیان معنی استغراقی سے سلب کلی معجزات کا نہیں ہوتا ہے جیسا کہ پادری صاحب بسبب اپنی بے علمی کے سمجھ ہوئے ہیں بلکہ یہاں سلب جزئی ہے جس سے بعض معجزات کی نفی ثابت ہوتی ہے اسی طرح قرآن مجید میں معجزات کا ذکر نہونا استغراق کو ثابت نہیں کرتا کیونکہ اوسکے ثبوت کے لیے دو شرطوں کا ہونا ضرور ہے اول یہ کہ عہد کے معنی نہ بنتے ہوں دوسرے یہ کہ استغراق کے معنی صحیح ہو سکیں اور یہاں دونوں امر مفقود ہیں اور اسی طرح الف لام عہد کے لیے یہ ضرور نہیں کہ معجزات وقوعی کا ذکر قرآن مجید میں پایا جائے کیونکہ الف لام عہد کے لیے اوس معهود کا مذکور ہونا ضرور ہے جسکی طرف یہ الف لام اشارہ کرتا ہے اور وہ یہاں موجود ہے یعنی وہ معجزات جو منکروین طلب کے تھے

اون کا ذکر اس آیت کے تھوڑی دور بعد آیا ہے اسکے علاوہ ہم تو معجزات کا وجود بھی قرآن مجید میں ثابت کر چکے اب تو اونکے اختراعی قاعدے کے بموجب بھی اس آیت میں الف لام استغراق کا نہیں ہو سکتا بلکہ عمد کا ہو گا۔

الغرض اس آیت سے معجزات کی نفی ثابت نہیں ہوتی اور دوسری آیتوں سے اون کا وجود ثابت ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا۔ لہذا وہ حدیثیں جنہیں معجزات کا ذکر ہے قرآن مجید کے بالکل مطابق ہیں البتہ حضرت مسیحؑ کے معجزات جو انجیلوں میں مندرج ہیں وہ بالکل حضرت مسیحؑ کے قول اور فعل کے مخالف ہیں چنانچہ مرقس کے باب میں ہے (۱۱) تب فریسی نکلے اور اوس سے جھگڑ کر کے اوسکے امتحان کے لیے آسمان سے کوئی نشان چلا (۱۲) اُس نے اپنے دل سے آہ کھینچ کے کہا اس زمانے کے لوگ کیوں نشان چاہتے ہیں میں تم سے پہچانتا ہوں کہ اس زمانے کے لوگوں کو کوئی نشان دیا نہ جائے گا۔ دیکھیے کیسی صاف اور صریح کلیۃً معجزات کی نفی ہے جس میں کسی طرح کی تاویل نہیں چل سکتی کیونکہ حضرت مسیحؑ صاف کہہ سکتے ہیں کہ اس زمانے کے لوگوں کو کوئی نشان نہ دیا جائے گا لہذا جس قدر معجزات انجیلوں میں مذکور ہیں وہ سب یاروں کی بناوٹ ہے۔ اور لوقا کے باب میں ہے (۸) اور ہرودیس یسوع کو دیکھ کے بہت خوش ہوا کیونکہ مدت سے چاہتا تھا کہ اوسے دیکھے اسلئے کہ اوسکی بابت بہت کچھ سُناتا تھا اور اوسکی کوئی کرامات دیکھنے کی امید تھی (۹) اور اُس نے اوس سے بہتیری باتیں پوچھیں پر اوس نے اوسے کچھ جواب نہ دیا (۱۱) تب ہرودیس نے اپنی فوج سمیت اوسے ناچیز ٹھہرایا الخ۔ دیکھیے باوجودیکہ ہرودیس معجزہ دیکھنے کا مشتاق تھا مگر حضرت مسیحؑ نے اُسکے جواب میں بالکل سکوت کیا اور کوئی معجزہ اسے نہ دکھایا اور نہ کسی معجزے پر حوالہ دیا اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جس قدر معجزات انجیلوں میں مذکور ہیں وہ محض بے اصل ہیں اس مضمون کی آیتیں انجیل میں بہت ہیں سب کا نقل کرنا موجب طوالت ہے۔

دوسری دلیل محمدی معجزات کے انکار پر یہ ہے کہ موسیٰ کی کتاب استثنا کے ۱۳ باب آیت اسے ۵ تک مرقس کے ۱۶ باب آیت ۷ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ معجزات بیشک دلیل نبوت ہیں مگر بدو صحیح تعلیم کے معجزات کو فریب سمجھنا چاہیے اور قرآن وحدیث کی تعلیم صحیح نہیں ہے چنانچہ حصہ دوم میں اسکی تفصیل آویگی اس صورت میں اگر کوئی معجزہ اُسے دکھایا تو وہ فریب ہے انتہی لخصاً۔

جواب ناظرین اُن مقامات کو ملاحظہ کریں جنکا حوالہ پانی پتی صاحب نے دیا ہے اُن دونوں مقاموں سے تین امر ثابت ہوتے ہیں (۱) معجزات دلیل نبوت نہیں ہیں اور جو معجزے دلیل ہو سکتے ہیں وہ حضرت مسیحؑ میں پائے نہیں گئے۔ (۲) اور وہ سچ جواب ہے تین ابن اللہ اور خدا کہتے تھے سچے نبی تھے (۳) عیسائیوں میں ایمان کی علامت نہیں پائی جاتی اسکا ثبوت سینے۔ استثنا کے تیرہویں باب کا مضمون یہ ہے (۱) اگر تمہارا درمیان کوئی نبی یا خواب دیکھنے والا ظاہر ہو اور تمہیں کوئی نشان یا معجزہ دکھاوے (۲) اور اس نشان یا معجزے کے مطابق جو اسے تمہیں دکھایا بات واقع ہو اور وہ تمہیں کہے اُوہم غیر معبودوں کی جنھیں تم نے نہیں جانا پیروی کریں اور اونکی بندگی کریں (۳) تو ہرگز اوس نبی یا خواب دیکھنے والے کی بات پر کان مت دھرو کہ خداوند تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے (۴) اور وہ نبی یا وہ خواب دیکھنے والا قتل کیا جائیگا۔ اس کلام سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ جھوٹے نبی بھی معجزہ دکھا سکتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ معجزہ دلیل نبوت نہیں ہے دوسرے یہ کہ جو نبی غیر معبودوں کی طرف بلائے جنھیں بنی اسرائیل نہیں جانتے وہ جھوٹا ہے۔ تیسرے یہ کہ جھوٹا نبی قتل کیا جائیگا اب پادر یصاحب سرکوزا نوپر رکھ کر غور کریں کہ توریت میں جو جھوٹے نبی کی دو شناختیں بیان کی گئیں وہ آپ کے اعتقاد کے بموجب حضرت مسیحؑ میں پائے جاتے ہیں یا نہیں بھلا کوئی منصف یہ کہہ سکتا ہے کہ بنی اسرائیل کسی وقت میں حضرت مسیح یا روح القدس کو خدا جانتے تھے اور اُس

خداے وحدہ لاشریک میں تین اقنوم مانتے تھے ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ پس حضرت مسیح نے اپنے آپ کو اور روح القدس کو برعم آپ کے خدا بتایا۔ تو بیشک انھوں نے غیر معبودوں کی طرف بلایا جنھیں بنی اسرائیل ہرگز نہیں جانتے تھے پس بموجب اسی آیت کے معجزات مسیحی ہرگز دلیل نبوت نہیں ہو سکتے اس صورت میں اگر کوئی معجزہ انھوں نے دکھایا تو اسے وہی کہنا چاہیے جو اُوپر پادری صاحب کھچکے ہیں۔ اور دوسری شناخت جو جھوٹے نبی کی توریت میں بیان کی گئی ہے وہ بھی بموجب عقیدے پادری صاحب کے حضرت مسیح میں پائی گئی کیونکہ صلیب دیئے گئے۔ سبحان اللہ پادری صاحب نے یہ عجب اولیٰ دلیل بیان کی کہ جو باتیں مسیحی معجزات کو رد کرتی ہیں ان کو محمدی معجزات پر لاتے ہیں شاید پادری صاحب کی یہ پیش بندی معلوم ہوتی ہے تاکہ توریت کے اس مقام سے کوئی مسیحی معجزات کو باطل نہ کرے ہم پہلے ہی سے اُن آیات کو دوسری طرف جھکا دیں مگر وہ اطمینان رکھیں کہ جھوٹ کو فروغ نہیں ہوتا۔ اور دوسرا حوالہ پادری صاحب کا یہ ہے کہ مسیح فرماتے ہیں اور روئے جو ایمان لاویں گے ان کے ساتھ یہ علامتیں ہونگی کہ وہ میرے نام سے دیوؤں کو نکالیں گے اور نئی زبانیں بولیں گے اور اگر کوئی ہلاک کرنیوالی چیز پیسے کے اونچیں کچھ نقصان نہوگا وے بیماروں پر ہاتھ رکھیں گے تو چنگے ہو جائیں گے (مرقس باب ۱۶ ورس ۱۸) اب پادری صاحب بیان کریں کہ کس عیسائی میں یہ علامتیں پائی جاتی ہیں خود وہی نئے عیسائی ہوئے ہیں کچھ وہی عیسویت کی نشانی دکھائیں ورنہ اقرار کریں کہ جھوٹے عیسائی ہیں محض دنیا کمالنے کے لیے بہروپ بھرا ہے۔ خیر عین اس سے کچھ بحث نہیں اس وقت ہم یہ بیان کیا چاہتے ہیں کہ جب مسیح نے اظہار کرامات عام مومنین کی نشانی ثہرائی تو ثابت ہوا کہ خاصہ نبوت نہیں البتہ اس قول پر یحیٰ اعراض ہوتا ہے کہ خود مسیح کا یہ بھی قول ہے کہ جھوٹے مسیح آئیں گے اور بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں گے پس جھوٹے مسیحوں نے نشانیاں دکھائیں تو نشانیاں کو مومنین مسیح کی علامت قرار دینا صحیح نہوا

کیونکہ جو جھوٹے مسیح آئینگے وہ مومن تو ہرگز نہ ہوں گے حالانکہ نشانیاں دکھائینگے۔ پادری صاحب کو اگر دعویٰ ہے تو ان اعتراضوں کا جواب صاف صاف دیں صرف یہ کہہ کر نہ ٹالیں کہ جھوٹی اور سچی نشانیاں میں غور کرنے سے خود فرق ظاہر ہو جاتا ہے یہ اون کے عجز کی دلیل ہے جہاں کچھ بیان نہیں ہو سکتا وہاں یہ کہہ کر اپنے بارے سے سبکدوش ہو جاتے ہیں۔

اور یہ کہنا کہ قرآن و حدیث کی تعلیم صحیح نہیں ایسا ہے کہ کوئی کھے کہ آفتاب میں روشنی نہیں قرآن و حدیث کی عمدگی تعلیم مثل آفتاب نیمروز کے روشن ہے و افق اور مخالف سب اس کی خوبی کے قائل ہیں پھر اگر ایک پادری صاحب تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھ کر اندھیر مچائیں اور دن کو رات بتائیں تو کیا ہوتا ہے اوصیں چاہیے کہ اپنے ہم مشرب اہل یورپ کے اقوال ملاحظہ کریں اور چند قول ہمنے اوپر نقل بھی کر دیئے ہیں اور زیادہ تفصیل چاہیں تو پیغام محمدی غور سے دیکھیں مگر ہم جانتے ہیں کہ طمع دنیاوی اور عناد کے مرض نے اُن کے مزاج کو ایسا فاسد کر دیا ہے کہ عمدہ غذا سے روحانی اونکو تلخ معلوم ہوتی ہے جہاں جسے تعلیمات مسطور الذیل پسند ہوں وہ قرآن کی تعلیم کیوں پسند کریگا۔

بت پرستوں کی طرح خدا کے اوتار لینے کا قائل ہونا۔ اوس ذات غیر محدود کو ایک ذرہ جسم میں مقید اعتقاد کرنا۔ اوس بے نیاز کو انسان کی طرح محتاج ماننا۔ اوس قادر توانا کا اپنے بندوں کے ہاتھ سے ذلت اور خواری اٹھا کر صلیب دیا جانا اوس ذات مقدس کا انسان کے گناہ کے عوض ملعون ہونا۔ معاذ اللہ۔ اوس کا جہنم میں جا کر گناہ گاروں کی طرح عذاب اٹھانا۔ وغیرہ ذلک من الکفریات یہ پادری صاحب کے مذہب کی تعلیم ہے ناظرین انصاف فرمائیں کہ بڑی عمدگی مذہب اور اس کی سچائی کی نشانی یہ ہے کہ اوس میں عقائد عمدہ ہوں جس مذہب کے عقائد خراب ہیں وہ بلاشبہ جھوٹا مذہب ہے اب فرمائیے کہ عقائد مذکورہ سے بدتر اور کیا عقیدے ہوں گے بڑے افسوس کی بات ہے

کہ ایسی باتوں کے ماننے والے اسلام کی تعلیم پر حرف گیر ہوں اور جو کچھ اونھوں نے حصہ دوم میں اپنی قابلیت اور استبازی کو ظاہر کیا ہے اوسکا حال اوسکے جواب سے اہل حق پر کھل جائیگا بالفعل تو ناظرین پیغام محمدی ملاحظہ کر کے تعلیم محمدی کی خوبی کو دریافت کریں اسکے بعد پادری صاحب نے ایک ایسا طوفان باندھا ہے کہ شاید کسی کو اوسکے غلط ہونے میں شک نہ ہوگا لکھا ہے کہ۔ وہ (قرآن و حدیث) دوسرے معبودوں کی طرف بلاتے ہیں ابراہیم و اسحق اور یعقوب کے خدا کی طرف وہ ہمیں ہرگز نہیں بلاتا صاحبو اس جھوٹ کا بھی ٹھکانا ہے ذرا قرآن شریف پڑھ کر دیکھو کہ وہ صاف صاف کیا کہہ رہا ہے

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ أَوْ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ وَلَا تَشْرِكْ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَدْبَارًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ (آل عمران آیت ۶۴) اے اہل کتاب سیدی بات کی طرف آؤ جو ہمارے تمھارے درمیان متفق علیہ ہے (وہ یہ کہ) بندگی نہ کریں مگر خدا کی اور نہ شریک ٹھہراویں اوسکا کسی کو اور نہ بناوے بعض ہمارے بعض کو پروردگار سوا خدا کے۔ جس طرف قرآن مجید بلاتا رہا ہے وہ تو یہ ہے مگر عیسائی اس طرف نہیں آتے اونھوں نے تو خدا کے دو شریک بنا رکھے ہیں اور انسان کو اپنا پروردگار سمجھتے ہیں۔ اے مگر اہو کہاں بکے جاتے ہو ابراہیم و اسحق کے خدا کو مانو وہ وحدہ لا شریک ہے النجاص نہ قرآن و حدیث کی عمدگی تعلیم میں کسی منصف مزاج کو شک ہو سکتا ہے اور نہ قرآن و حدیث غیر معبودوں کی طرف بلاتے ہیں لہذا معجزات محمدی کو فریب بتانا کسی اہل حق کا کام نہیں بلکہ آپ کے معتقدات کی وجہ سے انجیلی معجزات کو فریب کہنا نہایت قرین قیاس ہے آپ تثلیث پرستوں کی بلا موحدین کے گلے نہ مڑیے۔

تیسری دلیل۔ اس دلیل کا محصل یہ ہے کہ۔ شعراء مداحین کا دستور قدیم ہے کہ امر کی جھوٹی مچ بسبب طمع دنیاوی کے کیا کرتے ہیں حضرت کے پاس ۸۱ اشعار موجود تھے وہ مچ سرائی اسی غرض سے کیا کرتے تھے اور معجزات کا ذکر اکثر ان کے اشعار سے

پیدا ہوا ہے پس جب ایک شاعر بالیک نے راجہ راجندر کو خدا بنا کر دکھلادیا تو کیا حال ہوگا
اوس شخص کا جسکے ۸۱ شاعر مدح ہوں۔

جواب چونکہ پادری عماد الدین نے معاندانہ اور لمحدانہ طرز اختیار کیا ہے لہذا ہم کو بھی
بعض جگہ وہ کلمات کہنے پڑتے ہیں کہ ہم اوسے ہرگز پسند نہیں کرتے مگر یہ مجبوری کہنا پڑتا
ہے سینے طبع دنیاوی کی وجہ سے جھوٹی مدح کرنے والے ناظم اور ناٹرو دونوں گزرے ہیں
جھوٹی مدح کے لیے کچھ شاعر ہونا ضرور نہیں۔ اب یہ کہا جاتا ہے کہ مداحین آنحضرت کی تشبیہ
بالیک سے دینا ٹھیک نہیں کیونکہ آنحضرت کے مداحوں نے تو حضرت کو کچھ نہیں بنایا
وہ تو سب آنحضرت کو عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ یعنی خدا کا بندہ اور اس کا رسول کہتے رہے۔ البتہ
مسیح کے مداحوں نے مسیح کو خدا اور خدا کا بیٹا بنادیا وہاں یہ کہنا عماد الدین کے قول کے
بموجب بہت ٹھیک ہوگا کہ جب ایک بالیک نے راجندر کو خدا بنا دیا اور جہان میں
ایک جھوٹا مذہب قائم کر دیا پھر کیا حال ہوگا جسکے ہزاروں مدح ہوں اور رات
ون جھوٹی سچی باتیں بنا کر معزز ہونا چاہتے ہوں چنانچہ اس وقت تک یہی حال ہے
کہ سینکڑوں پادری ہزاروں روپیہ پاتے ہیں اور بنگلوں میں بیٹھے چین اوڑاتے
ہیں اوسے زمرے میں سے ہمارے مخاطب بھی ہیں ان سب خوشامدیوں کی تحریرات
کے علاوہ صرف اون تواریخ اور خطوط کو ملاحظہ کیجئے جو حواریوں کی طرف منسوب ہیں
کہ اون میں کس قدر مبالغے شاعرانہ موجود ہیں دیکھئے یوحنا حواری اپنی تاریخ کے ۲۱
باب کے ۲۵ ورس میں کیا شاعرانہ مبالغہ کرتے ہیں۔ پراور بہت سے کام ہیں جو
یسوع نے کیے اگر وہ جدا جدا لکھے جاتے تو میں گمان کرتا ہوں کہ کتابیں جو لکھی جاتیں
دنیا میں نہ سما سکتیں۔ ناظرین ملاحظہ کریں کہ اس سے زیادہ مبالغہ شاعرانہ اور کیا ہوگا
مسیح کے معجزات اور کرشمے انھیں کے بیان کئے ہوئے ہیں جنکے مبالغہ شاعرانہ کا
یہ حال ہے پھر ایسے معجزات کیونکر قابل اعتبار ہو سکتے ہیں باقی رہا پادری صاحب کا

یہ کہنا کہ ۸۱ شاعر آنحضرت کی مدح سرائی دنیاوی طبع کی غرض سے کیا کرتے تھے اسی طرح
 پر ہے جس طرح کوئی بد طینت اپنے مخالف پر بدگمانی کیا کرتا ہے کیونکہ کوئی ثبوت اس کا
 اون کے پاس نہیں ہے اسمیں تو شک نہیں کہ رسول اللہ کے صحابی چھوے وغیرہ نہ تھے
 بلکہ بڑے بڑے فصیح و بلیغ تھے اور اگرچہ مسلمان ہونے سے پہلے اونکی کیسی ہی حالت تھی
 مگر اسلام کے بعد اُن کی وہ حالت ہو گئی جس سے یقین ہوتا ہے کہ خدا نے اپنا جلال اپنر
 ظاہر کیا تھا اور انوار نبوت حقہ نے انکو منور کر دیا تھا جو کوئی انصاف دلی سے اسوقت کے
 حالات کو دیکھے گا وہ صحابہ کی تغیر حالت کو دیکھ کر کہ یکبارگی وہ کیسے ہو گئے تھے بے ترد
 کھدے گا کہ انمیں اوس خداے قادر کی تعلیم نے کامل اثر کیا ہے جسکے قبضہ قدرت میں
 انسانوں کے دلوں کا پھیرنا ہے جہاں انکے بہت سے بڑے عادات بالکل خوبوں سے
 بدل گئے اسی طرح جو شاعر مسلمان ہو گئے تھے اونکی قدیم شاعری کی حالت ایسی بدل گئی
 تھی کہ پہلے لحاظ سے اونھیں شاعر ہی نہیں کہہ سکتے اسید واسطے یہ بات مشہور ہو گئی تھی
 کہ مسلمان شاعروں کے اشعار میں وہ مزہ نہیں ہے جو اونھیں کے اشعار میں اُن کے
 مسلمان ہونے سے پہلے تھا کیونکہ جھوٹ اور مبالغے انسے چھوٹ گئے تھے اسکی وجہ
 یہی تھی کہ اوس سچے نبی اور معلم روحانی نے جنکا پیارا نام محمد ہے جھوٹ اور تملق
 اور یہودہ شاعری کو اس سختی کے ساتھ منع فرمایا جس سے زیادہ خیال میں نہیں آسکتا
 اور بالتخصیص اپنی جھوٹی تعریف کو صرف منع ہی نہیں کیا بلکہ بار بار نہایت تاکید سے فرمایا
 کہ جو کوئی جھوٹی بات میری طرف قصداً منسوب کرے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں کر لے یعنی
 جو بات میں نے نہیں کہی یا جو کام میں نے نہیں کئے اوسے میری طرف نسبت کرے (گو اوس
 کیسی ہی میری تعریف نکلتی ہو) وہ شخص اپنا ٹھکانا جہنم میں کر لے اس تعلیم کا اثر جو کچھ
 مسلمان شاعروں پر ہوا اوسکی تصدیق اون کے اشعار سے ہو سکتی ہے مثلاً اسوقت
 کے بڑے شاعروں میں ابو قیس ہیں یہ حضرت کے پہلے سے متلاشی دین تھے

اور مذہب عیسوی کو بھی اونہوں نے دیکھا تھا جب آنحضرت مدینے تشریف لگئے اُوقت
یہ شاعر مسلمان ہوئے انکے چار شعر نمونے کے طور پر لکھتا ہوں ۵

اوصیکم باللہ والبر والنقی + داعراضکم والبر باللہ اول + وان قومکم سادوا فلا تقسدا نھم +
وان کنتم اهل الیاسة فاعدلوا + یعنی میں تمہیں نکوئی اور پرہیزگاری اور بُرے کاموں سے
بچنے کی وصیت کرتا ہوں اور سب سے مقدم اللہ کی فرمانبرداری ہے اگر تمہاری قوم
سردار ہو تو تم اونسے حسد نہ کرو اور اگر تم رئیس ہو تو انصاف کرو۔ یہ تو اون کے نصیحتانہ
اشعار کا نمونہ تھا اور ہج کے اشعار بھی سن لیجئے حضرت کی تعریف میں لکھتے ہیں ۵

تقیص لنا ما قال نوح لقومه + وما قال موسی اذا جانب المنادی + واصبح لایخشی
من الناس واحدا + قریبا + ولا یخشی من الناس نائبا + یعنی حضرت ہمکو وہ تعلیم کرتے
ہیں جو نوح نے اور موسیٰ نے اپنی قوم کو کی تھی اور وہ کسی آدمی قریب و بعید سے نہیں
ڈرتے ہیں یعنی چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ **وَاللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ** - اللہ
بچا لگا تجھے لوگوں کے گزند سے اسلئے حضرت کو کچھ خوف نہیں رہا آنحضرتؐ کے
بڑے مداحوں میں جو معاندین کی ہجو کا جواب بھی دیا کرتے تھے حسان بن ثابتؓ ہیں انکے
اشعار سُنیے ابوسفیان نے آنحضرتؐ کی ہجو لکھی تھی اُسکے جواب میں لکھتے ہیں -

۵ **هَجَوْتُ مُحَمَّدًا وَاجِبَتْ عَنْهُ + وَعِنْدَ اللَّهِ فِي ذَٰلِكَ الْجِزَاءُ + هَجَوْتُ مُحَمَّدًا بَرَأَقِيًّا +**
رَسُولَ اللَّهِ شَمِيَّةَ الْوَفَاءُ + أَتَهْجُوهُ وَلَسْتَ لَهُ بِنْدٍ + فَشَدَّ كَمَا لَحَبَّ كَمَا فُذِّدَ +

ترجمہ تو نے محمدؐ کی ہجو کی تھی مینے اوسکا جواب دیا اسکی جزا اللہ کے پاس ہے۔

۵ تو نے محمدؐ کی ہجو کی جو نہایت نیکو کار اور متقی ہیں اور خدا کے رسول ہیں جنگی عادت اور سرشت
میں وفا کرتا ہے۔ ۵ تو اُنکی ہجو کرتا ہے حالانکہ تو اون کے ماننے نہیں ہے (خدا کرے) کہ تم میں
سے جو بد ہو وہ نیک کا فدیہ ہو جائے۔

فَإِنَّ ابْنَ وَالدَّقِ وَعَرْضِي + لَعْرَضِ
 محمد منکھ و قاء + اب ناظرین ان سید سے اور سچے شعروں کو ملاحظہ کریں جنکو
 مذاق شاعری ہے وہ اس بات کا یقین کر سکتے ہیں کہ ان اشعار سے صاف مترشح ہوتا ہے
 کہ ان کے ناظم یا تو مبالغہ کرنا جانتے ہی نہیں یا محض سچائی کی وجہ سے ترک کر دیا ہے
 اس واسطے خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس وقت کے شاعروں کی دو قسمیں کر دیں ایک
 وہ جو ایمان نہ لائے تھے اور اسلام کی تعلیم اونھوں نے نہ پائی تھی دوسرے وہ جو ایمان
 لائے تھے اور بسبب تعلیم اسلام کے جھوٹی شاعری چھوڑ کر سچے شاعر بن گئے تھے چنانچہ
 فرمایا وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ أَلَمْ تَرَأَهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَدْعَبُ بَعْثُونَ يَ بَنِي
 بیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ ہر ایک میدان میں بھٹکتے پھرتے ہیں
 (یعنی جو مضمون سچا یا جھوٹا ان کے خیال میں آگیا اسی کے پیچھے ہوئے) اور جوتے ہیں
 وہ نہیں کرتے مگر (اس سے مستثنیٰ ہیں) وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک کام کئے اور
 اللہ کی بہت یاد کی۔ یہ آیت صاف کھ رہی ہے کہ جو مومنین شاعر تھے وہ شاعری میں
 جھوٹ کی آمیزش نہیں کرتے تھے بلکہ سچے مضامین نظم کیا کرتے تھے چنانچہ اشعار
 منقولہ سے ظاہر ہو گیا اب میں ناظرین کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ جب ان
 شاعروں کے حالات اور انکے اشعار ان کی سچائی اور دیانت کی کامل شہادت دیتے ہیں

ترجمہ ۱۷ تم میں سے جو کوئی رسول اللہ کی ہجو کرے یا تعریف کرے اور مدد کرے سب برابر ہے (نہ ہجو سے
 اونکی شان میں کچھ بڑھ لگتا ہے اور نہ تعریف سے اونکی شان بڑھ جاتی ہے) ۱۸ میرا باپ اور میری ماں اور
 میری آبرو محمد کی آبرو پر قربان ہیں۔ ناظرین انصاف کر سکتے ہیں کہ ان مدحیہ اشعار میں مبالغہ ہے
 یا انجیلوں میں جس میں سے ایک قول یوحنا حواری کا نقل کیا گیا کہ مسیح نے جو کام کیے ہیں اگر وہ جدے جدے
 لکھے جاتے تو دنیا میں کتابیں نہ سما سکتیں کیسا اندہیر ہے کہ یہ قول تو سچے بلکہ الہامی مانے جاتے ہیں جس کے
 مبالغے کی انتہی نہیں اور ان سچے شعروں کو جھوٹ اور مبالغہ کہا جاتا ہے ۱۹۔

تو ان شہادتوں سے قطع نظر کر کے بلا دلیل اون پر بدگمانی کرنا اور محض شاعری کے نام سے اونہیں جھوٹا ٹھہرانا کسی ایمان دار کا کام نہیں ہے قولہ صفحہ ۲۲ معجزات اور کرامات کے بیاناً جو احادیث میں ہیں اکثر اونہیں شاعروں کے اشعار میں سے پیدا ہوئے ہیں۔

اقول جھوٹے پر خدا کی پھٹکار ہزار بار لاکھ بار کر ڈور بار اگر پادری صاحب سچے ہیں تو وہ اشعار ہمیں دکھائیں جنسے احادیث میں معجزات نقل کئے گئے ہیں ورنہ خدا سے ڈر کر ایسے طوفان سے باز آئیں۔

قولہ کیا حال ہوگا اوس شخص کا جس کی ص ۸۱ اشاعر کرتے ہیں اور رات دن نئی بات سنا کر اوسکے مصاحب باعزت ہونا چاہتے ہیں دیکھو قصیدہ بانٹ سعاد اور ہمنیہ اور برودہ کو کہ کس قدر مبالغے انہیں موجود ہیں۔

اقول ہم نہیں کہہ سکتے کہ پادری صاحب کو طمع دنیاوی اور تعصب و عناد کے نشہ نے کس قدر مخمور و مدہوش کر دیا ہے اونہیں کچھ خبر نہیں کہ ہم کیا طوفان باندھ رہے ہیں۔ قصیدہ ہمنیہ اور برودہ کے مولف کو حضرت سرور انبیا کا مصاحب اور بات سنانے والا ظاہر کرتے ہیں حالانکہ امام شرف الدین بوسیری ان دونوں قصیدوں کے مولف سنہ ہجری میں پیدا ہوئے اور سنہ ۹۲۰ ہجری میں انتقال کیا لیجئے جناب پادری صاحب امام شرف الدین کو اون کی پیدائش سے چھ سو برس پیشتر اونہیں حضرت سرور انبیا کا مصاحب بتاتے ہیں سبحان اللہ کیا معلومات ہے البتہ قصیدہ بانٹ سعاد کو کعب ابن زہیر صحابی کا تالیف لوگوں نے لکھا ہے مگر پادری صاحب بیان کریں کہ اوس میں یا قصیدہ ہمنیہ وغیرہ میں کون سے مبالغے ہیں کیا اندھیر ہے کہ انجیلی مبالغوں پر نظر نہیں کیجاتی جنکی وجہ سے ایک انسان خدا بنا دیا گیا اور سچی اور واقعی تعریف کو مبالغہ کہا جاتا ہے۔ قولہ صفحہ ۲۲۔ معجزہ ایک خرق عادت ہے جو قدرت الہی سے بوقت مناسب ظاہر ہوتا ہے نہ یہ کہ بات بات میں ٹھٹھ بازی ہو جائے۔

اقول معاند اور منکر ایسا ہی کہا کرتے ہیں اگر اوغنیں دو چار معجزے دکھائے گئے تو اونہوں نے کچھ لغو اور بیہودہ تاویل کر کے اور باتیں بنا کے عوام کی نظر و نہیں اُنکا اعجاز باطل کر دیا جیسے والدین نے معجزات قرآنی کی نسبت کیا ہے اور بہت سے لمحیدین نے معجزات مسیح کی نسبت اور جس نبی اُلوا الغرم نے زیادہ معجزے دکھائے اور اُسہیں ناطقہ بند ہوا کچھ تاویل نہ چل سکی تو یوں بات بنائی کہ معجزہ ٹھٹھہ بازی تہیں کہ بات بات میں ہوا کرے ان معاندوں نے کوئی یہ کہے کہ بات بات میں معجزے کا کوئی قائل ہی اور کون کہتا ہے کہ ایسے معجزہ نکلا آپ مانیے ہم تو صرف اُن معجزات میں گفتگو کرتے ہیں جو صحیح روایتوں سے ثابت ہیں اور اسکے دیکھنے والے بھی بہت ہیں اور وہ چند معجزے ہیں اون کے نہ ماننے کی وجہ بیان کیجئے خدا کے لیے کھیں تو دہو کے بازی سے چو گئے۔

چوتھی دلیل اس دلیل کی تقریر پانی پتی صاحب نے نہایت مہل طور پر کی ہے مگر اون کا مدعا صرف اس قدر ہے کہ خرق عادت ایک امر تواریخی ہے اور ایسا امر جب تک کوئی معتبر روای اپنی تحریر میں اپنا معائنہ بیان نہ کرے تو وہ قابل قبول نہیں ہو سکتا اور محمدی معجزات کا حال ایسا نہیں ہے بلکہ اون کا ذکر بخاری اور مسلم وغیرہ کرتے ہیں اور آپ ہی ایک سلسلہ راویوں کا بتاتے ہیں لہذا وہ قابل اعتبار نہیں۔

جواب تحقیقی امر تاریخی کا ثبوت اس پر موقوف نہیں کہ راوی دیکھنے والا کسی تحریر میں اپنا معائنہ بیان کرے بلکہ کسی شخص معتبر کے روبرو بیان کرنا کافی ہے اور اگر کسی تحریر میں اوسکا اقرار پایا گیا تو وہ تحریر بھی جب ہی قابل اعتبار ہو سکتی ہے کہ کیسے روبرو اوسکا زبانی اقرار موجود ہو کہ یہ تحریر میری ہے اور یہ وہ تحریر بھی ہر طرح سے محفوظ رہی ہو بہر حال زبانی اقرار پر مدار ہا فقط تحریر سے کچھ کلام نہ چلا پس مطابق اسکے معجزات محمدی کو معتبر راوی اپنا معائنہ بیان کرتے ہیں اور صاف اقرار کرتے ہیں کہ فلان معجزہ ہمنے بختم خود دیکھا اور جن معتبرین کے سامنے دیکھنے والوں نے بیان کیا

وہ دوسروں سے بیان کرتے ہیں اور وہ دوسرے معتبرین بعضے صرف زبانی اقرار کرتے ہیں اور بعض تحریری اور زبانی دونوں طرح سے اور تاریخی امر کے ثبوت کے لئے اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں اور اسی طریقے سے معجزات محمدی کا ثبوت ہے پس ضرور وہ لائق اعتبار ہیں۔

جواب الزامی خرق عادت یعنی معجزہ ایک واقعہ تاریخی ہے اور اس کے ثبوت کے لیے ضرور ہے کہ کوئی معتبر راوی اپنا معائنہ بیان کرے اور اگر کسی تحریر کے ذریعے ہی ہم کو اس راوی کا بیان پہونچا ہے تو ضرور ہے کہ کوئی شاہد معتبر اس کی گواہی دے کہ یہ تحریر اُس معائنہ کرنے والے کی ہے ہمارے سامنے اُس کا اقرار کیا یا ہمارے روبرو اُس نے لکھا ہے پھر اگر عرصہ دراز گزر گیا ہے تو ہر زمانے میں اس تحریر پر معتبر گواہ ہونے چاہئیں کہ وہ بیان کرتے چلے آویں کہ فلاں راوی معتبر نے کہا کہ یہ تحریر اُس راوی کی ہے اور بغیر اس سلسل شہادتوں کے ہرگز وہ واقعہ جو کسی تحریر میں مندرج ہے قابل اعتبار نہیں ہو سکتا اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ معجزات مسیحی جو بعض تاریخوں میں مندرج ہیں (جنکو انجیل کہا جاتا ہے) وہ قابل اعتبار نہیں کیونکہ ہم کو کوئی سراغ اس بات کا نہیں ملتا کہ یہ تحریرین یعنی اناجیل اون شخصوں نے لکھی ہیں جنہوں نے حضرت مسیح کے حالات معائنہ کئے تھے بلکہ علمائے مسیحیہ فقط اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ تحریر فلاں راوی کی ہے اسکے ثبوت میں کوئی دلیل پیش نہیں کرتے پادری صاحب بھی باوجود اس شور و شغب کے کچھ بیان نہیں کر سکے پس معجزات کی سند کا یہ حال اور مسیح کے قول کا وہ حال کہ بالکل معجزے سے انکار ہے اب بتلاؤ کہ کس دلیل سے معجزات عیسوی کا اقرار کریں اس لیے صاف کہتے ہیں کہ یہ بیانات اناجیل بالکل غلط ہیں یہ چوتھی دلیل ہے معجزات مسیحی کے عدم اعتبار کی۔

قولہ ۲۳ محمدی معجزات کا ذکر بخاری و مسلم وغیرہ اپنی تحریروں میں سناتے ہیں

اور آپ ہی ایک سلسلہ راویوں کا بتاتے ہیں۔

اقول پانی پتی صاحب تعلیق ہشتم صفحہ ۲۶ میں اقرار کرتے ہیں کہ محدثین بید یانت اور جلسہ ساز ہرگز نتھے پہر کوئی وجہ نہیں ہے کہ اونکی تحریر پر اعتبار نہ کیا جائے اور یہ خوب کہا کہ آپ ہی سلسلہ راویوں کا بتاتے ہیں اسے صاحب وہ نہ بتائیں تو کون بتائے سلسلہ راویوں کا اول پر آکر منتہی ہوا راویوں کے حالات کی اوضوں نے تحقیق کی اونکے سوا اور کون بتا سکتا ہے پس جب آپ اون کی دیانت کے مقرر ہیں تو ضرور ہوا کہ آپ اونکی باتوں کو مانیں۔

پانچویں دلیل قرآن وحدیث پر غور کرنے سے حصہ دوم میں معلوم ہوتا ہے کہ محمد صاحب اور اس عہد کے لوگ علم الہی سے بالکل ناواقف تھے کیونکہ اون کی سب باتیں جہل اور ناواقفی پر مبنی ہیں پس جب کہ حصہ دوم میں ان سب کا غلطی میں ہونا ثابت ہو گیا تو اسکے کیا معنی ہیں کہ وہ لوگ بیان معجزات میں حق پر ہیں۔

جواب الزامی انجیل وغیرہ پر غور کرنے اور بہت سی کتابوں کے مطالعہ سے جنہیں محققانہ طور سے انجیلوں کے مضامین پر بحث کی گئی ہے معلوم ہوتا ہے اور حصہ دوم کے جواب میں معلوم ہو جائیگا کہ انجیلوں کے مؤلف علم الہی سے بالکل ناواقف تھے کیونکہ سب باتیں اونکی جہل و ناواقفی پر مبنی ہیں اور خود اوضیں کتابوں سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح اون کو تادم صعود نادان اور بے ایمان کہتے رہے پس جب حضرت مسیح خود اون کے فہم اور اعتقاد کی شکایت کرتے رہے اور اون کی تحریرات سے بخوبی اوسکا ثبوت ہو گیا تو اسکے کیا معنی ہیں کہ وہ لوگ بیان معجزات میں حق پر ہیں جب وہ حضرت مسیح کا کلام نہیں سمجھ سکتے تھے تو معجزہ حق و باطل میں کیونکر تمیز کر سکتے ہوں گے پہر کیونکر اونکا بیان قابل اعتبار ہو سکتا ہے۔

جواب تحقیقی قرآن وحدیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت

محمد رسول اللہ نے علم آلی کو ایسا جانا جیسا کہ جلنے کا حق تھا اور وہ صفات الہی بیان کئے کہ کسی نے بخوبی نہ بیان کئے تھے تمام کتب سابقہ کی تکمیل قرآن و حدیث نے کی اسکی تفصیل نیاز نامہ کے جواب میں مسطور ہے اسکا انکار کرنا آفتاب پر خاک ڈالنا ہے اکثر اہل یورپ اسکے قائل ہو چکے ہیں۔

چھٹی دلیل۔ الہام اور انبیا کا سلسلہ جو موسیٰ سے حواریوں تک ہے اوسکے دیکھنے پر اور خوب سمجھنے سے اور اوسکی عمدیت اور قوت اور فضائل ذاتی اور صفاتی پر ملاحظہ کرنیے ہم لوگ جو غیر قوم تھے رسالت اور الہام کے قائل ہوئے ہیں اور ہم نے اس سلسلہ میں جھوٹے معجزوں اور جھوٹے پیغمبروں کا حال بھی پڑھا ہے پس جس سلسلہ نے ہمیں الہام اور رسالت کا قائل کیا ہے اگر کوئی شخص اوس کے مخالف ہو کر معجزات بھی دکھلاوے ضرور وہ آدمی جھوٹا اور اوسکے معجزات فریب بازی ہونگے پس محمد صاحب جو اس انبیا کے سلسلے کے بالکل مخالف ہیں عقائد اور عبادت اور معاملات اور قصص میں بھی اور انکی تعلیم انبیا کی تعلیم سے جدی ہے تو اب بتلاؤ کہ ہم محمد صاحب کو اور ان کے معجزات کو کیا سمجھیں۔

جواب ناظرین انصاف پسند اس امر کا یقین کر سکتے ہیں کہ پادری صاحب نے یہاں کوئی دلیل پیش نہیں کی بلکہ چند امور اعتقادی بیان کر کے جنہیں اپنے گمان فاسد میں مسلم کر رکھا ہے، ایک نتیجہ نکالا ہے وہ اعتقادی امور یہ ہیں **اول** سلسلہ الہام و انبیا کا فقط حواریوں تک فرض کیا حالانکہ محض غلط ہے، **دوسرے** اوس کے سمجھنے کے مدعی ہوئے رہا وجودیکہ کچھ نہیں سمجھتے، **تیسرے** اوس کے عمدہ ہونے اور فضائل ذاتی اور صفاتی کا اعتقاد کیا۔ **چوتھے** ایک شخص کو محض اپنے خیال سے اوسکا مخالف قرار دیا حالانکہ وہ خیال باطل ہے، **پانچویں** بموجب اپنے گمان کے اوسکے مخالف کو جھوٹا قرار دیا۔ اسکا جواب تحقیقی یہ ہے کہ سب امور پادری صاحب کے

خیالات فاسدہ ہیں حضرت محمد رسول اللہ انبیاء کے مخالف نہیں ہیں جو کوئی مخالف کا مدعی ہے وہ جھوٹا ہے وہ نہ قرآن و حدیث کو جانتا ہے اور نہ توریت و انجیل کو سمجھتا ہے اسکی تفصیل پیغام محمدی میں مذکور ہے طالبین حق اوس میں ملاحظہ کریں اور جواب الزامی یہ ہے کہ یہود کہتے ہیں کہ الہام اور انبیاء کا سلسلہ جو موسیٰ سے ملا کی تک ہے اوسکے دیکھنے سے اور خوب سمجھنے سے اور اوسکی قوت اور فضائل پر لحاظ کرنے سے ہم لوگ ایمان لائے اور اس میں جھوٹے پیغمبروں کا حال دیکھا اور انکی نشانیاں معلوم کیں پس جس سلسلہ نے ہکوا الہام و رسالت کا قائل کیا ہے اوسکے جو کوئی مخالف ہو کر معجزات دکھاوے ضرور وہ آدمی جھوٹا ہے پس سچ جو سلسلہ انبیاء کے عقائد اور عبادات اور معاملات میں بالکل مخالف ہیں اور جھوٹے نبی کی نشانیاں جو کتب سماوی میں بیان کی گئی ہیں وہ بھی اون میں ہم پاتے ہیں تو اب بتاؤ کہ ہم مسیح کو اور انکے معجزات کو کیا سمجھیں اور یہود پر کیا ہے ہر ایک مذہب والا اپنے مخالف کو ایسا ہی اعتقاد کرتا ہے۔ یعنی پادری صاحب اب آنکھیں کھول کر اپنی دلیلوں کا جواب ملاحظہ کیجئے اور کہئے کہ یہ آپکی دلیلیں کیسی آپ پر پلٹ گئیں مصرعہ زبان تو آخر زبان تو شدہ اب انکا جواب دیجئے اور اوس بڑے بول کو یاد کیجئے جو آپ نے صفحہ ۳۲ تعلیعات میں لکھا ہے دیکھئے یہ بڑا بول آپ کو کیسا نیچا دکھاتا ہے اب آپ پر واجب ہے کہ جب تک آپ انکا جواب نہ دے لیں مسیح کے معجزات کا ذکر ہرگز نہ کریں۔

انجیل کی اسناد پر گفتگو

چونکہ یہاں مختصر طور سے ذکر اسناد قرآن مجید و احادیث کا کیا گیا اور یہ بات ثابت ہوگئی کہ قرآن مجید ہی خدا کی وہ مقدس کتاب ہے جو بلا شک و شبہ اور بغیر کسی آمیزش کے ہم تک پہونچی ہے اور جو طریقے اسکی حفاظت کے خدا نے اپنے خاص بندوں کو

الہام فرمائے وہ کسی کتاب کے لئے نہیں فرمائے تھے اور احادیث کی سند کا بھی یہ حال ہے کہ خود محققین علما مسیحیہ اسکی صحت کا اقرار کرتے ہیں اس لئے مناسب تھا کہ کسی قدر انجیل کی سند کا بھی حال بیان کیا جائے تاکہ طالبین حق دونوں کا مقابلہ کر کے دیکھ لیں کہ انجیل کی سند کا کیسا بتر حال ہے لہذا منشی صاحب تحریر کرتے ہیں۔

تعلیق ۱۱۔ جب ہم اس بات پر نظر کرتے ہیں کہ مسیح کے حالات و سرگذشت کی کوئی انجی ہم عصر تحریر موجود ہے یا نہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ مسیح نے اپنے کلمات و مواعظ و نیز حالات نہ تو خود لکھے اور نہ زمان قیام میں لکھوائے اور نہ حواریوں نے عہد مسیح میں اپنے مشاہدات اور درکات قلمبند کئے اتنے۔

واضح ہو کہ اگرچہ حضرت مسیح کی الوہیت ایسی صریح البطلان ہے جیسے آفتاب کا تاریک ہونا مگر اس سے قطع نظر کر کے ہم یہ کہتے ہیں کہ جن عیسائیوں نے اونھیں خدا بنا رکھا ہے وہ اس بات کو بھی مانتے ہیں کہ مسیح کامل انسان اور رسول بھی تھے لہذا اونہیں بحیثیت رسالت ضرور تھا کہ تعلیمات الہی اور دیگر امور ضروری کو قلم بند کرتے یا کرا دیتے تاکہ کسی کو شک و شبہ کا محل نہ رہتا حواریوں کے اس مدت کے بعد لکھنے میں (اگر لکھنا ثابت ہوا) مخالف اور موافق ہر ایک کو مختلف شبہات کا موقع ملا اور طرح طرح کی رائے لوگ لگانے لگے مثلاً مخالف کو اس کہنے کی گنجائش ہوئی کہ حواریوں کی نافہمی اور کم اعتقادگی شکایت تا دم صعود حضرت مسیح کرتے ہے پہر بعد اسکے جو کچھ اونہوں نے اپنی یاد اور فہم کے بموجب لکھا وہ کب قابل اطمینان ہو سکتا ہے یہ کہنا کہ اونہوں نے روح القدس کی مدد سے لکھا ایک بے اصل بات ہے جسکے بے اصل ہونے کے خود محققین مسیحیہ قائل ہیں علاوہ اسکے حضرت مسیح کی زندگی میں تو ابن اللہ اور روح القدس دونوں کی مدد تھی اور بقول شما خدا کا بیٹا جسم انسانی میں ہو کر خاص اُون کی تعلیم و تربیت کے لئے اُون میں رہا اور روح القدس اونہیں پھوکی مگر پہر بھی اونکی فہم اور اُونکا اعتقاد درست ہوا

اب فرمائیے کہ اگر دوبارہ روح القدس کا نزول اونہیں مان لیا جائے تو کیونکر اونکی حالت کو
 عمدہ ہونے کا یقین ہو سکتا ہے کیا (نعوذ باللہ منہ) خدا کے بیٹے کی صحبت کا یہ اثر تھا
 کہ جب تک وہ ہے اونکی فہم اور اونکا اعتقاد درست ہوا اور اون کے سدھار تے ہی
 وہ کامل ہو گئے خود عیسائیوں میں ان تحریر کی بابت بہت کچھ اختلاف ہے جس کا
 ذکر آئندہ آئیں گا۔ اگر حضرت مسیح کے روبرو تحریر ہو جاتی تو یہ اختلافات نہوتے مگر
 افسوس ہے کہ ایسی تحریر کا وجود نہیں ملتا ان باتوں کی طرف تو پادری صاحب نے
 غور نہیں کیا صفحہ ۴۶ میں حواریوں کی نسبت صرف اپنا عقیدہ ظاہر کر دیا ہے کہ وہ
 انبیاء سابقین سے کھیں زیادہ معزز تھے اور صاحب العالم تھے اور دنیاوی شوکت
 کے خواہاں بھی نہ تھے پر جان نثار تھے وغیرہ۔ میں کہتا ہوں کہ اے جناب مقام استدلال
 میں آپ کے عقیدوں کو کون پوچھتا ہے اونہیں طاق میں رکھ دیجیے یہاں تو ہر ایک
 بات کی دلیل و رکاربے اگر ہو تو پیش کیجئے مگر اس سے آپ عاجز ہیں اے صاحب
 ہمنے آپ کی خاطر سے مان لیا کہ حواری ایسے تھے مگر یہ تو فرمائیے کہ آپ کے بڑے بڑے
 پیرومرشد یہ جو کہ گئے ہیں کہ اونہوں نے امام سے نہیں لکھا پر غیر الہامی تحریر پر کیونکر
 اعتماد ہو سکتا ہے اور یہ جو آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ وہ انبیاء سابقین سے کہیں زیادہ
 معزز تھے تو شاید اس نظر سے فرمایا ہو گا کہ اگلوں کو حضرت مسیح نے چور و بٹ مار بتایا ہی
 اور حواریوں کو ضعیف الاعتقاد فرمایا ہے اسوجہ سے یہ اونکی نسبت زیادہ معزز ہوئے
 جان نثاری کا وصف جو پادری صاحب بیان کرتے ہیں اوس میں کیا شک ہو اس سے
 زیادہ اور کیا جان نثاری ہوگی کہ حضرت مسیح کے پکڑے جاتے ہی سب کے سب رفوچکر
 ہو گئے اور پطرس علیہ السلام نے تو جھوٹ بول کر اور مسیح پر لعنت کر کے اپنا پیچھا چھوڑا
 اور دنیاوی شوکت کا خواہاں نہو نا آپ نے اس نظر سے کہا ہو گا کہ میسر نہوئی ورنہ حقیقت
 حال صیانتہ الانسان میں ملاحظہ کیجئے اور کچھ حال آئندہ حوالوں سے بھی معلوم ہو جائیگا

اور صفحہ ۴۷ میں حضرت مسیح کے خود نہ لکھنے کی وجہ میں یہ پیش کرتے ہیں کہ صاحب خدا نے خود توریت کیوں نہ لکھی موسیٰ سے کیوں لکھوائی الخ۔ اے جناب اول تو مسیح کا خدا ہونا مشرکوں کے روبرو بیان کیجئے جنھوں نے عقل و فہم کو طاق میں رکھ دیا ہے موجدوں کے سامنے ایسی یہودہ باتیں نہ کیجئے وہ صرف ایک ہی خدا کو مانتے ہیں اور مسیح کو اوس کا برگزیدہ بندہ جانتے ہیں اون کے سامنے نہ لکھنے کی یہ وجہ پیش کرنا محض نادانی ہے۔ دوسرے یہ کہ حضرت مسیح آپ کے نزدیک رسول بھی ہیں لہذا رسالت کی جہت سے اونہیں لکھنا ضرور تھا۔ تیسرے یہ کہ توریت کا لب لباب اور اصل الاصول تو خدا نے خود ہی لکھ کر دیا تھا یعنی احکام عشرہ (دیکھو خروج ۲۴) پر اگر یہاں بھی لکھ دیتے تو بڑی اہمیت والی بات تھی بہت سے شبہات رفع ہو جاتے اور صفحہ ۴۸ میں اسکی وجہ کہ حواریوں نے حضرت مسیح کے عہد میں کیوں نہیں لکھا اس طرح لکھتے ہیں کہ جب تک مسیح مکر جی نہ اُٹھے اور صعود نفرمائے تو حواری کس طرح پہلے سے لکھ رکھیں الخ یہی وجہ ہے جسے پادری صاحب صفحہ ۴۹ میں عمدہ اور سچی اور معقول بتا ہے ہیں اب کوئی صاحب ان سے دریافت کریں کہ کیا انجیلوں میں صرف حضرت مسیح کا مرنّا اور زندہ ہونا ہی مذکور ہے جو اوسکے نہ لکھنے کی یہ وجہ پیش کی جاتی ہے کہ جب تک مسیح نہ مریں تو حواری کس طرح لکھ رکھیں اے جناب انجیل میں بہت باتیں ہیں اونہیں سے اس ایک بات کو چھوڑ کر اور تمام انجیل نہ لکھنے کی کیا وجہ تھی ساری انجیل پہلے لکھ جاتی اور اس قدر حال پیچھے سے لکھا جاتا اور اگر بطور پیشین گوئی یہ کل حال بھی پہلے ہی سے لکھوا دیتے اور بعد وقوع حواری صرف اس قدر لکھ دیتے کہ جیسا یہ لکھا گیا تھا ہمارے روبرو بعینہ ایسا ہی وقوع میں آیا تو نہایت ہی مناسب ہوتا کیونکہ اس سے محالوں پر بڑی حجت ہوتی اور یہ بھی کچھ ضرور نہیں ہے کہ ساری کتاب ایک مرتبہ لکھی جاتی دیکھو توریت ایک مرتبہ نہیں لکھی گئی پہلے خدا نے دس احکام لکھ دیئے پھر رفتہ رفتہ اور احکام لکھوائے پادری صاحب نے جو وجہ نہ لکھنے کی بیان کی تھی اوسکا حال تو

معلوم ہو لیا اب جو وجہ منشی صاحب نے تحریر کی ہے اُسے ناظرین ملاحظہ کریں۔
تعلیق صفحہ ۲۵۔ ایک مغالطہ شدید نے کہ مسیح اس وقت آسمانی بادشاہت قائم
 کرینگے، متقدمین مسیحیوں اور حواریوں کو ضبط اور تحریر حالات مسیحیہ کی طرف متوجہ نہیں
 ہونے دیا مسیح نے جو آسمانی بادشاہت کے قریب آنے اور اپنے دوسرے مرتبہ کے
 نزول اجلال کا وعدہ ایسا قریب دیا تھا کہ اس پشت یا طبقہ کے لوگ منقرض نہ ہونگے
 جب تک ابن آدم کو بادلوں میں تے ہوئے نہ دیکھ لیں اور بارہ شاگردوں کے لئے
 وعدہ تھا کہ تم اسرائیل کی بارہ قوموں پر حکومت کرو گے اس آسمانی بادشاہت کا
 ایسی سرگرمی سے انتظار تھا کہ بعض اُن میں جو زیادہ بیتاب تھے مسیح سے جلتے وقت
 پوچھتے تھے کہ کیا تو ابھی بادشاہت قائم کرے گا اعمال ۱۶ اور حواریوں کے زمانے
 میں جمہور مسیحیوں کا بھی یہی خیال باطل اور گمان یہودہ تھا اور سب قدما مسیحی اور ابتدائی
 کلیسا اسی امید اور تمنا میں تھے انتہی۔

اسکے ثبوت میں اول تو منشی صاحب نے حاشیہ پر انجیل سے حوالے لکھے ہیں جن سے
 صاف ظاہر ہے کہ اس وقت کے لوگوں کے سامنے قیامت آجائے گی پہر ایک معتبر
 مورخ عیسائی کا قول نقل کیا ہے پادری صاحب اسکے جواب میں یہ کہتے ہیں۔
قولہ صفحہ ۴۸۔ یہ کیسی واہیات وجہ منشی صاحب نے بنائی ہے یا ملحدوں کی بات ہیں
 نکالی ہے تاکہ بڑا حملہ کریں۔

اقول منشی صاحب نے اگرچہ اپنے قول کی سند میں ایک معتبر عالم عیسائی کا
 حوالہ دیا تھا مگر پہر بھی پادری صاحب اس قول کو منشی صاحب کا بنایا ہوا ملحدوں کا
 نکالا ہوا کہتے ہیں اسکا کیا علاج ہے۔

آب میں اول تو حضرت مسیح کا قول نقل کرتا ہوں جس سے صاف ظاہر ہے کہ قیامت
 اس وقت کے لوگوں کی حالت حیات میں آجائے گی پہر حواریوں اور علمائے مسیحیہ کے

اقوال نقل کئے جائینگے لوقا باب ۲۱ میں ہے (۲۵) اور سوچ اور چاند اور تاروں میں
 نشانیاں ہونگی اور زمین پر قوموں کی مصیبت اور سمندر اور اسکی نہروں کے شور کے سبب
 گھبراہٹ ہوگی۔ (۲۷) اور تب لوگ ابن آدم کو بدلی میں قدرت و جلال کے ساتھ آتے
 دیکھیں گے (۳۲) میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جب تک یہ سب ہونہ لیوے یہ پشت کبھی
 نہ گزرے گی اور متی کے باب ۲۴ میں ہے (۲۹) اون دنوں کی مصیبت کے بعد
 ثرت سوچ اندھیرا ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی ندے گا اور ستارے آسمان سے
 گر جائینگے اور آسمان کی قوتیں ہل جائینگیں (۳۰) تب ابن آدم کا نشان آسمان پر ظاہر
 ہوگا اور اُس وقت زمین کے سارے گھرانے چھاتی پٹیں گے اور ابن آدم کو بڑی قوت
 اور جلال کے ساتھ آسمان کی بدلیوں پر آتے دیکھیں گے (۳۱) اور وہ نرسنگے کے بڑے
 شور کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھیجے گا اور وہ اوسکے برگزیدوں کو چاروں طرف سے
 آسمان کی اس حد سے اوس حد تک جمع کریں گے (۳۴) میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جب تک
 یہ سب کچھ نہ ہوئے اس زمانے کے لوگ گزر جائینگے انتہی۔

اس مضمون کے حوالے منشی صاحب نے اپنی کتاب کے حاشیہ پر بہت سے لکھے ہیں
 مگر میں نے اختصار کے لئے دو ہی حوالوں پر کفایت کی ناظرین کو لوقا اور متی کے دونوں بابوں
 مذکورین کے دیکھنے سے واضح ہوگا کہ حواریوں نے مسیح سے دو سوال کئے ہیں ایک یہ کہ
 بیت المقدس کب غارت ہوگا۔ دوسرے یہ کہ قیامت کب آئیگی۔ حضرت مسیح نے
 دونوں سوالوں کا جواب دیا ہے اور ہر ایک کی علامت بیان کی ہے میں نے جو ورس
 نقل کئے ہیں وہ صرف قیامت سے متعلق ہیں اور بیت المقدس کے غارت ہونیکا
 بیان ان ورسوں کے قبل ہو لیا ہے۔ عیسائی مفسروں کو ان ورسوں کی شرح میں
 بڑی وقت پیش آئی ہے کیونکہ مسیح کے مسلسل بیان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بیت المقدس
 کی خرابی اور قیامت کا آنا اسی عہد میں ہو لیکہ چنانچہ لوقا کے باب ۲۱ - ورس ۳۲۔

اور متی کے باب ۲۴ ورس ۳۴ میں صاف مذکور ہے کہ جب تک یہ سب کچھ ہونہ لے اس زمانے کے لوگ گزر نہ جائیں گے۔ لفظ سب کچھ سے ہر شخص جان سکتا ہے کہ جو نشانیاں اوپر بیان کی گئی ہیں ان سب کا وقوع اس زمانے کے لوگوں کے گزر جانے سے پہلے ہونا چاہیے اسکے سوا اور کچھ اسکا مطلب نہیں ہو سکتا اسید واسطے حواریوں کا یہ اعتقاد تھا کہ قیامت کا وقوع ہمارے ہی عہد میں ہو گا اور یہ جو پادری صاحب اُون ورسوں کے معنی اپنی کتاب خزانۃ الاسرار میں دکھاتے ہیں تو ہمیں ان کی کتاب دیکھنے کی حاجت نہیں ہم ان کی حالت اور قابلیت سے خوب واقف ہیں آیات مذکورہ کے معنی وہی ہیں جو میں نے بیان کئے ناظرین انصاف پسند خود ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ جب بڑے بڑے علمائے مسیحیہ ان ورسوں کی تفسیر میں متحیر ہیں تو پادری صاحب کس شمار میں ہیں کہ ان کی کتاب کی طرف توجہ کیجئے دیکھئے اسکاٹ صاحب متی کے باب ۲۴ ورس ۳ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ یہاں تین سوال ہیں پہلے یہ غارت کب ہوگی۔ دوسرے مسیح کے آنے کی دینی یروشلم کے غارت کے لئے کیا نشانیاں ہوں گی۔ تیسرے زمانے کے آخر ہونے کے کیا نشان ہوں گے مسیح پہلے سوال کی بابت صاف کہتا ہے کہ کوئی انسان نہیں جانتا صرف خدا اُس وقت سے واقف ہے۔ دوسرے اور تیسرے جواب آپس میں ملے ہوئے ہیں کہ کبھی ایک کا ذکر ہے اور کبھی دوسرے کا اور کبھی انہیں تفریق کرنا مشکل ہے اور اسکا سبب یہ ہو گا کہ یہ دونوں وارداتیں آپس میں موافقت رکھتی ہیں اور جو ذکر ایک کے لائق ہے وہ دوسرے کے بھی لائق ہے یہ ہے کہ بعض باتیں اس نبوت میں سمجھنا مشکل ہیں اتنے۔

اب حواریوں کے اقوال ملاحظہ کرنا چاہیے جسے ثابت ہوتا ہے کہ اُن کے اعتقاد میں قیامت کا آنا بہت قریب تھا چنانچہ نامہ اول پطرس باب ۴ ورس ۷ میں ہے ہر سب چیزوں کا آخر نزدیک ہے اسلئے ہوشیار اور دعا مانگنے کے لیے جاگتے رہو انتے۔

اور نامہ یعقوب باب ۵ ورس ۸ میں ہے سو تم صبر کرو اور اپنے دل مضبوط رکھو کیونکہ خداوند کا آنا نزدیک ہے اور نامہ اول تسلیقیوں کے باب ۴ ورس ۵ میں ہے۔ ہم تمہیں خداوند کے حکم سے یہ کہتے ہیں کہ وہ جو ہم میں سے خداوند کے آنے تک زندہ باقی رہینگے اُن سے جو سو گئے ہیں سبقت نہ لے جائیں گے الخ اور مکاشفات کے باب اول ورس ۳ میں ہے۔ مبارک وہ جو اس نبوت کی باتیں پڑھتا ہے اور وہ جو سنتے ہیں اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اسے حفظ کرتے ہیں کیونکہ وقت نزدیک ہے اور اسکے باب ۲۲ ورس ۷ میں ہے۔ دیکھ میں جلد آتا ہوں اور ورس ۱۰ میں ہے پھر اُس نے مجھ سے کہا کہ تو اس کتاب کی نبوت کی باتوں پر مہر مت رکھ کیونکہ وقت نزدیک ہے اور ورس ۲۰ میں ہے وہ جو ان چیزوں کی گواہی دیتا ہے یہ کہتا ہے کہ میں یقیناً جلد آتا ہوں اور نامہ اول قرنتیوں کے باب ۱۰ ورس ۱۱ میں ہے یہ سب واقعات جو ان کو ہوئیں نمونہ ہوئیں اور ہماری نصیحت کے واسطے جو آخری زمانے میں ہیں لکھی گئیں۔ اور نامہ اول یوحنا باب ۲ ورس ۸ میں ہے اے بچو یہ آخری زمانہ ہے اور جیسا تم نے سنا ہے کہ مسیح کا مخالف آتا ہے سو ابھی بہت سے مسیح کے مخالف ہوئے ہیں اس سے ہم جانتے ہیں کہ یہ آخری زمانہ ہے۔ اب ناظرین ملاحظہ کریں کہ ان حوالوں سے کیسا صاف صاف ثابت ہوتا ہے کہ حواری اپنے اعتقاد میں اپنے وقت کو آخری وقت سمجھتے تھے ہللا ان حوالوں کے سامنے وہ حوالے کیا وقعت رکھ سکتے ہیں جو پادری صاحب نے صفحہ ۹۴ و ۹۵ میں دیئے ہیں (۱) بہت مدت کے بعد اون نوکروں کا خاوند آیا (مسی باب ۲۴) ہللا اس حوالے سے یہ کیونکر ثابت ہو سکتا ہے کہ مسیح سینکڑوں برس کے بعد آئیں گے اگر پادری صاحب کے معنی تسلیم کر لے جائیں تو بھی ظاہر ہے کہ بہت مدت کا اطلاق دس بیس پچاس پر بھی آتا ہے (۲) جب دو طمانے دیر کی سب انگھنے لگیں اور سو گئیں (مسی ۲۵) یہاں بھی اگر پادری صاحب کے ذہنی معنی مان بھی لئے جائیں

تو بھی اُن کے مدعا سے کچھ لگاؤ نہیں ہے کیونکہ دیر کا اطلاق ایک دن دو دن چار دن پر بھی آتا ہے پھر ان حوالوں سے یہ کیسے ثابت ہو سکتا ہے کہ حواری قرب قیامت کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے (۳) پس انہوں نے جو اکٹھے تھے اوس سے یہ کئے پوچھا کہ اے خداوند تو اسی وقت اسرائیل کی بادشاہت پھر بحال کرتا ہے الخ (اعمال ۱۵) یہ حوالہ پادری صاحب کے مدعا کے بالکل برخلاف ہے اگر انہیں قرب قیامت کا کمان نہوتا تو یہ سوال کیوں کرتے پادری فاربس صاحب اسکی تفسیر میں بڑے مزے کی بات لکھتے ہیں پادری صاحب ملاحظہ کریں وہ یہ ہے ایک دفعہ اور اونکی نادانی اس بات میں ظاہر ہوئی کہ وہ ہنوز اسرائیل کی دنیاوی بادشاہت کے منتظر تھے جس کا بادشاہ مسیح ہوگا جو ظاہری طور سے حکومت کر کے سب قوموں کو اپنے تابع کریگا (تفسیر اعمال مطبوعہ الہ آباد ۱۳۷۷ء) کیئے جناب اگر حضرات حواریں دنیاوی شوکت کے خواہاں نہ تھے (جیسا کہ آپ صفحہ ۴۶ میں لکھ چکے ہیں) تو پھر دنیاوی بادشاہت کے کیوں منتظر تھے الغرض حواریوں کے اقوال سے بھی ثابت ہو گیا کہ انکے اعتقاد میں ہی آخری زمانہ تھا جس میں وہ تھے۔ اب علمای مسیحی کے اقوال سنئے آؤ درؤ گبن تاریخ رومہ لکبری کے باب ۵ میں لکھتا ہے یہ جمہور کا اعتقاد تھا کہ دنیا کا ختم ہونا اور آسمان کی بادشاہت قریب تھی حواریوں نے اس عجیبہ الشان واقعہ کے نزدیک آنکی پیش خبری دی تھی اور بہت ہی قدیم شاگردوں نے اسکی روایت محفوظ رکھی تھی اور ان لوگوں کو جو سچ کے کلمات کو اپنے لغوی معنوں میں سمجھتے تھے اس طبقے کے لوگوں کے (جنہوں نے اوس زمین پر اوس کی مسکنت کی حالت دیکھی تھی) کلیۃً منقرض ہو جانے سے پہلے ابن آدم کے دوسری مرتبہ نزول اجلال کا انتظار کرنا پڑا انتہی۔ اور دین مسیحی کے بڑے حامی پاپی صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں دوسری غلطی جو مقدسین عیسائیوں پر لگائی ہے یہ ہے کہ وہ امید قرب قیامت رکھتے تھے اور میں پہلے تقریر اعتراض کے

ایک اور نمونہ پیش کرتا ہوں کہ ہمارے خداوند نے یوحنا کے حق میں پطرس سے فرمایا کہ اگر میں چاہوں کہ وہ میرے آنے تک یہیں ٹھہرے تو تجھے کیا اور لفظوں کے معنی خلاف سمجھے گئے کہ یوحنا نہ مرے گا اور بھائیوں میں یہ بات پھیل گئی خیال کرو اگر بھی بات عام رائے عیسائیوں کی ہو کہ ہم تک پہنچتی اور جس سبب سے یہ غلطی ہوئی اوسکا علم ہمیں نہوتا اور کوئی آج کے دن اس غلطی کا حوالہ دیکر دین عیسوی کے رو پر مستعد ہونا تو یہ بات بلحاظ اوس بات کے جو ہم کو پہنچی بہت ہی بے انصافی کی تھی اور جو لوگ کہتے ہیں کہ انجیل یقین کراتی ہے کہ حواریوں اور پہلے عیسائیوں کو قیامت کے آنے کی اپنے ہی زمانے میں امید تھی اون کو وہی خیال کرنا چاہئے جو ہم نے در باب اس غلطی پرانی چند روزہ کو کہا اور اس غلطی نے اون کے فرتیہی ہونے کو روکا اب اس بات میں مشکل سوال یہ ہے کہ جب ہم نے قبول کیا کہ حواریوں کی رائے قابل سہو کے تھی تو پھر ہم کس چیز پر بہرہ ور کریں اسکے جواب میں منکروں کے مقابلے میں حامی دین عیسوی کو اتنا جواب کافی ہے کہ ہم کو گواہی حواریوں کی چاہیے اور اون کی رائے سے کچھ غرض نہیں آتا۔ اور تفسیر ڈووالی اور رچرڈ منٹ میں یوحنا کے باب ۲۱ ورس ۲۱ وغیرہ کی شرح میں ہے کہ خداوند کے اس اظہار مبہم سے بعض مریدوں نے سمجھا کہ یوحنا کبھی نہ مرے گا اور ان لوگوں میں پایا جائے گا جو وقت نزول عیسوی کے زندہ رہینگے دیکھو ورس ۵۱ و ۵۲ باب ۱۵ نامہ اول قرنتیوں کا اور ورس ۱۷ باب ۱۷ نامہ اول تسلینیقیوں کا الخ۔ اسی طرح اور بہت سے اقوال ہیں مینے بعد و تثلیث صرف تین قول نقل کر دیئے ہیں۔

اب ناظرین پادری صاحب کی ناواقفی ملاحظہ فرمائیں کہ جو امر اقوال حواریین اور معتبر علماء مسیحین سے ثابت ہے اوسے لمحدوں کا قول بتاتے ہیں افسوس اونکی لاعلمی اور مبہمیا کی پر اسی بساط پر منشی صاحب کو ناواقف بتاتے ہیں۔

تعلیق صفحہ ۷۷۔ بالجمہ جہور مسیحی تو اسی امید و انتظار میں تھے اور آئندہ کے واسطے

تصنیف کرنے پر توجہ نہیں کرتے تھے اور کتابت کی بھی قدر کم کرتے تھے اور مسیح کی باتوں کو جو ان کی منتہائے آرزو تھی اور جسکو بادلوں میں پہراتے دیکھنے کے بڑے منتظر تھے صرف اپنے دل میں محفوظ رکھتے تھے اور زبانی روایتوں کو کتابت پر ترجیح دیتے تھے جب زمانہ ممتد گزر گیا اور لوگوں کو اپنی آرزو اور مقصد سے یاس ہوئی اور زبانی روایتوں میں بھی ضعف آگیا اوس وقت لوگوں نے تحریری تذکروں پر توجہ شروع کی اس عرصے تک بہت سی جھوٹی تحریریں انجیلوں اور حواریوں کے خطوں کے نام سے جمع ہو کر ایک انبار ہو گئیں تھیں پس جمہور کی مصروفیت تو اس خواب و خیال میں تھی اسلئے مسیح کے کلمات اور حالات کے حفظ اور ضبط پر توجہ تام اور اہتمام نہیں ہوا اور زبانی روایتوں کی تنقیح اور ترقید اور انکے مخرج اور ماخذ پر نظر اور قصہ کہانیوں اور واقعات تاریخی میں تمیز نہیں کی گئی چنانچہ ابتداً اہل شوق نے عوامی زبان میں مسیح کے مواعظ کو علیحدہ علیحدہ مثلاً کسی نے تمثیلوں کو کسی نے اور کلمات کو اپنی یاد اور سماعت کے موافق قلم بند کیا تو وہ رسالے مانگے جاتے اور عاریت کے طور پر بعض مومنین میں متداول رہتے تھے اور یہ لوگ انہیں قصص اور روایات کے درج کو نہیں کچھ باک نہ کرتے تھے اور جداگانہ تصنیفوں کی ایک دوسرے سے تکمیل کرتے تھے مگر مسیح کی انجیل کا کوئی مستقل متن یا ایک مسلم کتاب جو عامۃ مومنین اور جماعت مسیحین کی ہدایت اور ارشاد اور دین کے خادموں اور عالموں کا مرجع اور متمسک ہو نہ تھی اتنے۔ اس عبارت کے سمجھنے میں پادری صاحب متحیر ہیں چنانچہ صفحہ ۵۲ میں لکھتے ہیں۔

قولہ (منشی صاحب) ایسی عبارت بولتے ہیں جس سے کچھ معلوم نہیں ہوتا آیا حدیث کی نسبت کہتے ہیں یا کلام الہی کی نسبت ایسی گول گول بات لکھتے ہیں جس سے جاہلوں کو کلام کی نسبت شک پڑ جائے۔ اگر احادیث مسیحیہ کی نسبت ایسا بولتے ہیں تو سچ ہے اور اگر کلام الہی کی نسبت ایسا خیال کرتے ہیں تو بالکل ناواقف

ہیں انتہی مختصاً۔

جواب۔ افسوس ہے کہ پادر یصاحب اردو عبارت کا مطلب بھی نہیں سمجھتے اچھا جناب ہم سے سنئے اگر منشی صاحب نے گول گول کہا ہے تو ہم کھول کھول کر کہتے ہیں منشی صاحب کا اصلی مطلب یہ ہے کہ جس طرح سرور انبیا پیغمبر اسلام نے اس جہان سفر فرمانے کے وقت ایک ایسی کتاب تمام مومنین کی ہدایت کے لیے چھوڑی تھی طرف ہر خاص و عام رجوع کر سکتے تھے اسی واسطے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وقت انتقال آنحضرت ﷺ کے فرمایا حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ۔ یعنی ہم کو اللہ کی کتاب کافی ہے اس طرح مسیح علیہ السلام نے کوئی کتاب ایسی نہیں چھوڑی جو مسیحی مومنین کے لیے مرجع اور متمسک ہوتی اور نہ ابتدائی ملت مسیحیہ میں مومنین مسیحیہ نے تعلیمات اور حالات حضرت مسیح کو بخوبی حفظ اور ضبط کیا اسکی وجہ یہ تھی کہ اُس وقت جہور مسیحی بسبب اعتقاد قرب قیامت کے تصنیف اور تحریر کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے اور دین کی باتوں کو زبانی یاد رکھنا کافی جانتے تھے اگرچہ بعض نے کچھ تصنیف کیا ہو مگر جہور کو ان بعض کی تصانیف پر کچھ توجہ نہ تھی اور نہ انکی کچھ قدر کرتے تھے اس میں کل تحریریں اُلگیں جب دوسری صدی قریب بہ ختم آئی اور لوگ اپنی امید سے مایوس ہوئے اس وقت تحریری تذکروں پر توجہ شروع ہوئی اس عرصہ دراز میں جعلی تحریریں بھی بہت رائج ہو چکی تھیں جو حواریوں کی طرف منسوب تھیں اسی وجہ سے مسیحیوں کو سچی تحریروں کے دریافت کرنے میں سخت دشواری ہوئی اور ہر ایک گروہ نے اپنے قیاسات اور گمانات سے ایک تحریر کو سچا اور دوسری کو جھوٹا قرار دیا مگر ہرگز ہرگز کوئی یقینی اور قطعی دلیل نہیں کہ جو تحریر انہوں نے سچی قرار دی وہی سچی تھی اسی واسطے ابتدائی میں بہت کچھ اختلاف ہوا چنانچہ فرقہ ایوئی جو پہلی صدی میں تھا اناجیل مروجہ میں سے صرف انجیل متی کو ماننا تھا اور وہ بھی انجیل مروجہ متی سے

بہت کچھ مختلف تھی اور پہلے دو باب تو اوسمیں بالکل ہی نہ تھے اور فرقہ مارسیونی صرف
 لوقا کی انجیل اور پولوس کے دس خطوط کو مانتا تھا اور انکی انجیل لوقا بھی مروجہ انجیل
 لوقا سے مختلف تھی (دیکھو اظہار الحق) پارکر اپنی کتاب میں ثابت کرتا ہے کہ قبل
 تیسری صدی کے قدماے مسیحیہ ان انجیلوں کو مانتے تھے جنکو اب اپاکریفل انجیل
 کہتے ہیں۔ علاوہ اسکے جو کتابیں کہ متعدد کونسلوں کے ذریعے سے کتب الہامی میں
 شامل کی گئیں تھیں اور سینکڑوں برس تمام کلیسا اوسے بالاتفاق واجب التسلیم
 جانتی رہی ان میں سے بعض کتابیں مثل جوڈتہ اور وزوڈم وغیرہما کے پندرہویں
 صدی میں کتب الہامیہ سے خارج کی گئیں اب فرمائیے کہ اگر ان کونسلوں کی رائے کا
 مبنی کسی امر یقینی پر ہوتا تو اس مدت دراز کے بعد وہ کتابیں کتب الہامیہ سے کیوں
 خارج کی جاتیں نہایت غور کا مقام ہے کہ جب ایسی بڑی بڑی کونسلوں کی رائے
 جسے تمام دنیا کی کلیسا نے سینکڑوں برس واجب التسلیم جانا غلط نکلی پھر اب کس
 فرقے اور کس کلیسا کی رائے کتابوں کی نسبت قابل اطمینان ہو سکتی ہے اس امر سے
 یہ بات یقینی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ عیسائیوں کے پاس کتب مقدسہ کی کوئی کامل
 سند نہیں ہے ہر ایک گروہ اپنے قیاس سے ایک کتاب کو مان رہا ہے اور یہ
 امر بھی ثابت ہوا کہ کلیسیا کا ماننا قابل سند نہیں ہے۔ منشی صاحب نے اپنے
 قول کی سند میں ایک فاضل عیسائی ارنسٹرنیاں کا قول تذکرہ عیسیٰ کے مقدمہ مطبوعہ
 مشہور سے نقل کیا ہے اوسے بھی میں یہاں لکھنا مناسب سمجھتا ہوں وہ یہ ہے۔
 بہر حال یہ یقینی ہے کہ ابتدا ہی میں عیسے کے کلمات عوامانی زبان میں لکھے گئے تھے اور
 شروع ہی میں ان کے افعال بھی قلم بند ہوئے تھے یہ ایسی تحریریں نہ تھیں کہ تشخیص
 کر کے یقیناً لکھی گئی ہوں علاوہ ان انجیلوں کے جو ہم تک آئی ہیں اور بھی کئی ایک تھیں
 جنہیں مشاہدین کی روایتیں تھیں ایسی تحریروں کی قدر کم ہوتی تھی اور حفاظ

مثل پے پیاس کے زبانی روایتوں کو بڑی ترجیح دیتے تھے کیونکہ ہنوز لوگوں کا یہ اعتقاد تھا کہ دنیا قریب ختم ہونیکے ہے تو آئندہ کی کتابیں تصنیف کرنیکی پروا کم کرتے تھے صرف اپنے دلوں میں اوسکی زندہ مثال رکھنا کافی جانتے تھے اسی سبب سے انجیل کی کتابوں کا ایک سو بچاس برس تک کم اعتبار ہوا اور اون میں اور باتیں درج کرنے اور کئی طور پر تطبیق دینے اور بعض کو بعض سے تکمیل کرنے میں کچھ باک نہ کرتے تھے جس بیچائے کے پاس ایک ہی کتاب ہے وہ چاہتا ہے کہ جو کچھ اسکے دل کو عزیز ہی وہ اس میں سب ہووے یہ چھوٹے چھوٹے رسالے مستعار جاتے تھے تو ہر ایک شخص اپنے نسخے کے حاشیہ پر جو الفاظ اور تمثیلیں کہیں پاتا اور اوسکے دل کو بھلی لگتیں نقل کر لیتا کوئی مستقل لائق اعتبار کتاب نہ تھی۔ یوسطینوس جو اکثر اوس کتاب پر حوالہ کرتا ہے جسے وہ حواریوں کے تذکرے کہتا ہے اسکے علم میں انجیل کی تھریہریں ایسی تھیں جو ہمارے پاس کی انجیلوں کے نسبت اور ہی طرح پر تھیں اور وہ انکا کبھی متن مستند کے طور پر حوالہ نہیں دیتا اور کلیمنٹ کی موضوعی تحریروں میں جو فرقہ ایوینی کی اصل ہیں انجیلوں کے حوالوں کی بھی صورت ہے مضمون سب کچھ تھا مگر عبارت کچھ نہ تھی دوسری صدی کی نصف ثانی میں جبکہ روایتیں ضعیف ہو گئیں تو وہ کتابیں جنہر حواریوں کا نام تھا قطعی الحکم ہو گئیں اور شرح کے حکم میں ہو گئیں۔ اتنے۔

اہل انصاف ملاحظہ کریں کہ اناجیل کے باب میں خود علمائے مسیحیہ کیا کہتے ہیں میرے کہنے کی کوئی حاجت نہیں۔ الغرض منشی صاحب کا مطلب تو مع دلیل کے معلوم ہوا پاور ی صاحب طیش میں اگر اسکے جواب میں منشی صاحب کو ناواقف بتاتے ہیں اور چند باطل دعویٰ کو بلا دلیل پیش کرتے ہیں اور کچھ اون سے نہیں ہو سکتا۔ میں اونکے ہر ایک دعوے کو مع اوسکے بطلان کے بیان کرتا ہوں۔

پہلا دعویٰ حواریوں نے حدیثیں جمع کر کے یا روایتوں کے ضعف اور سلسلے تلاش

کر کے اناجیل اور خطوط نہیں لکھے بلکہ وہ پیغمبر تھے اور خدا انہیں بسا تھا انہوں نے اپنی دید و شنید روح سے انجیلیں وغیرہ لکھیں انتہا جواب پہلے یہ تو فرمائیے کہ حواریوں کی تحریریں کہاں ہیں اسکی سند تو پیش کیجئے ابھی تو ایسے گفتگو ہو رہی ہے دیکھئے تو پادری صاحب بات کو کیسا اوڑاتے ہیں منشی صاحب کی تو یہی غرض ہے کہ حواریوں کی کوئی تحریر یقینی طور پر ثابت نہیں ہوتی اور پادری صاحب بے دلیل کہہ رہے ہیں کہ حواری ایسے تھے اور ایسے تھے اور ان کی تحریر اس طرح کی تھی اور اس طرح کی نہ تھی۔ اے جناب ان زٹل قافیوں سے کچھ کام نہیں چلتا حواریوں کی تحریر کی قطعی سند پیش کیجئے مگر اس سے آپ بالکل عاجز ہیں کیونکہ آپ نے عیسائی ہونیکے بعد بہت دفتر سیاہ کئے ہیں مگر کسی مقام پر آپ نے اپنی کتب مقدسہ کی سند پیش نہیں کی علاوہ اسکے جو دعویٰ یہاں کیا ہے وہ بھی غلط ہے کیونکہ مرقس اور لوقا نے جو انجیلیں لکھی ہیں وہ تو بالیقین حدیثیں ہی جمع کر کے لکھی ہیں کیونکہ اسکے تو آپ بھی قائل ہیں کہ انہوں نے ہر ایک سے دریافت کر کے اور حالات کو پوچھ پوچھ کر لکھا ہے اور اسی کو حدیثیں جمع کر کے لکھنا کہتے ہیں۔ اب رہیں متی اور یوحنا کی انجیلیں اونکا بھی یہی حال ہے اور میں نہیں کہتا خود پادری صاحب اور ان کے ہم مشرب کہتے ہیں کیونکہ ہدایت المسلمین مطبوعہ شام کے صفحہ ۷۷ میں نسب نامہ متی اور لوقا کی نسبت خود لکھتے ہیں یہ کچھ الہامی بات نہیں ہے خاندانی نسب ناموں میں سے اور کچھ بائبل میں سے نام لیکر لکھ دئے آتے۔ کہئے جناب اگر حدیثیں جمع کر کے حواریوں نے اناجیل نہیں لکھی تو یہود کے کاغذات جمع کر کے تو لکھیں پھر یہ تو حدیثوں کے جمع کرنے سے بھی بدتر ہو گیا اگر کہئے کہ یہ امر خاص نسب نامہ میں ہوا ہے اور جگہ نہیں ہے تو اسکی دلیل ارشاد ہو کہ انجیل کے ایک باب لکھتے وقت وہ خدا جو انہیں سمایا ہوا تھا کہیں چلا گیا تھا باقی کل کتاب لکھتے وقت موجود رہا جس طرح یہ باب باوجود انجیل کا

جز ہونے کے امام سے نہیں لکھا گیا اسی طرح اگر انجیل کے اور باب بھی امام سے نہ لکھے گئے ہوں تو کیا محال لازم آئیگا بیان فرمائیے۔

یہاں پادری صاحب نے ایک بات بہت صحیح کہی ہے ہم بھی اوسپر صاد کرتے ہیں یعنی حواریوں نے روایتوں کے ضعف اور سلسلے تلاش کر کے اناجیل اور خطوط نہیں لکھے بلکہ جو غلط سُنایا یہود کے کاغذات میں پایا جو کچھ اپنے فہم میں آیا گو وہ غلط ہی کیوں نہ ہو وہی لکھ دیا۔ اگر روایتوں کے ضعف دوسرے قوت کو دریافت کرتے اور انکے سلسلے تلاش کر کے ان کی تنقیح کرتے تو اونکی تحریر کا ایسا ابر حال نہوتا کہ بیسیوں غلطیاں اور اختلافات موجود ہیں کہ خود انکے ماننے والوں کو اقرار کرنا پڑتا ہے۔

دوسرا دعویٰ حواریوں نے اپنی دید و شنید روح سے انجیلیں اور خطوط لکھے۔

یہاں اول تو وہی کلام ہے کہ اونکی دید و شنید لکھی ہوئی کہاں ہے مدت سے ہم اسی امر کی سند آپ سے مانگ رہے ہیں اور آپ نہیں دیتے اس سے قطع نظر اسکا کیا ثبوت ہے کہ جو کچھ انہوں نے انجیلوں اور خطوط میں لکھا وہ روح کی مدد سے لکھا دیکھئے آپ ہی کے علما کو مجبوراً ماننا پڑا ہے کہ انجیلیں امام سے نہیں لکھی گئیں۔ پھر بعض تو من اولہ الی آخرہ انجیلوں کو غیر الہامی مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حواریوں نے دیکھ اور سنکر لکھا ہے اُسیں الہام کی کچھ حاجت نہیں جیسا کہ میکاس قائل ہے چنانچہ ابراہام ریس نے سائیکلو پیڈیا کی اونیسویں جلد میں لکھا ہے کہ لوگوں نے کتب مقدسہ کے تمام الہامی ہونیکی نسبت گفتگو کی ہے اور وے کہتے ہیں اُن لوگوں یعنی مؤلفین کے افعال اور ملفوظات میں غلطیاں اور اختلاف ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حواری لوگ ایک دوسرے کو صاحبِ وحی نہیں سمجھتے تھے (مگر اسوقت کے مشنری اپنے پیٹ پلنے کے لئے انہیں صاحبِ وحی ظاہر کرتے ہیں) جیسا کہ یروشلم کی کونسل کے آپس کی بحث اور پولوس کے پطرس کو الزام دینے سے ظاہر ہے

اور ہم نہیں پاتے ہیں کہ حواری لوگ ایسے طور پر گفتگو شروع کرتے ہیں جیسے پیغمبر لوگ شروع کرتے تھے (پہر لکھا ہے) کہ میکاس نے اوس ہوشیاری اور خیال سے جو ایسے بڑے مطلب کے واسطے ضرورتاً طرفین کے دلائل تول کر اس اعتراض کا یوں فیصلہ کرنا مناسب جانا کہ ناموں کے لئے تو الہام البتہ مفید ہے لیکن تاریخی کتابوں کے واسطے مثلاً انجیلیں اور اعمال اگر الہام سے بالکل قطع نظر کی جائے تو کچھ نقصان نہیں بلکہ کچھ فائدہ ہی ہو گا الخ۔

اور بعض صرف تعلیمات کو الہامی کہتے ہیں اور باقی کو غیر الہامی مؤلفین انسانی کو پیڈیا برینیکا نے گیارہویں جلد میں الہام کے بیان میں لکھا ہے کہ اس امر میں اختلاف واقع ہوا ہے کہ کتب مقدسہ کے کل اقوال الہامی ہیں یا نہیں جیروم اور ارازمس اور پیرکو ہیں اور بہت سے دوسرے علمایہ کہتے ہیں کہ کتب مقدسہ کا ہر قول الہامی نہیں ہے اور پہر جلد اوٹیس میں لکھا ہے کہ اگر کوئی جسے تحقیق کی راہ سے دریافت کرے کہ تم عہد جدید کے کوئی نئے جز کو الہامی مانتے ہو تو ہم کہیں گے کہ مسائل اور احکام اور آئندہ کی خبریں جو ملت مسیحیہ کی جڑ ہیں اون سے الہام جدا نہیں ہو سکتا اور دوسرے حالات کے لئے حواریوں کی یاد کافی تھی انتے۔

اور ڈاکٹر پہلی لکھتے ہیں کہ اناجیل کے نفس مسئلے اور نتیجے تو الہامی ہیں اور اون کے دلائل اور مقدمات غیر الہامی چنانچہ وہ اپنی کتاب کے صفحہ ۳۲۳ میں لکھتے ہیں حواریوں کے ملفوظات میں اون کے مسئلوں اور دلیلوں میں اتنا ذکر نایاب ہے اون کے مسئلے تو الہامی ہیں لیکن وہ لوگ اپنے ملفوظات اور گفتگو میں اون مسائل کی توضیح اور تقویت کے لیے مناسبیتیں اور دلیلیں ذکر کرتے ہیں لیکن حمایت دین عیسوی میں حواریوں کی دہرل کی صحت اور ہر تشبیہ کے درست ہونیکا حامی ہونا ضرور نہیں میری رائے میں یہ بات خوب مضبوط ہے کہ جب ربانی لوگ کسی بات پر اتفاق رکھیں تو جو اون کے مقدمات کی

نتیجہ نکلے وہ ہم پر واجب التسليم ہے لیکن ہمپر واجب نہیں کہ تمام مقدمات کو قبول کریں انتہی لخصاً
 بشپ مارش و اکمارن وغیرہ کہتے ہیں کہ مسیح کے حالات میں ابتداً ایک تحریر تھی جس کی
 نقلیں مبتدئہ و توفین اناجیل کے پاس تھیں اور انہیں نقول سے ان لوگوں نے اناجیل
 ترتیب دیں اور کچھ اپنی طرف سے اضافہ کیا چنانچہ فاضل نورٹن اپنی کتاب کی جلد اول کے
 دیباچے میں لکھتا ہے کہ اکمارن نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ابتداً مسیح کے حالات میں
 ایک چھوٹا سا رسالہ تھا ممکن ہے کہ اوسیکو اصل انجیل کہا جائے اور غالباً یہ رسالہ اون
 مریدوں کے لیے بنایا گیا تھا جنہوں نے مسیح کی باتیں اپنے کانوں سے نہیں سنی تھیں اور نہ
 اون کے حالات اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔ اور یہ رسالہ بمنزلہ قالب کے تھا اور اوس میں
 مسیح کے حالات ترتیب وار نہیں لکھے تھے راب فاضل نورٹن لکھتا ہے کہ اکمارن کے
 قول کے بموجب یہ رسالہ اناجیل مروجہ کے بہت مخالف تھا اور یہ رسالہ تمام اون انجیلوں کا
 ماخذ تھا جو پہلی اور دوسری صدی میں رائج تھیں اور انجیل متی اور لوقا اور مرقس کیلئے
 بھی ماخذ تھیں لے۔ چمبرس نے اکمارن کے قول کو زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے
 اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک تو اصلی تحریر تھی اور اسکی پہلی نقل سنٹ متی کے
 استعمال میں تھی اور دوسری نقل متغیرہ سنٹ لوقا کے استعمال میں تھی اور تیسری
 وہ نقل جو دونوں نقول مذکورہ سے لی گئی تھی اور سنٹ مرقس کے استعمال میں تھی
 اور چوتھی وہ نقل جو سنٹ متی اور لوقا دونوں کے استعمال میں تھی رچمبرس انسائیکلو
 پیڈیا جلد ۱۰ مطبوعہ ۱۸۸۷ء لندن بیان گاسل)۔

ان شدید اختلافوں سے دو باتیں ثابت ہوئیں اول یہ کہ جس طرح عیسائیوں کے
 پاس انجیل کے وجود کی کوئی یقینی سند نہیں ہے اسی طرح اون کے الہام یعنی روح
 لکھے جانے کی بھی اون کے پاس کوئی قطعی دلیل نہیں ہے ہر ایک اپنے گمان سے جس
 جزو کو چاہتا ہے الہامی قرار دیتا ہے اور جس جزو کو چاہتا ہے غیر الہامی کہتا ہے۔ دوسرے

یہ کہ بعض کے نزدیک تو چاروں انجیلیں غیر الہامی ہیں اس قول پر تو یہ انجیلیں محض تاریخ کی کتابوں کے مرتبہ میں رہیں گی۔ لہذا جس قدر تاریخ کی کتابوں کو اعتبار ہوتا ہے اسی قدر اون کا بھی ہوگا اور بعض کے نزدیک انہیں الہامی کلام ملا ہوا ہے اس تقدیر پر بھی ان انجیلوں کو الہامی نہیں کہہ سکتے اور فائدے اور ثمرات الہامی کلام پر ہو سکتے ہیں وہ ان پر نہوں گے ظاہر ہے کہ جب گیہوں میں جو اور چنے ملا دیئے جائیں تو پھر اسے گیہوں نہ کہیں گے بلکہ اس کا نام بھجڑا ہوگا اور جو فائدے خالص گیہوں پر مرتب ہوتے تھے وہ بھجڑے پر ہرگز نہون گے جس محل پر گیہوں کا استعمال ضروری ہے وہاں بھجڑے کا استعمال نہیں ہو سکتا اسی طرح جن باتوں کے ثبوت کے لیے الہامی کلام ضرور ہے وہ انجیلوں سے ثابت نہونگی۔ اب ناظرین حق پسند غور فرمائیں کہ عیسائیوں کے مذہب کی بنیاد کس قدر ضعیف ہے اون کی کتاب جس پر تمام دین کا دار و مدار ہے وہی اس قدر مشتبہ اور بے وقعت ثابت ہوتی ہے کہ اس سے کوئی امر یقینی ثابت نہیں ہو سکتا۔ آئے حق کے طالبو قرآن ہی خدا کی مہجی کتاب ہے کہ اس کے ماننے والے گرچہ فروعات میں مختلف ہوئے مگر اس کے الہامی ہونے میں کسی فرقے کو ادنیٰ شبہ بھی نہیں ہوا سب کے سب بالاتفاق اسے کلام الہی اور وحی ربانی ابتداء سے مانتے چلے آئے نفعہ الوفاق وجندا الاتفاق۔ الغرض منشی صاحب نے جو اناجیل پر قبح اجمالی کی تھی اس کی تفصیل تو معلوم ہوئی اب پادری صاحب کی لن ترانی سینے صفحہ ۵ میں لکھتے ہیں کیا خوب قبح اجمالی ہے کہ جس کا سر ہے نہ پیرائے۔ اب میں ناظرین ہی کے انصاف چھوڑتا ہوں وہی فرمائیں کہ منشی صاحب کی قبح بے سر پیر ہے یا پادری صاحب کی باتیں بے ٹھکانے ہیں۔ ملاحظہ کریں کہ ہم نے کس طرح ہر ایک اپنے دعویٰ کی دلیل پیش کر دی ہے بہلا پادری صاحب نے بھی کہیں اپنے دعویٰ کو دلیل سے ثابت کیا ہی جہاں دیکھئے بے دلیل اپنے فاسد گمانات بڑے زور شور سے ظاہر کر رہے ہیں بیچاے

کیا کریں دین عیسوی میں کوئی دلیل لانا جاتا ہی نہیں کیونکہ اونکا کل دین ہی بے دلیل ہے
 پر وہ دلیل کہاں سے لائیں اور سنئے پادری صاحب جب تعلیقات کی مدلل باتوں کا
 جواب نہ دے سکے تو غصہ میں آکر قرآن شریف پر جھوٹی طنز کرنے لگے جنہیں خود بھی وہ
 جھوٹا اور بے بنیاد سمجھتے ہیں (چنانچہ صفحہ ۵۳ میں لکھتے ہیں۔

قولہ منشی صاحب محمدی قرآن تو قبول کرتے ہیں جسے عثمان نے لکھا جو خود پیغمبر تھا
 اور جسے محمد صاحب کے زمانے کا لکھا ہوا قرآن اور ابو بکر کا جمع کیا ہوا دوسرا قرآن اور
 بعض متفرق اوراق جلا دیئے الخ۔

اقول پادری صاحب کو نہ خوف خدا ہے نہ دنیا کی شرم و حیا ہے کس بیباکی سے
 لکھتے ہیں کہ قرآن محمدی جسے عثمان نے لکھا۔ اور جسے محمد صاحب کے زمانے کا
 لکھا ہوا قرآن اور ابو بکر کا جمع کیا ہوا دوسرا قرآن جلا دیا۔ اسکے جواب میں اس قدر
 کہتا ہوں کہ اگر پادری صاحب سچے ہیں تو ثابت کریں ورنہ ایسی افتراء پر دازیوں سے
 باز آویں۔ ناظرین نے تحریر سابق سے دریافت کیا ہو گا کہ حضرت عثمانؓ نے نہ کوئی
 نیا قرآن لکھا اور نہ کوئی قرآن جلا یا بلکہ اُسی قرآن کو جسکے اجزاء سرور انبیاءؑ اپنے سامنے
 لکھوائے تھے اور جنگی نقل حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بالہام ربانی حضرت زید بن ثابتؓ
 کاتب وحی سے جمع کرا کر نقل کرائی تھی اُسی قرآن کی چند نقلیں حضرت عثمانؓ نے کرا کے
 مشترک کر دیں اسکی تفصیل میں پیغام محمدی میں اچھی طرح کی ہے اور صیانتہ الانسان میں
 بھی پادری صاحب کے شبہات کا جواب کافی طور سے موجود ہے مگر پادری صاحب
 ایسے باحیا ہیں کہ وہی مردود باتیں بڑی سرخروئی سے بار بار پیش کرتی ہیں اور یہ جو
 حضرت عثمانؓ کی نسبت لکھا کہ خود پیغمبر نہ تھے اسے ہم مانتے ہیں ہمارا یہ دستور نہیں کہ
 عیسائیوں کی طرح خواہ مخواہ بے دلیل کسی کو پیغمبر یا خدا بنا دیں مگر اتنا کہتے ہیں کہ حواریان
 مسیح سے کہیں زیادہ رتبہ رکھتے تھے پادری صاحب یہ تو فرمائیں کہ انہیں پیغمبر ہونے کی

کیا ضرورت تھی وہ تو اس قرآن مجید کی جو سرور انبیا کے سامنے لکھا ہوا تھا نقل کرانے والے تھے اور یہ جو بعض متفرق اوراق جلا دینے کی نسبت طعن کیا ہے یہ بھی غلط ہے کسی مقام پر ثابت نہیں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ایک ورق بھی قرآن کا جلا یا ہو۔

وآنحضرتؐ ہو کہ متفرق اوراق جلا نہ کیا طعن پادری صاحب نے کئی جگہ کیا ہے مگر ہم نہیں جانتے کہ وہ اپنے یہاں کی تحریروں کے ناپید کرنے کا کیا جواب رکھتے ہیں وہ اصلی تحریر جو ان انجیلوں کی ماخذ تھی جس کا اقرار بشب مارش وغیرہ کرتے ہیں کہاں ہے متی کی عبرانی انجیل کہاں ہے ان تحریروں کو گم کر کے ان متفرق اوراق کے جلا نے پر طعن کرتے ہیں جو مثل ردی کے ہو گئے تھے یہ عیسائیوں کا انصاف ہے اب میں اس بحث کو طول نہیں دیتا کیونکہ جو کچھ قبح اجمالی انہوں نے یہاں کی ہے اس سے وہ خود لغو خیال کرتے ہیں اور قرآن مجید کے مضر نہیں سمجھتے (دیکھو صفحہ ۸۰ تعلیقات) پھر مجھے تفصیلی جواب کی کیا حاجت ہے۔

منشی صاحب نے یہ بھی لکھا تھا کہ عیسائیوں کی غفلت کے زمانے میں یعنی ڈیڑھ سو پونے دو سو برس کے عرصے میں بہت سی جھوٹی تحریریں انجیلوں کے نام سے جمع ہو کر انبار ہو گئیں تھیں اس سے غرض منشی صاحب کی یہ تھی کہ اصلی اور صحیح تحریروں کی تشخیص اس عرصے میں بسبب غفلت کے نہ ہونے پائی تھی کہ جعلی تحریروں کے انبار ہو گئے اس صورت میں اصلی اور جعلی تحریروں میں تمیز کرنا سخت دشوار ہو گیا اور محض اٹکلوں سے ایک کو صحیح اور دوسرے کو غیر صحیح ماننا پڑا اور بقول فاضل پیش کے تو کونسل نائٹس نے عجیب غریب قاعدہ کتب الہامی وغیرہ الہامی دریافت کرنے کے لئے مقرر کیا تھا فاضل مذکور اپنی کتاب سائینڈیکس میں لکھتا ہے کہ جب بہت سی انجیلیں مجتمع ہو گئیں تو اس کونسل نے ان کے الہامی اور غیر الہامی کے تمیز کرنے کے لیے یہ تصفیہ کیا کہ اگر جابین میز کے نیچے کل کتابیں گڈ کر کے رکھ دی جائیں اور تمام اہل طریح دعا کریں کہ اے خداوند جو کتابیں

الہامی ہیں وہ میز پر چڑھ جائیں اور جو غیر الہامی ہیں وہ نیچے پڑی رہ جائیں اور ماسی کے موافق واقع ہوا آتے۔ رائیس انویڈ صفحہ ۲۵۱ جلد دوم مطبوعہ نیویارک ۱۹۸۷ء مؤلفہ ایچ پی بلاؤسکی (اب پادری صاحب فرمائیں کہ انہی کتابیں رسولوں کے ذریعے سے کلیسیا کو دست بدست ملی ہیں یا کرشموں کے ذریعے سے پادری صاحب اسکے جواب میں صفحہ ۵۶ میں لکھتے ہیں۔ ہزار انبار ہو جائیں کچھ پروا نہیں ہے دیکھو جب موسیٰ اور محمد صاحب دنیا سے چلے گئے تو اون کی حدیثوں کے کیسے انبار ہو گئے مگر اس سے توریت اور قرآن مجید کے اعتبار میں فرق نہیں آیا صاحب جو کتابیں رسولوں سے کلیسیا نے دست بدست پائی تھیں اون کی حفاظت قدیم سے نسلاً بعد نسل جماعتیں کرتی آئیں وہ انبار کبھی کلام الہی نہ سمجھے گئے اور ہمیشہ جاری رہتی مخصوص۔ جواب۔ کمی طور پر یہ کلام مردود ہے اول یہ کہ اناجیل کو توریت اور قرآن مجید پر قیاس کرنا نہایت نادانی یا سخت تبلیغ ہے کیونکہ توریت میں گرچہ بعد حضرت موسیٰ کے جو وہ چند غلط ملط ہو مگر پر بھی وہ ابتدا میں ممیز اور ممتاز تھی کیونکہ حضرت موسیٰ نے اسے اپنے سامنے لکھوا کر بنی اسرائیل کے حوالے کر دیا تھا اور کاہنوں کو اس کے سنانے اور بنی اسرائیل کو اس کے سننے کا حکم دیدیا تھا یہ امر اناجیل میں ہرگز نہیں پایا جاتا۔ اور قرآن مجید کا امتیاز اور اشتہار تو اس قدر ہے کہ جہاں میں کسی کتاب آسمانی کو میسر ہی نہیں ہوا کیونکہ وہ برگزیدہ بنی جبریل کلام مقدس نازل کیا گیا خود اسی نے اپنے روبرو من اولہ الی آخرہ اسے لکھوا دیا اور بہت صحابیوں کو زبانی یاد کر دیا اور پھر اوسکی تعلیم اور تعلیم کی نہایت ترغیبیں اور سخت تاکیدیں فرمائیں اور کسی قدر یاد کرنا تو ہر کہ و مہ پر فرض ٹہرا دیا اسید واسطے ابتدا سے یہ بات شائع ہو گئی کہ ہر ایک مسلمان اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو پہلے قرآن شریف ہی کی تعلیم کرنے لگے چنانچہ اب تک یہی ستور اہل اسلام میں جاری ہے پھر صحابہ کرام زمانے میں جو حواریوں سے

مرتبے میں ہر طرح بلند تھے اسکی نقلیں ہو کر مشترک کی گئیں اور پھر اس کے اشتہار اور امتیاز کا ایک اور عمدہ دستور یہ نکالا گیا کہ ہر سال ہر شہر اور قصبے اور دیہات میں ایک مہینہ برابر جماعت عامہ کے روبرو پڑھا جایا کرے چنانچہ یہ دستور بھی اوسی وقت سے لیکر اب تک جاری ہے جس کتاب کے امتیاز اور شہرت کا یہ حال ہوا اوس پرانا جیل کو قیاس کرنا سخت نا انصافی اور ہٹ دھرمی ہے پہلی اور دوسری صدی میں تو ان جیل کے شہرت اور امتیاز کی کوئی سبیل ہی نہیں پائی جاتی نہ قطعی طور سے حواریوں کا لکھنا ثابت اور نہ ان کا مشترک کرنا اور نہ کلیسیا کو دینا پھر ایسی حالت میں جھوٹی تحریروں کا انبار کیونکر مضر نہو گا اس صورت میں سچی اور جھوٹی تحریروں میں کیونکر امتیاز ہو ذرا پادرجی صاحب بیان تو فرمائیں یہ کہنا کہ کلیسیا کی حفاظت قدیم سے نسلاً بعد نسل جماعتیں کرتی آئیں محض غلط ہے پہلی صدی اور دوسری صدی میں کس جماعت کی انکی حفاظت کی اور کس کے پاس یہ کتابیں تھیں قطعی ثبوت دیکھئے (مگر یہ غیر ممکن ہے) دوسرے یہ بھی غلط ہے کہ وہ انبار کلام الہی نہ سمجھے گئے اور ہمیشہ جدار ہے کیونکہ ابتدائی میں بعض جماعتوں نے اون انجیلوں کو تسلیم کیا جنہیں اب آپ انبار میں شامل کرتے ہیں چنانچہ اوپر مذکور ہوا۔ علاوہ اسکے وہ متعدد کتابیں جنہیں آپ کلام الہی نہیں سمجھتے چوتھی صدی سے آپ کی تمام کلیسیا نے اونہیں کلام الہی سمجھا اور ہمیشہ بائبل میں اونہیں شامل رکھا اور رومن کا تھلک کی بائبل میں اب تک شامل ہیں پھر اگر وہ کتابیں سچی تھیں تو آپ کے مرشدوں نے کیوں اونہیں بائبل سے علیحدہ کیا اور اگر جھوٹی تھیں تو آپ کی کلیسیا بموجب آپ کے قول کے قابل اعتبار نہ رہی پھر آپ کیا اپنی کلیسیا کی حفاظت کو لیے پھرتے ہیں آپ نے تو خود اوس کا اعتبار کھو دیا کیونکہ سینکڑوں برتنیک جس پر تمام کلیسیا متفق تھے اوسے آپ کے مقتداؤں نے غیر معتبر ٹھہرا دیا یا تا تک انجیل کی اجمالی قبح کا ذکر کیا گیا اس کے بعد نئی صاحب نے مختصر طور پر ایک انجیل پر علیحدہ علیحدہ قبح کی ہے

انجیل لوقا کا بیان

تعلیق صفحہ ۳۰۔ لوک کے نسبت ظاہر ہے کہ اس نے جو واقعات لکھے ہیں وہ اپنے مشاہدہ سے نہیں لکھے کیونکہ یہ حواریوں میں شامل نہ تھا اور دیباچہ انجیل سے ظاہر ہے کہ اس کی کتاب اور رسالوں سے مستفاد ہے پس اسکے اخبار کے قطعی الصدور اور صحیح النسبت ہونے پر تو کسی طرح یقین نہیں ہو سکتا اور چونکہ یہ انجیل بعد محاصرہ یروشلم کے لکھی گئی ہے اور اس میں اپنے ماخذ کا ذکر اور واسطوں کی کیفیت نہیں لکھی اور وہ خود حواریوں کے طبقہ ثانی کا آدمی تھا اس لیے اسکے اخبار اور قصوں پر ایسا وثوق نہیں ہو سکتا جیسا کہ سمعیات کے ثبوت کے لیے عقلاً درکار ہے۔ اس کے جواب پادری صاحب صفحہ ۸ میں اس طرح دیتے ہیں۔

تقلیعات ہم کب کہتے ہیں کہ لوقا حواری تھا مگر اس نے کوشش کے ساتھ ان باتوں کو دریافت کر کے لکھا ہے وہ آپ کتاب ہے کہ کلام کے خادموں سے یعنی حواریوں سے اور واقعات کے دیکھنے والوں سے مینے کوشش کے ساتھ دریافت کر کے لکھا ہے انتہی ملخصاً۔

جواب بہت اچھا جناب ہم نے مانا کہ لوقا نے بڑی کوشش سے یہ کتاب لکھی مگر آپ کے اقرار سے یہ ثابت ہوا کہ الہامی نہیں ہے لہذا ایک تاریخ کی کتاب ٹھہری کیونکہ بہت مورخ اسی طرح تاریخ کی کتابیں لکھا کرتے ہیں۔ خوب یاد ہے کہ عیسائیوں کی نزدیک نبیوں کی کل تحریریں الہامی نہیں ہوتیں پہراون کے شاگردوں کی تحریریں اگرچہ اون سے پوچھ ہی کر لکھی ہوں کیونکہ الہامی ہو سکتی ہیں اور یہاں تو یہی ثابت نہیں کہ جو کچھ لوقا نے لکھا وہ رسولوں ہی سے دریافت کر کے لکھا کیونکہ اول تو وہ خود دیباچہ میں لکھا ہے کہ جو کچھ مینے کلام کے خادموں سے سنا اسے لکھتا ہوں اور کلام کے خادموں خاص رسولوں ہی کو نہیں کہتے بلکہ کل بزرگ اور خادموں میں اس میں شامل ہیں

دوسرے یہ کہ بعض علمائے مسیحیہ نے اسی انجیل کے دیباچے کی شرح میں لکھا ہے اس انجیل میں بہت باتیں ہیں جو باقی انجیلوں میں نہیں پائی جاتیں انہیں سے پہلے (۱) اون احوال کا بیان ہے جو یسوع کی پیدائش سے آگے اور عین اُسی وقت میں تھے اس بیان کے واسطے معلوم ہوتا ہے کہ لوقا نے کوئی نوشتہ رکھا جس کا مضمون غلبہ کہ یسوع کی ماں کی طرف سے ملا ہو گا کہ بعض احوال ہیں جو فقط وہی بتا سکی روکیو شرح فقرہ بائبل رومن مطبوعہ سنہ ۱۸۴۷ء نارٹھ ٹراکٹ سوسائٹی الہ آباد) اس سے معلوم ہوا کہ لوقا نے بعض مضامین تحریروں سے بھی لئے جنکے معتبر ہونے کی کوئی سند نہیں مل سکتی پھر لوقا کی تحریر کیونکر قابل اعتبار ہوگی۔ منشی صاحب نے انجیل لوقا کی غیر معتبر ہونگی دلیل اس کے نفس مضامین کو بھی بتایا تھا مثلاً بعض عجائبات میں لوقا نے بہت مبالغہ کیا ہے چنانچہ باب ۲۳ و ۲۴ میں ہے کہ حضرت مسیح کے صلیب دیئے جانے کے وقت ساری زمین پر اندھیرا چھا گیا الخ۔ اب ناظرین ملاحظہ کریں کہ کس قدر مبالغہ ہے اور بعض مقام پر تاریخی واقعات میں غلطی کی ہے مثلاً حضرت مسیح کی پیدائش قورینوس کے عہد میں بتاتا ہے (لوقا ۲) حالانکہ وہ ہرودیس کے وقت میں پیدا ہوئے ہیں اور لسانیاں کو ہیلینی کے چوتھائی کا حاکم ہیرود اور فلپ کے ہم عہد بتاتا ہے (لوقا ۳) حالانکہ اوس وقت اس نام کا کوئی حاکم نہ تھا دیکھو اعجاز عیسوی کا شاہد سوم و پنجم اور جواب طلب گفتگو) ان باتوں کو پادری صاحب توجہ کے لائق نہیں بتاتے اور عندیہ پیش کرتے ہیں کہ محل عبارت میں لکھی گئی ہیں اور اصلی بات نہیں کہتے کہ ہم جواب سے عاجز ہیں یہ اون کی ایمان داری کا تقاضا ہے۔

انجیل یوحنا کا بیان

تعلیق۔ یوحنا کی انجیل کا آخر باب اس پر دلالت کرتا ہے (اگر الحاقی نہ ہو) کہ وہ کتاب

یوحنا کی تصنیف سے نہیں ہے۔ دوسری صدی کے نصف اوّل میں ہیراپولس کا اسقف پے پیاس گذرا ہے وہ بقول ارینیوس یوحنا کا شاگرد ہے اور حالات مسیح کے اخبار کے جمع کرنے میں بھی بہت سرگرم تھا مگر کہیں پر تذکرہ مسیح کے نسبت جو یوحنا حواری نے لکھا ہوا ایک لفظ بھی نہیں لکھتا اگر اس کی کتاب میں ایسا کوئی ذکر پایا جاتا تو یوسی پٹس مؤرخ جو ایسے امور کی تائید میں ہر ایک بات تلاش کر کے لکھتا ہے ضرور لکھتا (دیکھو تذکرہ رینان صفحہ ۱۳)

پولیکارپ بھی یوحنا کا شاگرد تھا اس کے کلام میں بھی یوحنا کی انجیل یوحنا سے منسوب نہیں یہ کہا گیا ہے (مگر یہ قول ضعیف ہے) کہ ارینیوس کے کلام میں اس انجیل کی نسبت یوحنا کی طرف ہے مگر ارینیوس پولیکارپ کا شاگرد تھا اور پولیکارپ کے کلام میں کہیں اس کی اسناد نہیں ہے تو ارینیوس کی سند ناقص رہی اور سلسلے میں اتصال نہ پایا گیا اتنے ملخصاً۔

پادری صاحب نے اسکے جواب میں صفحہ ۶۰-۶۲ میں کئی باتیں لکھی ہیں میں ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ کر کے جواب دیتا ہوں ناظرین بنظر انصاف اور غور ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی بات۔ عیسائیوں میں سے ارینیوس اور تھیوفیلس اور ٹروٹولین اور کلیمنٹ

اور ہیملیس اور ارجن اور ڈیونیسس اور یوسی بی اس اور مخالفین میں سے جولین اور پورقیری نے یوحنا کی انجیل پر گواہی دی ہے۔

جواب۔ پادری صاحب نے یہاں کئی گواہوں کے نام تو بیان کئے مگر یہ خیال نکلیا

کہ بموجب اونہیں کے اقرار کے یہ گواہ لائق سماعت نہیں ہو سکتے کیونکہ صفحہ ۶۸ میں خود

لکھ آئے ہیں کہ یہاں معتبر گواہوں کی دید و شنید بلا واسطہ درکار ہے انتہ۔ پر یہاں تو

جتے گواہ پیش کیے گئے ہیں اونہیں سے کوئی بھی اپنی دید و شنید بلا واسطہ بیان نہیں کرتا

اسولے کہ ارینیوس کی پیدائش شہر میں ہو اور ڈاکٹر انگلس اس کی شہادت شہر میں

بیان کرتا ہے اور تھیوفیلس دوسری صدی کا شخص ہے پہلے بت پرست تھا ڈاکٹر انگلس اسکی شہادت میں ششہ قائم کرتا ہے غرضکہ اخیر دوسری صدی میں شہادت بیان کیجاتی ہے اور ٹرٹولین کی پیدائش ششہ میں اور وفات ششہ ۶۰ میں ہے اسکی شہادت کے بیان میں ڈاکٹر انگلس ششہ ۹۰ قائم کرتا ہے اور کلیمنٹ اسکندریہ تیسری صدی کا شخص ہے ڈاکٹر مذکور نے ششہ ۶۰ میں اسکی شہادت قائم کی ہے اور جولیس ششہ ۶۰ کا شخص ہے اور اریجن بھی تیسری صدی کا ہے اسکا انتقال ششہ ۲۵۰ میں ہوا۔ دیونینشی اس ششہ ۶۰ میں بشپ ہوا اور ششہ ۶۰ میں اسکا انتقال ہوا۔ اور یوسی بی اس ششہ ۶۰ میں روم کا بشپ ہوا اور اسی سنہ میں اسے انتقال کیا۔ اور پورفری کی پیدائش ششہ ۶۰ کی اور وفات ششہ ۱۰۰ کی ہے اس نے ایک کتاب کتب مقدسہ کے رد میں لکھی تھی جسکو تھیودوسیئس اعظم نے جلوادیا بھلایہ کیا گواہی دے گا خدا جانے کس کس طرح سے اُسے دجیاں اوڑائی ہونگی۔

اب خیال کرنا چاہیے کہ انجیل یوحنا کی تالیف پہلی صدی کے آخر میں کیجاتی ہے یعنی ششہ ۶۰ یا ششہ ۷۰ یا ششہ ۸۰ میں (پہر ان دوسری اور تیسری اور چوتھی صدی کے گواہوں سے اسکی تصدیق کیسے ہو سکتی ہے جنہوں نے نہ یوحنا کو دیکھا نہ یوحنا نے اسے کہا کہ میں نے انجیل لکھی واضح ہو کہ ان گواہوں کی شہادت میں بہت کچھ بحث ہر جس سے

۱۵ پادری صاحب نے جو ہیولیس نام لکھا ہے اسکا پتہ نہیں چلتا نہ یہ شخص ایسا مشہور ہے کہ ہر اہل حق جانتا ہو نہ پادری صاحب کو علم انگریزی ہے کہ صحیح تلفظ کر کے اسکا اطلاق لکھیں ڈاکٹر انگلس نے ایک گواہ جولیس نامی ششہ ۶۰ لکھا ہے اس لئے میں نے اوسے کو لکھ دیا کیا عجب ہو کہ پادری صاحب نے اوسے کو غلطی سے ہیولیس لکھا ہو اور اگر کوئی ہیولیس ہے تو خود بیان کریں کہ وہ کب تھا اور کتنے اوسکی گواہی لکھی ہے اسی طرح جولین کا بھی حال اوصاف لکھنا چاہیے البتہ ایک جولین تیسری صدی میں ہوا ہے جسے تین برس یعنی ششہ ۶۰ سے ششہ ۶۳ تک قسطنطین کو لوگوں کے جبراً عیسائی بنانے سے روکا اور اسکے عہد میں ہزاروں عیسائی اپنے مذہب سے ہر گز گراؤسکی گواہی کا حال معلوم نہیں ہوتا پادری صاحب کو چاہیے کہ اسکی مفصل کیفیت لکھیں ۱۷۔

اون کی گواہی ساقط الاعتبار ہو جاتی ہے مگر مینے اختصار کی وجہ سے صرف اوسے امر پر کفایت کی جس کے پادری صاحب مقرر ہیں اور ہر ایک شخص باسانی اوسے سمجھ سکتا ہی ظاہر ہے کہ جس واقعہ کو سو برس یا کچھ کم و بیش گزرے ہوں اور اس عرصے کے بعد کوئی اوسکا شاہد پیدا ہو اور وہ یہ بھی بیان نہ کرے کہ اس واقعہ کی خبر ہمیں فلان راویوں کے سلسلے سے پہونچی ہے تو کسی عاقل کے نزدیک اوسکی گواہی قابل سماعت نہیں ہو سکتی۔

دوسری بات۔ کلیسیا میں اس انجیل کا دست بدست آنا اور اتنے معتبر اشخاص کی گواہیاں اسکے حق میں کافی دلیل نہیں ہے تو اس سے زیادہ ہم کچھ کہہ نہیں سکتے۔

جواب۔ ان کلمات سے ہر ایک عاقل سمجھ سکتا ہے کہ پادری صاحب اس انجیل کی کافی سند دینے عاجز ہیں اور گواہوں کا ذکر کرنا فضول ہے کیونکہ گواہ تو وہ ہونا چاہئیں جو واقعہ کو اپنی چشم دید بیان کریں نہ کہ سو دو سو برس کے بعد گواہی دینے کو موجود ہوں اور پادری صاحب کے سب گواہ دوسری قبیل کے ہیں کلیسیا میں دست بدست آنا بھی مسلم نہیں یہ کہنا اوسوقت صحیح ہو سکتا ہے کہ یوحنا نے اس انجیل کو لکھ کر کلیسیا کے حوالے کیا ہوا اور وہ گواہی دیتی ہو کہ یوحنا حواری سے یہ انجیل ہمیں ملی مگر اسکا کہیں نشان بھی نہیں ملتا پھر کیسے کہ کلیسیا میں دست بدست آنا چہ معنی دار د اور اگر یہ کیسے کہ گرچہ پہلی اور دوسری صدی میں کلیسیا میں دست بدست ہونا ثابت نہیں مگر بعد کو ہے تو جناب ایسی بے اصل بات پر وہی ایمان لائیگا جسے عقل سے کچھ بہرہ نہوگا۔

تیسری بات گرچہ پاپیاس اور پولیکارپ اور برناس اور کلیمنٹ روم اور اگناشیس اس انجیل کا ذکر نہیں کرتے تو یہی سلسلہ متصل ہے گو مسلمانوں کے قاعدی کی رو سے نہو سارا جہان اصول حدیث کا غلام نہیں۔

جواب واضح ہو کہ یہ پانچ اشخاص جنکا ذکر پادری صاحب نے کیا یوحنا کے ہم عصر ہیں اور انہیں سے پاپیاس اور پولیکارپ اور اگناشیس، خاص اوسکے شاگرد اور اوس کے ساتھی ہیں ان کے کلام میں تو ضرور تھا کہ انجیل یوحنا کا ذکر ہوتا خصوصاً اونکے شاگردوں کے کلام میں پہر جب انکے کلام میں سند نہ ملے اور اونکے کلام سے سند لائی جائے جو یوحنا کی موت کے بہت دنوں بعد پیدا ہوئے ہوں تو کیونکر وہ کتاب مشتبہ نہوگی صاجو تھیں اس امر میں انصاف کرو ہمیں اس سے بحث نہیں کہ پادری صاحب اوسے سلسلہ متصل کہیں یا نہ کہیں اگر وہ دن کا نام لکھ لیں تو ہمیں کیا غرض ہے۔

چوتھی بات۔ پاپیاس کی کتاب دنیا میں موجود نہیں ہے جس سے اوسکا لکھنا اور نہ لکھنا ثابت ہو ہاں یوسی بی اس نے پاپیاس کی باتوں کا انتخاب کیا ہے اور پولیکارپ کی بھی کوئی کتاب موجود نہیں ہے جس سے لکھنا یا نہ لکھنا ثابت ہو صرف یوسکا ایک چھوٹا سا خط ہے اور خط میں ہر بات کے ذکر کا موقع نہیں ہوتا۔

جواب یہ ماننا کہ پاپیاس کی کوئی کتاب موجود نہیں ہے مگر اسے تو آپ بھی مانتے ہیں کہ یوسی بی اس نے اوسکے اقوال کا انتخاب کیا مگر اس بات پر نظر نہیں کرتے کہ یوسی بی اس ایسے امور کی تائید میں ہر ایک بات تلاش کر کے لکھتا ہے یعنی جو مواقع کہ سند کے ہیں اونہیں ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر لکھتا ہے پہر اگر پاپیاس کے قول میں کسی مقام پر انجیل یوحنا کی سند پاتا تو ضرور نقل کرتا ایسی صورت میں جب اس نے پاپیاس سے کچھ نقل نہ کیا تو ثابت نہوا کہ پاپیاس کی تصانیف میں انجیل یوحنا کی کچھ سند نہیں ملتی علاوہ اسکے یہ تمام عزرات آپ کے پھر ہیں۔ اسے جناب ہمارا مدعا کہ انجیل یوحنا کی سنداؤن کے معاصرین کے کلام سے ثابت نہیں ہوتی ہر طرح ثابت خواہ آپ یہ وجہ قرار دیں کہ اُن کی کتاب ناپید ہے یا اونکی ذرا سی تحریر ہے جس میں ہر ایک بات کے لکھنے کا موقع نہیں ہے یا اور کوئی وجہ سمجھیں۔ تحریر کے موجود نہ ہونے سے کسی معنی کا

دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا اگر کوئی مدعی حاکم کے روبرو یہ بیان کرے کہ میرا گواہ مر گیا ہے یا مدعا علیہ کی دستخطی دستاویز میرے پاس سے گم ہو گئی ہے تو اس عذر سے حاکم مدعی کو ڈگری نہیں دے سکتا بلکہ دعویٰ کو ڈسمس کر دے گا۔ حاصل یہ کہ انجیل یوحنا کی ابتدا میں کوئی سند نہیں ملتی نہ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ انجیل یوحنا نے لکھ کر کسی کو دی ہو اور نہ کوئی یہ کہتا ہے کہ ہمسائے روبرو یوحنا نے یہ انجیل لکھی اور مشترک رائی تیسری چوتھی صدی میں عیسائیوں نے محض اٹکلوں سے اُسے تسلیم کر لیا ہے۔

انجیل متی اور مرقس کا بیان

تعلیق۔ متی اور مرقس کی انجیلوں کا حال سند کے نہ پائے جانے میں ویسا ہی ہے جیسے پہلی دو انجیلوں کا حال مذکور ہوا بلکہ اونسے بھی کچھ بدتر ہے ان کی تصنیف کا زمانہ اگرچہ محض قیاس کے طور پر پہلی صدی کے درمیان قرار دیا گیا ہے مگر اوس وقت سے لیکر تیسری صدی کے نصف تک یعنی دو سو برس تک حواریوں اور دینداروں اور عالموں اور اون کے شاگردوں کی گواہیاں برابر نہیں پائی جاتیں جسے یہ ثابت ہو کہ یہ انجیلیں متی اور مرقس نے لکھیں اور فلاں فلاں اپنے رفیق اور اپنے شاگرد کے حوالے کیں اور اُن کے ذریعے سے دست بدست رائج ہوتی چلی آئیں جو بزرگ اس دو سو برس کے عرصے میں گزرتے ہیں مثلاً بر بناس اور کلیمنس اور اگناشس اور پولیکاپ وغیرہم انکے کلام میں ان اناجیل کی کوئی سند نہیں پائی جاتی پھر اسکے بعد کی شہرت اور مقبولیت اگلے فقہان اسناد کے نقصان کو پورا نہیں کر سکتی انتہی مصلہ۔ واضح ہو کہ یہ بیان ایسا صاف و صریح ہے جس میں کسی عاقل خدا ترس کو تا مل نہیں ہو سکتا غور کرنے کا مقام ہے کہ انجیل متی کا لکھا جانا ششہ عیاشیہ وغیرہ میں بیان کیا جاتا ہے اور انجیل یوحنا کا لکھا جانا بقول معتبر ششہ عیاشیہ میں اس سے ظاہر ہے

کہ متی کی انجیل کو لکھے ہوئے پچاس ساٹھ برس ہوئے تھے اوس وقت یوحنا نے انجیل لکھی ہے ایسی صورت میں اگر متی کی انجیل کا وجود ہوتا تو یوحنا اپنی انجیل میں اوس کا ذکر کرتا اور پولوس اور پطرس بھی بیس یا تیس برس تک اس انجیل کے تالیف ہونیکے بعد زندہ رہے یہ بھی کہیں اپنی تحریروں میں ذکر نہیں کرتے اسی طرح یوحنا نے مرقس کی انجیل کا بھی ذکر نہیں کیا باوجودیکہ عرصہ دراز کے بعد یوحنا نے انجیل لکھی اس کے علاوہ اوس وقت کے کسی اور بزرگ نے بھی ذکر نہیں کیا غرض کہ جو لوگ اوس وقت موجود تھے اونکی گواہی سے انکا وجود ثابت نہیں ہوتا لہذا باقرار پادری صاحب یہ انجیلیں غیر معتبر ٹھہریں کیونکہ وہ لکھے آئے ہیں کہ امر دینی کے ثبوت کے لئے معتبر گواہوں کی دید اور شنید بلا واسطہ درکار ہے اور انانجیل کے نسبت کوئی گواہ اپنی دید و شنید بلا واسطہ بیان نہیں کرتا اسوجہ سے وہ غیر معتبر ٹھہریں اسکے جواب سے پادری صاحب بالکل عاجز ہیں صرف دو باتیں فضول اسکے جواب میں پیش کرتے ہیں جنکو جواب سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

اول منشی صاحب خود تو اولہ اربعہ میں قیاس کو شمار کرتے ہیں مگر انجیل کے زمانہ تحریر میں قیاس سے کچھ کہنے کو بُرا جانتے ہیں کیونکہ انجیل کے لیے ذرا ذرا سی باتیں بھی کتاب الہ سے ثابت ہونی چاہئیں۔

اسکا مختصر جواب یہ ہے کہ منشی صاحب قیاس کو دلیل نہیں قرار دیتے لہذا اونکے سامنے یہ تقریر لغو و بیکار ہے علاوہ اسکے مسلمانوں کے یہاں اخبار دینیہ قیاس سے ثابت نہیں کیے جاتے احکام میں قیاس کیا جاتا ہے جو نہایت عمدہ اور ضروری ہے مگر اوس کے لیے بھی بہت سے شرائط و ضوابط ہیں یہ نہیں کہ بے تک جہان چاہا قیاس اور یہ جو کہا کہ انجیل کے لیے ذرا ذرا سی باتیں کتاب الہ سے ثابت ہونی چاہئیں یہ محض افتراء ہے ہم یہ نہیں کہتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ عقلا کے نزدیک دنیا میں جس طرح واقعات کا ثبوت ہوتا ہو اوس طرح آپ انجیل کا ثبوت دیجئے اور تمام دنیا کو جانے دیجئے

صفحہ ۷۸ میں جو طریقہ آپ نے امور دینیہ کے ثبوت کا بیان کیا ہے اوسی طریقے سے اس بڑے امر دینی کا ثبوت دیدیجئے یعنی معتبر گواہوں کی دید و شنید بلا واسطہ سے پہلی اور دوسری صدی میں اناجیل کا وجود ثابت کر دیجئے مگر آپ سے نہیں ہو سکتا پہر آپ کیوں ادھر ادھر کی باتیں بنا کر عوام کو فریب دیتے ہیں۔

دوم اگرچہ اصطلاح محدثین کے موافق سلسلہ متصل نہو مگر عقل و انصاف کے نزدیک تو ہے جو معنی محدثین نے تصنیف کیے ہیں اونہیں سقم ہے انتہے۔ اے جناب کوئی عقل و انصاف ہے ذرا عقلائے منصفین کے سامنے تولائیے۔ اے صاحبو ہم یہ کہتے ہیں کہ جس زمانے میں انجیلیں لکھی گئیں اوس وقت کے لوگ اپنی دید و شنید بیان کریں یعنی پہلی صدی میں اسکی گواہی ہونا چاہیے پہر دوسری صدی کے اول و آخر میں اوس کے وجود بلکہ شیوع کی گواہی ہونا چاہیے اسی طرح علی التواتر گواہیان چلی آئیں اسی کا نام ہمارا یہاں سلسلہ متصل ہے پادری صاحب ان معنی میں سقم بتاتے ہیں مگر سقیم کی کوئی وجہ بیان نہیں کرتے اور عند العقل بخبر اسکے اور کوئی وجہ ہو بھی نہیں سکتی کہ ان معنی سے انجیل پر سقم عاید ہوتا ہے یعنی غیر معتبر ٹھہرتی ہے غرضکہ اون کے نزدیک غیر سقم معنی وہ ہیں جسے انجیل کا پردہ ڈھکا رہے اور اوسکا سقم ظاہر نہو وہ یہ کہ گرچہ سو دو سو برس سلسلہ کا ذخور درہا ہوا اور اس عرصہ دراز تک ایک گواہ کا بھی نشان نکلے مگر بھی کہا جائے کہ ہمیشہ گواہ چلے آئے ہیں اور سلسلہ قائم رہا ہے ان معنی میں کوئی سقم نہیں (گو جھوٹے ہوں) کیونکہ انجیل کا پردہ اس سے ڈھکا رہتا ہے اب اہل انصاف خود غور فرمائیں کہ محدثین کے معنی میں سقم ہے یا پادری صاحب کے دماغ میں اب میں ناظرین کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اصل اعتراض کو ملاحظہ کریں اور پہر دیکھیں کہ پادری صاحب اوسکے جواب کو کیسا اوڑا گئے اور فضول باتیں بنا کر دفع الوقتی کر دی۔

یہاں یہ امر بھی معلوم کر لینا چاہیے کہ عیسائیوں سے جب اسناد کے بارے میں دارو گیر

یکجاتی ہے اور پہلی اور دوسری صدی کے گواہ طلب کئے جاتے ہیں تو اس وقت کے بعض بزرگوں کی تحریریں پیش کرتے ہیں کوئی کوئی جملہ یا کوئی مضمون انہیں مروجہ کے کسی جملہ اور مضمون سے ملتا ہے اور کہتے ہیں کہ دیکھو یہ جملہ یا یہ مضمون اس انجیل سے لیا گیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ اس وقت میں یہ انجیل تھی اسکا جواب منشی صاحب نے تین طور سے دیا ہے۔

اول یہ کہ وہ جملے یا مضمون انکے تصنیفون میں اس طرح پر نقل نہیں ہوئے جس سے ثابت ہو کہ انجیلوں سے نقل کئے گئے ہیں یعنی اُن تحریروں میں یہ نہیں ہے کہ مثلاً متی کی انجیل میں یوں لکھا ہے یا لوک کی انجیل میں اس طرح ہے بلکہ عموماً مسیح کی طرف منسوب کر کے نقل کیا ہے یعنی یہ لکھا ہے کہ مسیح نے یہ فرمایا اس سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ یہ کتابیں اُن کے پیش نظر تھیں چہ جا سکے کہ یہ کتابیں جن کی طرف منسوب ہیں انہیں کی تصنیف ہیں۔

دوئم کیونکہ حواریوں کی تعلیم زبانی ہوا کرتی تھی اور اُس وقت میں روایتیں بہت مشہور تھیں اور پے پیاس کے قول (مندرجہ تاریخ یوسی بیٹیس) سے ظاہر ہے کہ اس وقت زبانی

پادریا صاحب نے اس وجہ کے خلاصہ کر نہیں خوب ہی اقتدار محرفین کیا ہے اسوجہ کا خلاصہ صرف اتنا ہی کہ مشائخ نے وہ جملے یا مضمون اس طرح نہیں لکھے جس سے ثابت ہو کہ متی و مرقس وغیرہما سے نقل کرتے ہیں۔ پادریا صاحب نے جو اس وجہ کا خلاصہ کیا ہے اوسمیں یہ جملہ اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے معلوم نہیں کہ وہ کہاں سے کہتے ہیں۔ لہذا دوسری وجہ کے جواب میں جو کچھ اعتراض منشی صاحب پر کیا ہے وہ محض بیجا ہے کیونکہ اوکا منشا وہی زیادتی ہے جو پادریا صاحب نے اپنی طرف سے کی ہے منشی صاحب کی تحریر اس اعتراض سے پاک و صاف ہے۔ ناظرین پادری صاحب کی دیانت پر غور فرمائیں کہ مخالف کی مشہور کتاب میں تحریف کر کے بڑی دلیری سے اس پر اعتراض کرتے ہیں یہ وہی مثل ہے چہ دلاور ست نڈی کہ بکف چراغ دارو ۱۲ جو دہری مولیٰ بخش عفی عنہ۔

روایتوں کو ترجیح دیجاتی تھی اور مسیح کے بعض کلمات اعمال حواریں اور مشائخ قدیم کی
تحریروں میں ایسے منقول ہیں جو ان چاروں انجیلوں میں نہیں ہیں اسی طرح وہ
اقوال بھی کلیمنس یا اگناشیس وغیرہ تک زبانی روایت کے ذریعے سے پہنچے نہ یہ کہ
کسی کتاب سے انہوں نے نقل کئے۔

سوم بعض تحریریں ان مشائخ اور علموں کی بھی تو موضوعی ہیں پس اگر انہیں صریح
حوالہ بھی ہو تو بھی لائق اعتبار نہیں ہو سکتا تھے۔

پادری صاحب پہلی وجہ کے جواب میں کہتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ اون کتابوں میں
کہتے ہیں جو اون کی پیدائش سے پہلے لکھی گئیں انتہ۔ سبحان اللہ کیا جواب ہے ہمیں
معلوم کی بھی خوب ٹھہری اے جناب یہ مناظرہ ہے من مانی بات نہیں یہاں اپنے
معلوم کو مشن کی میز پر رکھ دیجئے اور دلیل پیش کیجئے مگر یہ آپ سے غیر ممکن ہے اسلئے
تبرعاً میں بیان کیے دیتا ہوں اُن کے علم کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ
پادری صاحب کسی اگلے جنم میں (پہلی اور دوسری صدی میں) اُن لوگوں کی پاس
موجود ہوں گے اور اونکو نقل کرتے ہوئے دیکھا ہوگا۔

دوسرے یہ کہ پادری صاحب کی خاطر سے اُن بزرگوں نے اسوقت جنم لیکر اُنکے
کان میں کھدیا ہوگا کہ ہم نے انہیں اناجیل سے نقل کیا ہے مگر مشکل یہ ہے کہ پادری صاحب
کے مقتدا جنم لینے کے قائل نہیں پھر اب تو پادری صاحب کے علم کی کوئی سبیل نہیں
معلوم ہوتی لہذا منشی صاحب نے جو کچھ کہا ہے وہ ٹھیک ہے۔

دوسری وجہ کا جواب پادری صاحب اس طرح دیتے ہیں۔ بالفرض اگر زبانی اقوال
کہتے ہیں تو کیسی خوبی کی بات ہے کہ تحریری اقوال زمانہ قدیم کے زبانی اقوال کی بعینہ
مطابق ہیں انتہ۔

پادری صاحب ذرا ہوش کیجئے آپ خوبی لیے پرتے ہیں یہاں تو اناجیل کا وجود ہی نذرانہ

ہو گیا کیونکہ پہلی اور دوسری صدی میں ان کے وجود کی دلیل یہی قرار دی گئی تھی کہ
 اس وقت کے مشائخ نے اسے نقل کیا ہے اور جب آپ نے یہ مان لیا کہ انہوں نے
 زبانی روایت سے لیا ہے تو اناجیل کے وجود پر کوئی دلیل باقی نہ رہی۔ پھر اگر کسی کی تحریر کو
 اُن مشائخ کے کلام سے کسی جگہ مطابقت ہو جائے جیسے اناجیل مروجہ میں ہو گئی تو
 اس سے یہ ثابت نہ ہو جائے گا کہ یہ تحریر حواریوں کی ہے بلکہ یہ ثابت ہو گا کہ وہ بعض مواعظ
 اور کلمات جو زبان زد تھے اور اگلے مشائخ نے اپنی تحریروں میں داخل کیے تھے وہ
 مواعظ انجیل کے مؤلفوں نے بھی اپنی تالیف میں داخل کر دیے اس سے خوبی یا عدم
 خوبی جو کچھ پادری صاحب ثابت کریں مگر اناجیل کا بے سند ہونا تو بخوبی ثابت ہو گیا۔
 تیسری وجہ کا جواب پادری صاحب یہ دیتے ہیں کہ اگر کوئی شری آدمی ایک حدیث بنا کر
 ابو ہریرہ صحابی کی طرف منسوب کر دے اور علمائے مجدد کہ فلاں فلاں وجہ سے یہ
 حدیث اس کی نہیں تو اس سے ابو ہریرہ کی اور صحیح حدیثیں غیر معتبر نہیں ہو سکتیں انتہی
 مشائخ مسیحیہ کی موضوع تحریر کو حدیث موضوع پر قیاس کرنا ناواقف یا تبلیغ پر مبنی ہے کیونکہ
 عیسائیوں کے یہاں تو موضوع اور اصلی تحریر میں خلط بحث کر دیا ہے جس طرح اپنی طرف سے
 تحریر کر کے بزرگوں کے نام لگا دینا ثابت اسے عیسائیوں میں رائج تھا اسی طرح سے بزرگوں کی
 تحریر میں دخل در معقول کرنا اور اپنی طرف سے اوس میں کچھ ملا دینا بھی رائج تھا اور پھر ایسی
 مخلوط تحریریں مقبول اور رائج رہتی تھیں مثلاً اگناشس کی تحریرات کے نسبت گرچہ خود
 عیسائیوں میں بہت کچھ گفتگو ہے اور اسکے خطوں کے دو نسخے قرار دیئے گئے ہیں ایک بڑا
 دوسرا چھوٹا بڑے نسخے میں چونکہ بہت سی زائد عبارتیں بعد کو ملائی گئیں ہیں اس لیے
 وہ غیر معتبر ٹھہرا ہے اور چھوٹا نسخہ معتبر گنا جاتا ہے حالانکہ وہ بھی الحاق سے خالی نہیں چنانچہ
 فاضل برکس نے پہلی کی کتاب الاسناد کے حاشیہ پر (صفحہ ۱۱۵ نسخہ مطبوعہ ۱۹۵۳ء)
 لکھا ہے کہ ایک سریانی ترجمہ ان خطوں کا حال میں ظاہر ہوا اور مسٹر کیورٹن نے اسی چھوٹا

اسی نسخے سے یہ بات قریب بہ یقین ہو گئی کہ نسخہ صغیر یونانی میں بھی جسے آشر نے درست کیا تھا الحاق ہوا ہے انتہ۔ مگر با اینہم وقت بیان سند کے دونوں نسخوں سے استدلال کیا جاتا ہے کیونکہ کہا جاتا ہے کہ متی کے باب ۳ ورس ۱۵ و باب ۱۰ ورس ۱۶۔ اور انجیل یوحنا کا باب ۳ ورس ۸ و باب ۱۰ ورس ۹ کے فقروں سے اگنا شس کے چند فقرے کسی قدر ملتے ہیں اس سے یہ بات ثابت کی جاتی ہے کہ اگنا شس نے انجیل متی اور یوحنا سے نقل کیا۔ اب دیکھئے کہ یہاں چار حوالوں سے استدلال کیا ہے مگر چھوٹے نسخے میں صرف ایک ہی حوالہ یعنی متی کے باب ۱۰ ورس ۱۶ کا ملتا ہے اور دوسرے حوالے نہیں ملتے چنانچہ فاضل برکس کتاب پہلی کے حاشیہ پر لکھتا ہے کہ دوسرا فقرہ جو متن میں نقل ہوا ہے سریانی نسخے میں ہے الا اور فقرے اون خطوں سے ہیں جو سمرنا اور فلاڈلفیا کو لکھے گئے اور ان کا سریانی نسخے میں بنایا جانا ان کے اعتبار کو بہت ہی مشتبہ کر دالتا ہے انتہ۔ اب ناظرین ملاحظہ کریں کہ عیسائی خود ہی خلط ملط اور الحاق کے قائل ہیں اور اس سے سند بھی لے جاتے ہیں بڑے نسخے کو غیر معتبر ٹھہرایا مگر وقت بیان سند کے پر معتبر ہو جاتا ہے چھوٹے نسخے میں الحاق مانتے ہیں مگر پر بھی معتبر جانتے ہیں ہمارے یہاں حدیث موضوع کا یہ حال نہیں ہے بلکہ جس حدیث میں جھوٹ کا احتمال بھی پایا گیا وہ اوسی وقت ساقط الاعتبار کر دی گئی یہاں تک کہ اوس کا ذکر کرنا بھی حرام ہے پر بھلا حدیث موضوع پر عیسائیوں کی تحریر موضوع کو قیاس کرنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ الغرض منشی صاحب نے ابطال سند میں جو تین وجہیں قائم کی تھیں اونچی صحت اظہر من الشمس ہو گئی اب میں دو باتیں اور عرض کیا جا رہا ہوں ایک یہ اگر مضمون ملجانے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک نے دوسرے سے نقل کیا ہے تو انجیل کی عمدہ اخلاقی تعلیم کا حکما اور بود ہشت کی کتابوں سے منقول ہونا ثابت ہوگا کیونکہ مریدیت اور اکیسہ مو وغیرہا نے دونوں کی تعلیموں کو ملا کر دکھا دیا ہے اور انجیل سے ان لوگوں کی کتابیں

بہت پہلے ہیں لہذا عیسائیوں کو ماننا پڑے گا کہ اناجیل کی تعلیم انھیں کتابوں سے ماخوذ ہے دوسرے یہ کہ جن مشائخ کے کلام سے اناجیل مسلمہ کے بعض مضمون ملجاتے ہیں اسی طرح جعلی انجیلوں کے بھی بعض مضمون ان کی تحریروں سے ملجاتے ہیں مثلاً جسٹن شہید کے کلام سے اناجیل مسلمہ پر سند پکڑی جاتی ہے وہ ایک جگہ اپنی تصنیف میں لکھتا ہے کہ جب مسیح اصطبلخ کے واسطے یردن میں آئے تھے تو ایک آگ روشن ہو گئی تھی۔ یہ قصہ اناجیل مروجہ میں نہیں ہے اپنی فانیس کہتا ہے کہ عبرانیوں کی انجیل میں یہ قصہ ہے۔ اب فرمائیے کہ عبرانیوں کی انجیل کو کیوں جعلی قرار دیا جاتا ہے غرض یہ کہ اگر مشائخ کے بعض کلام کی مطابقت سے اناجیل مسلمہ مستند ہو گئیں تو ان انجیلوں کو بھی مستند ہونا چاہیے جنہیں جعلی کہا جاتا ہے کیونکہ مطابقت دونوں میں ہے اور اگر مطابقت سے مستند نہوں گی تو اناجیل مسلمہ کو بھی جعلی اناجیل میں داخل کرنا چاہیے کیونکہ پہلی اور دوسری صدی میں کوئی سند ان کی نہیں ملتی۔ اب میں اس بحث کو ختم کرتا ہوں پیغام محمدی میں بننے انجیل کی سند کو زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے شائقین وہاں ملاحظہ کر سکتے ہیں یہاں تک تعلیقات کے ضروری مباحث کا جواب دیا گیا اور شروع میں جو چند ورق انہوں نے لکھے ہیں ان کے جواب میں مصروف ہونا اوقات کو ضائع کرنا ہے مگر صفحہ ۶ میں جو چند فقرے لکھے ہیں اُن سے تعرض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے لہذا مختصر طور سے کچھ لکھا جاتا ہے۔

واضح ہو کہ منشی صاحب نے محققین علمائے مسیحیہ کے اقوال سے ثابت کیا تھا کہ مذہب اسلام ایک زندگی بخش چیز ہے اور ہزاروں سودمند جواہروں سے بہرا ہوا ہے پادری صاحب کو اسے دیکھ کر کچھ بن تو نہ پڑا آپ سے باہر ہو گئے اور غصے میں آکر کہنے لگے کہ اہل اسلام نے تو کبھی زندگی کا منہ بھی نہیں دیکھا۔ چونکہ غصے میں انسان کی عقل درست نہیں رہتی ایسے وہ منشی صاحب سے دریافت کرتے ہیں کہ میں آپ ہی کو منصف بنا کر

پوچھتا ہوں کہ کیا یہ بات صحیح ہے اور آپ کی تمیز اسے قبول کرتی ہے کہ اسلام ایک زندگی بخش چیز ہے اہل اسلام میں کچھ زندگی آپ کو نظر آتی ہے عرب - ترک - ایران - وغیرہ ممالک اسلام کا کیا حال ہے ہندوستان میں مشائخ و علمائے محمدیہ کا کیا حال ہے (صفحہ ۶ تقلیعات)

آپ میں پادری صاحب کو اون کے خدا کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کہ آپ کا یہ استفسار عوام کے فریب دینے کو تجاہل عارفانہ ہے یا واقعی آپ چمکا در کی طرح آفتاب کو دیکھ نہیں سکتے یا شن کے روپوؤں کی چمک اور جھنکار نے آپ کی بصارت اور سماعت دونوں کو کھودیا۔ اور حضرت مسیح کے اوس قول کا مصداق بنا دیا کہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سنتے ہوئے نہیں سنتے خیر جو وجہ ہو اللہ آپ کو ہدایت کرے خوب یاد رکھیے کہ ایک دن مرنا ہے اور خدا کو منہ دکھانا ہے آپ اتنا بھی خیال نہیں کرتے کہ اگر منشی صاحب کو زندگی نظر نہ آتی تو اوسکے پابند کیوں رہتے اور یہ تائید کیوں کرتے مگر ہاں سچ ہے الم یقین علی نفسہ پادری صاحب اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں کہ باوجودیکہ عیسائی مذہب میں کچھ زندگی نہیں دیکھتے مگر طمع دنیاوی کی وجہ سے اوسے نہیں چھوڑتے بلکہ اوروں کو اوس تاریکی میں ڈالنا چاہتے ہیں پھر یہ تو سوچیے کہ یہاں اسلام کی تعریف منشی صاحب نے اپنی زبان سے نہیں کی تھی بلکہ محققین علمائے مسیحیہ کی زبان سے آپ کو سنائی تھی جو آپ کے پیر مرشد ہیں پس اسلام کی خوبی تو اس مرتبے کو پہنچی کہ مخالفوں نے بکشاوہ پیشانی اوسکا اقرار کر لیا اب اگر ایک بندہ درہم و دینار اقرار نہ کرے اور چاند پر خاک ڈالے تو کیا ہوتا ہے ممالک اسلام اور علمائے اسلام کا حال دکھا کر اسلام پر حرف گیری کرنا کسی عاقل کا کام نہیں ہے دیکھو تین سو برس کے بیشتر تمام دنیا کے عیسائی رومن کا تھلک تھے جنھیں پادری صاحب بت پرست اور مکار و فریبی جانتے ہیں اور اب بھی اکثر دنیا میں وہی ہیں

پہر کیا پادری صاحب یہ کہیں گے کہ پندرہویں صدی تک تو دین عیسوی زندگی بخش نہ تھا بعد کو ہو گیا یا یہ کہ کسی مقام پر تو یہ مذہب زندگی بخش ہے اور کسی مقام پر نہیں ہے یہ سب خام خیالیاں ہیں مذہب کے ماننے والوں کی بُرائی یا تنزل سے مذہب میں بُرائی نہیں آسکتی علاوہ اسکے بہت سے علمائے محمدیہ کا تو وہی حال ہے جو حضرت مسیح اور حواریوں کا تھا کہ اون کو خدا ہی سے واسطہ ہے دنیا سے کچھ مطلب نہیں ہے بعض نوکری کر کے اپنی گذر اوقات کرتے ہیں اور اگر کسی میں کوئی بُرائی بھی ہو تو انسان میں فرشتے نہیں ہیں پہر آپ حال کیا دریافت کرتے ہیں یہ فرمائیے کہ پادریوں میں کونسی بات نہیں ہے معلوم ہوتا ہے کہ پادری صاحب اہل اسلام کی حالت تنزل اور عیسائیوں کی دنیاوی عروج کو دکھا کر اسلام پر حرف گیری کرتے ہیں اسے جناب یہ تو ہم بالیقین جانتے ہیں کہ عیسائیوں کی دنیاوی جاہ و ثروت اور ظاہری شان و شوکت نے آپ کو فریفتہ کر رکھا ہے چونکہ آپ علمائے عیسائیہ کو دیکھتے ہیں کہ عمدہ عمدہ اور ہوادار مکلف بنگلوں میں رہتے ہیں ہر روز انڈا مرغی وغیرہ عمدہ غذائیں تناول فرماتے ہیں جو نفسانی خواہشوں کو براہِ نکتہ کر بیوالی ہیں اور مسیم صاحب کے ہمراہ دونوں وقت فٹن پر ہوا کھانی تشریف لے جاتے ہیں اور یہ زندگی علمائے محمدیہ میں نہیں پاتے اس لیے علمائے محمدیہ پر طعن کرتے ہیں مگر خوب یاد رکھیں کہ جس طرح آپ مسلمانوں کی حالت تنزل دکھا کر مذہب اسلام پر حرف گیری کرتے ہیں اسی طرح یہود حضرت مسیح اور اون کے حواریوں کی مسکینیت دیکھا کر کیا کرتے تھے افسوس ہے کہ حضرت مسیح تو دو لہتمند کی نجات کو محال بتاتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گزر جانا اس آسان ہے کہ ایک دو لہتمند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو (دیکھو متی ۱۹: ۲۴) اور پادری صاحب عیسائیوں کی دولت دکھا کر اہل اسلام پر فخر کرتے ہیں خوب یاد رکھیں کہ ان دو لہتمندوں کی نجات تو حضرت مسیح محال بتا چکے ہیں جو کچھ اس دنیاے چند روزہ میں جین کر تا ہو کر لیں

پہر تو اون کے لیے وہ دن آتا ہے کہ حضرت مسیح ان سے فرمائیں گے کہ اسے بدکار و میرے پاس سے دور ہو۔ (یعنی پچھ) اسی قسم کی تحریرات پادری صاحب کی اصلی حالت کو ظاہر کر دیتی ہیں گو وہ کیسا ہی چھپائیں اور ان کا عیسائی ہونا اور اسلام کے مقابلے میں کتابیں لکھنا سب حصول دنیا کی غرض سے ہے اور ان کی تصانیف اس امر کی خود شاہد ہیں اور میرا کہنا تو شاید کوئی مخالفت پر محمول کرے خود ان کے ہم مشرب اور ان کے برادر اور ان کے ہمراز جو کچھ اونہیں اور ان کی تالیفات کو کہتے ہیں اسے ناظرین ملاحظہ کریں۔

پادری رجب علی صاحب کی منصفانہ راہدایت المسلمین پر

سنہ ۱۲۸۶ کے درمیان ہمارے معزز اور بزرگ برادر مولوی پادری عماد الدین لاہرنے اعجاز عیسوی کا جواب دیا جس کا نام مولوی صاحب نے ہدایت المسلمین رکھا ہے اپنی بزرگ بھائی کا شکریہ ادا کیا تھا جنہوں نے کسی نہ کسی نیت سے جس کا تذکرہ ہم یہاں مناسب نہیں سمجھتے اس مجمل جملے کو ناظرین ملاحظہ کریں کہ پادری صاحب کی کس حالت پر شہادت دیتا ہے) اپنا ولولہ تو دکھایا اگرچہ ہمارے مولوی صاحب نے انگریزی زبان سے نا بلند محض ہونے کی وجہ سے بعض انگریزی داں کشیشوں سے بھی اوس میں مدد لی تیسرے بھی قطع نظر اہل انصاف اور صاحب نظر اہل اسلام کے خود مسیحی محققوں کے نزدیک الزامی جوابوں کے سوا تحقیقی جوابوں کا اوس میں پتہ تک نہیں ہے علاوہ اسکے ہمارے لاہر برادر نے جہاں کہیں تحقیقی جواب کے لیے قلم اٹھایا ہے وہاں بجائے تحقیقی جواب کے غلط جواب (جس کو بے سرو پا کہنے میں ذرا بھی تاثر نہیں ہو سکتا) دیئے ہیں جو لوگ حکیمانہ مزاج رکھتے ہیں وہ ہدایت المسلمین کے شاندار نام کو الیشائی گپ سے کچھ زیادہ نہیں سمجھتے (دیکھو مقدمہ اظہار عینہوی میں پادری رجب علی صاحب کا ریمارک) اور پادری کریو نصاحب کے اہتمام سے جو شمس الاخبار نکلتا تھا اوس میں پادری صاحب کی

تصانیف کو صاف نفرتی لکھا ہے جس میں گالیاں لکھی ہوئیں ہیں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر
ششہ کے مانند پر غدر ہو تو اسی شخص کی بدزبانوں اور یہودہ گویوں سے ہو گا جب
اون کو باہر پرندہ روپیہ کو بھی کوئی نہ پوچھے اور شن میں ستر روپیہ ماہواری (اور اب
ڈیڑھ سو روپیہ ماہواری) اور کوٹھی ملے جسکے احاطہ کے اندر چاہیں تو تیل نکلنے کا کوٹھو بھی
بنالیں ایسے لالچیوں کو کیا کہنا چاہیے (دیکھو شمس الاخبار لکھنؤ مطبوعہ امریکن مشن پریس
اکتوبر ۱۸۸۵ء نمبر ۵ جلد ۱) ان منصف مسیحیوں کے کلام سے جو کچھ پادری صاحب
اور اون کے تصانیف کی حالت معلوم ہوتی ہے اسے ناظرین خود دریافت کر سکتے
ہیں میرے بیان کی حاجت نہیں خیال کرنے کا مقام ہے کہ جب اون کے ہم مشربوں
نے اون کی تصانیف کو نفرتی اور غلط اور بے سرپر بتایا تو واقع میں اون کا کیا حال ہو گا
الغرض جو کچھ اونہوں نے تقلیعات میں لکھا ہے وہ محض غلط اور بے سرپر اور ناکارہ
اور جو کچھ منشی صاحب نے اثبات نبوت محمدی اور البطل سند انجیل میں
لکھا ہے وہ نہایت صحیح اور درست ہے جیسا کہ ناظرین کو اس رسالے کے دیکھنے
سے ظاہر ہو گیا ہو گا مگر چونکہ پادری صاحب کو حق جوئی منظور نہیں ہے اس لیے
بے فائدہ جھگڑا کر کے حق بات کو چھپاتے ہیں۔ دیکھئے ہدایت المسلمین میں اونہوں
نے جس قدر اعتراض قرآن مجید پر کیے تھے اون کا جواب مولوی سید محمد صاحب
نے **تزئیہ الفرقان** میں کس عمدگی سے دیا ہے کہ پادری صاحب سے
اوسکے جواب الجواب میں کچھ نہیں ہو سکا بجز اسکے کہ کہیں کہیں آئیں بائیں شاہیں
کردی ہے جسکا جی چاہے دونوں کتابوں کا مقابلہ کر کے دیکھ لے مگر ہر بھی عنوان
کتاب میں جواب دیدینے کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں۔ حافظ ولی اللہ صاحب نے
صیانتہ الانسان میں اون کی تحقیق **الایمان** کا جواب کس شد و مد
سے دیا ہے جسکے جواب میں آج تک پادری صاحب قلم نہیں اٹھا سکے مگر ہر

وہی مرد و باتیں جا بجا اصرح لاتے ہیں کہ گویا ان کا جواب ہی نہیں ہوا۔ مجتہد کعبی صاحب سے آپ نے چند سوالات کیے جب دیکھا کہ انکے جوابات ضعیف ہیں اور مناظرہ کے فن سے مجتہد صاحب ناواقف ہیں تو ان کا جواب لکھ کر جھٹ پٹ چھپو ا دیا اور جب ان سوالوں کا جواب مینے اور مولوی غلام دستگیر صاحب نے لکھا تو کانوں میں تیل ڈال کر بیٹھ رہے میرا رسالہ جس کا نام **ترانہ حجازی** ہے ۱۹۵۲ء ہجری میں طبع ہوا ہے اور مولوی غلام دستگیر صاحب کا رسالہ جس کا نام **مخرج عقائد نوری** ہے ۱۹۵۲ء ہجری میں چھپا ہے مگر اس وقت تک کسی کا نہ جواب ہے نہ تسلیم ہے حالانکہ یہی کام کیا کرتے ہیں پھر یہ حق پوشی نہیں تو کیا ہے اگر انہیں سچائی منظور ہے اور جھگڑا نہیں چاہتے تو مجمع عام میں بیٹھ کر اپنے سب شکوک رفع کر لیں میں موجود ہوں یہ کیا کہ عوام کے فریب دینے کو اور ان سیاہ کئے اور خاموش ہو رہے اور سمجھ لیا کہ کوئی تو انہیں دیکھ کر ہلکے ہی گا ورنہ مشن میں ہماری سرخروئی تو کسی طرح نہیں گئی۔ اب میں طالبین حق کی خدمت میں عرض کرتا ہوں اے حیات ابدی کے طالبو ہو شیار رہو اور ان پر پھروں اور پادریوں کی ابلہ فریب باتوں پر ہرگز کان نہ دہرو یہ اپنا دوزخ بہرنے کے لیے خلقت کو جہنم میں دھکیلتے ہیں اور ہر وقت انکو یہی خیال رہتا ہے کہ جس فن و فریب سے ہو کسی نہ کسی کو جال میں پھانسیے تاکہ کمیٹی میں کارکن اور لائق مشہور ہوں ترقی تنخواہ اور انعام کے مستحق ٹھہریں خیال کرو جسے کوئی پسند نہ کرے وہ یہ کہ نہ پوچھتا ہو او سے ڈیڑھ سو روپے ماہوار ملے وہ کیا کچھ نہ جال بچھاتا ہو گا جس کسی کو اس دہکتی آگ سے بچنا منظور ہے جسکے بوبرو انسان کا جسم مثل ایک تنکے کے ہے وہ بلا طر فدا ری اول تو دین محمدی اور دین عیسوی کے اصول کو بنظر انصاف خوب دل میں غور کرے اسی سے اسکو حق بات کا سراغ لگ جائے گا اور اگر فروعات میں مقابلہ کیا چاہے تو میرے رسالہ

پیغام محمدیؐ کو ملاحظہ کرے یہ میری عرض اس لیے ہے کہ بالیقین میں
محمدیؐ خدا کی طرف سے ہے اور خدا تعالیٰ نے اسے تمام ادیان سابقہ کا مکمل
ٹھہرا یا ہے بغیر اسے اختیار کیے نجات غیر ممکن ہے ایسا نہ کہ کوئی شیطانی و سوسہ
تمہارے دل میں ڈال کر سیدھی راہ سے پھیر دے اور حیات ابدی سے
محروم رکھے۔

اب میں اس حصہ اول کو دعا پر ختم کرتا ہوں اے ارحم الراحمین تو تمام سامعین
اور ناظرین رسالہ ہذا پر اپنا فضل کر اور اپنے سچے مذہب کی حقیقت کو ان پر
منکشف اور ان کے دل میں راسخ کر دے اور یاد دہی صاحب کے
دل سے تعصب کی تاریکی دور کر اور اسلام کی روشنی سے
اُن کے سینے کو منور کر دے۔ آمین ربنا تقبل منا

انک انت السميع العليم بحرمۃ سید الاولین

والاخرین محمدؐ الہ واصلہ باجمعین

واخوذ عونا ان الحمد لله

رب العلمین

+

ایں گل دیگر شکفت

(یہ نیا گل کھلا)

اس نازک وقت میں سخت ضرورت تھی کہ جتنے مسلمان کلمہ کے شریک ہیں متفق ہو کر اسلام کی حفاظت کرتے اور باہم شیر و شکر ہو کر ایک دوسرے کی مدد کرتے مگر انہوں نے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اختلاف سابق سے بھی زیادہ اختلاف کو چمکا دیا۔ اور باہمی جھگڑے اور مجاولے کی طرح پھونک دی۔ مگر مخصوص علمائے اُنھیں لایق خطاب نہیں سمجھا اسلئے اُن کی طرف توجہ نہیں کی اور اُن کی جماعت کو ترقی ہو گئی۔ اسی طرح نویں صدی میں سید محمد چوہدری کو ادتیرہویں صدی میں عالمگیری بانی، مدنیان مہدویت کو ترقی ہوئی تھی۔ ابتدا میں بعض اہل علم پنجاب کے اس طرف متوجہ ہوئے تھے جس سے مرزا صاحب کی واقعی حالت معلوم ہوئی کہی برس ہوئے کہ احاطہ بنگال میں رہنے لگا اور جو حضرات مرزا صاحب کو اپنی غلطی سے مان چکے تھے اُنھوں نے اور مسلمانوں کو ہمراہ کرنا چاہا۔ اس لئے انھیں علمائے دیندار جو بری اُس طرف متوجہ ہوئے۔ اور مسلمانوں کو راہِ مستقیم پر چلنے کے لئے چند رسائل لکھے جن کی فہرست ذیل میں درج ہے۔

(۱) فیصلہ آسمانی حصہ ۲ و ۳ پہلے دو حصوں میں مرزا صاحب کے عظیم الشان جہنم کا غلط اثر دکھایا ہے اور اُن کی واقعی حالت ثنائوں پر ظاہر کی ہے اور تیسرے حصہ میں اُن کے گمراہی پر تہذیب پر زور دلیلیں بیان کی ہیں۔

(۲) حقیقۃ المسیح (۳) شہادت آسمانی (۴) تہذیب ربانی (۵) معیارِ صداقت یہ پانچوں رسائل نہایت مختصر و مفید طور سے لکھے گئے ہیں۔ لایق دیداشت و عنایت ہیں۔

یہ رسالے

شہر منوگیر محلہ مخصوص پور حاجی لیاقت حسین صاحب مل سکے ہیں

اسلام کے دردمندوں سے گزارش

اس نازک فتنے کے باوجود بیس کھنڈ مسلمانوں کے آفتابِ سلام بربابِ نامِ نظر آتا ہے ہندوستان کے بعض شہر و دیہاتیں جو شِ اسلامی دیکھ کر اور ان دنوں لشکرِ اسلامیہ کی فتوحِ شکرِ نہایت مسرت ہوتی ہیں ایسے ہی دردمندوں سے یہ عاجز کہتا ہے کہ مخالفینِ اسلام ایک طرف تو سلطنتِ ظاہریِ اسلام کی تباہی کے درپے ہوئے ہیں دوسری طرف روحانی بادشاہت یعنی ہمارے مقدس مذہب کے لئے تدبیریں کر رہے ہیں۔ بہت تدبیریں ہیں۔ اُنہیں ایک تدبیر یہ ہے کہ جا بجا پادری و عظماء کے حیلہ سے اسلام پر حملہ کرتے ہیں جس سے سرورِ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام پر زور شور سے اعتراضات ہو رہے ہیں اور ہمارے بھائی بھائی غافل ہیں یہ خیال نہیں کرتے کہ اقل تو ان کی دنیاوی ترقی اہل دنیا کو اس طرف دلی کشش کر رہی ہے پھر ان کی مذہبی ناواقفیتیں محو کرتی ہے کہ پادریوں کے یہ وہ اعتراضات کو اپنے دلیلیں و حیلوں سے جس طرح تہ کان اسلام کی مدد کرنا آپ کا مذہبی فرض ہے اسی طرح یہ بھی فرض ہے کہ پورے طور سے اپنے مذہب کا مل و واقفیت حاصل کر کے اپنی روحانی سلطنت کو محفوظ رکھیں مگر اس قدر واقفیت قرآن و حدیث کے ذریعہ سے ہر ایک مسلمان کو بہت دشوار ہے۔ اسکے لئے بڑے علم کی ضرورت ہے البتہ ان رسالوں اور تحریروں کے ذریعہ سے آسان ہو جو متفقہ طور سے دشمنانِ اسلام کے مقابلہ میں لکھے گئے ہیں اور ان کے ہر ایک اعتراض کا دندان شکن جواب دیا گیا ہے۔ یہ رسالہ جسکی نسبت پر آپ یمنون لکھ رہے ہیں پادریوں کے جواب کے لئے بہت کافی ہے آپ اسے ضرور دیکھیں اور آپ کا فرض ہے کہ اسکی اشاعت میں کامل کوشش کریں اسوقت کے لحاظ سے یہ بڑی دینی اعانت ہے۔ کہ بقدر ہو سکے آپ خرید کر کے مسلمانوں کو دیں۔ اور مسلمان اسے دیکھ کر اسکی باتوں کو محفوظ رکھیں۔ اسوقت دین کی حفاظت کا یہ نہایت عمدہ ذریعہ ہے آپ کی اس اعانت سے اور رسالے چمکے شائع ہونگے اور آپ کی اعانت اور ثواب کا سلسلہ بہت دیر تک قائم رہیگا۔

آپ کا بھی خواہ

محمد علی کانپوری مونگیری



۶-۴

۹۷۵۴۱

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

سرپرست

۱۰۵۸۷

